وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد دوم

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم

قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی

کنیت: ابوصہیب

ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جدامجد (دادا): حاجی جان علیؒ (بلہا جنک پور روڈ، پپری، سیتامڑھی، بہار)

جدامجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ (پرسونی، دربھنگہ، بہار)

پیدائش: ۱۹۵۹ء بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

تعلیم: عالم فاضل ومفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت وتزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔
حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامتؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّی جبتور، بردبئی
مفسر مجلس تفسیرِ قرآن، مصلّی جبتور، بردبئی
مدرّس درسِ حدیث، مسجد الغریر، بہ اِذن وزارت الاوقاف
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار
ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات: * احکام ومسائل (دس ایڈیشن) * علاماتِ ایمان (چار ایڈیشن) * حق جل مجدہ کی باتیں (احادیثِ قدسیہ) * وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں) * مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟ * تعوذ کی حکمتیں * خواصِ اُمت سے چند صاف صاف باتیں * کیمیائے درویشاں * لاحول ولاقوۃ الاباللہ * علاماتِ سعادت

زیرِطبع تالیفات: * تجلیاتِ قدسیہ (دوجلدیں) * نفحات قدسیہ (دوجلدیں) * مجموعہ وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (پانچویں جلد) * یأتی علی الناس زمان (علاماتِ قیامت)

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

کتاب اکابرِ اُمت کی نظر میں

... یہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی محمد ثمین اشرف (فاضل دارالعلوم دیوبند) نے 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام' جن مکمل ووقیع احکام وہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تیئس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)

..... ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پُرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیشِ نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

..... محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر وبصیرت افروز نصیحتیں جمع فرمادی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی)

..... مفتی محمد ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر وتقریر وتفسیر کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔

(حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا)

..... یہ کتاب صادقین کی صحبت کا بدل ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)

..... کتاب بہت پسند آئی۔ (مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم)

..... یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل ہے۔ (مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری)

..... قدیم اور جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ۔ (مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی)

..... یہ کتاب علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ (مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی)

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد دوم

مؤلف

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

نام کتاب	:	وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد دوم)
مؤلف	:	مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
ناشر	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل	:	۲۰۰۴ء (ایک جلد میں بعنوان مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء)
سنِ اشاعت دوم	:	۲۰۱۲ء (چار جلدوں میں)
صفحات	:	۳۲۵ (جلد دوم)
تعدادِ اشاعت	:	۱۱۰۰
کمپیوٹر کمپوزنگ و سرورق	:	مدنی گرافکس، ۵-انا مئے، ۳۰۵-سوموار پیٹھ، پونے-۱۱
طباعت	:	اسٹیپ اِن سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونے

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  حبتور بلڈنگ، بر دبئ
  موبائل: 0097143550426 / 00971507157431
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، ادارۂ دعوۃ الحق
  مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
  موبائل: 09934453995
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، صدر مدرّس دار العلوم نظامیہ صوفیہ
  گھر کا پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، سلور آرک اپارٹمنٹ،
  گلی نمبر ۳۱، بھاگیہ دیونگر، کونڈوا، پونہ-۴۱۱۰۴۸
  موبائل: 09370187569

حدیثِ وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا حَقُّ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ لَہُ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُہُ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہُ

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر بھی وہ دو راتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّۃٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّۃٍ
وَ مَاتَ عَلٰی تُقیً وَ شَھَادَۃٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَہُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو شخص وصیت کر کے مرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر
اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مرا۔ (ابنِ ماجہ)

عرضِ ناشر

برائے اشاعتِ دوم

بسم الله الرحمن الرحیم ، و الصلوٰۃ و السلام علی رسوله الکریم ، اما بعد

۲۰۰۴ء میں ۱۷۳ / انبیاء واولیاء کی نصائح ووصایا پانچ سو چار صفحات کی ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔اس سے سیر ہونے کی بجائے مؤلفِ کتاب تلاش وجستجو اور مطالعے میں منہمک رہے اور ان کا گوہر بار قلم حرکت میں رہا۔ نتیجتاً اسلامی تاریخ کی تقریباً چھ سو (۶۰۰) عظیم وعبقری شخصیات اوران کی ہزاروں ہزار قیمتی نصیحتیں اور وصیتیں جمع ہوگئیں۔

کتاب فی الوقت چار ضخیم جلدوں میں پورے اہتمام سے شائع ہورہی ہے جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی جلد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع سے شروع ہوکر محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ دوسری جلد سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت سے شروع ہوکر 'سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں' پر ختم ہوئی ہے۔ تیسری جلد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوکر پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ چوتھی جلد قطبِ زمانہ حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کی وصایا سے شروع ہوکر امتِ رحمت کیلئے لائحۂ عمل از مؤلف پر ختم ہوئی ہے۔ الحمد للہ چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۳۰۰ ہے۔ وصایا پر مؤلف محترم کی کاوشیں جاری ہیں۔ 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی دور کی بلکہ معلوم انسانی تاریخ کی وہ تمام عظیم عبقری شخصیات، چاہے وہ انبیاء و رسل ہوں یا ان کے اصحاب و اخلاف، صحابہ کرامؓ ہوں یا تابعین و تبعِ تابعین، مجددین ہوں یا محدثین، حضرات فقہائے کرام ہوں یا سلسلوں کے بانیین، ائمۂ مجتہدین ہوں یا علمائے ربانیین غرض پوری تاریخِ انسانیت کے مفید ومخلص شخصیات کے پند ونصائح اور قیمتی فرمودات کا ایسا خزانہ جمع ہوگیا ہے جس کے مطالعے سے صالح کردار کی تشکیل،

مثبت سوچ، اسلاف سے محبت، دینی، دعوتی، اصلاحی اور ملّی شعور کی بیداری میں مہمیز ثابت ہوگی۔

مؤلف محترم نے اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نظری سے کتاب کو ایسا دل نشین اسلوب بخشا ہے کہ قاری کتاب میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب اس کی کتابِ زندگی بنتی چلی جاتی ہے۔

* کتاب پر مقدمہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جانشینِ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم (وقف) دیوبند اور ہند و بیرونِ ہند کی نامی گرامی شخصیات نے کتاب سے متعلق اپنے گہرے احساسات و تاثرات مرقوم فرمائے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت وافادیت اُجاگر ہوتی ہے۔

* کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے ہوا ہے۔ تقریباً چھ سو (۶۰۰) انبیاء وصدیقین و شہداء اور صالحین کی وصایا جمع ہوگئی ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی وصیتیں پھر حضرات انبیاء کرامؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ، تابعینؒ، تبع تابعین پھر اولیاء و مصلحینِ اُمت کی وصایا نقل کی گئی ہیں۔

* کتاب میں مذکور تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ اور عربی اشعار پر اعراب لگا دیا گیا ہے تاکہ قارئین اغلاط سے بچیں اور یاد کرنے والوں کو سہولت حاصل رہے۔

* قرآنی آیات کے ترجمہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہورِ زمانہ تفسیر 'معارف القرآن' سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

* کتاب کو معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہتر طباعت، پختہ جلد، حسین سرورق سے مزین کرنے کی مولانا سیّد آصف نثار نظامی نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک چار جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مفیدِ خلائق بنائے اور مؤلف و ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۲۵/نومبر ۲۰۱۱ء

(مولانا) حافظ محمد رزین اشرف ندوی
دار العلوم نظامیہ صوفیہ، کونڈوا، پونے

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین - اما بعد

اللہ عز وجل کا از حد انعام واحسان ہے کہ اس وقت 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی مکمل چار جلدیں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ کام تو حق جل مجدہ کے فضل سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے کسی کمال وحسن کلام سے۔ انسانی جدوجہد کی ابتدا بھی مشیتِ ایزدی کے تابع ہے۔ خالق جب اپنی خاموش قدرت کا ظہور چاہتا ہے تو نادان کو دانا وبینا اور اخرس وگونگے کو گویا وناطق بنا دیتا ہے اور جب کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو ہاتھ میں قلم پکڑا دیتا ہے۔ لہٰذا حمد، اللہ کی، جو کام کی توفیق دے کر میدان میں لاتا ہے اور کام کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

شروع میں اندازہ ہی نہیں تھا کہ وصایا کی مزید جلدیں آسکیں گی اور پھر زیورِ طبع سے بھی آراستہ ہوں گی۔ وصایا طبعِ اول میں بہت سے مجددین ومصلحین، ابرار واخیارِ اُمت اور اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے نا کے برابر تھے۔ دل میں شدید ترین حسرت وندامت تھی کہ جن اولیاء وصلحاء، اتقیاء واصفیاء، ابرار واخیار کی نگاہِ زکیہ وفطرتِ سلیمہ اور ذوق ووجدانِ ملہمہ اور نورِ نبویہ، رشد وہدایت کے امام کی نگاہِ تربیت میں رہ کر حق وباطل کی تمیز، صحیح وغلط کی شد بد، ظلمتِ معاصی سے نورِ ہدایت کی شاہ راہ کا وجدان نصیب ہوا انہی اولیاء کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ جہاں حقیر مقیم ہے وہاں ان مجاہدینِ ناموسِ رسالت کی سوانح وتذکرہ دستیاب نہ تھے۔ نہ ہی بہ سہولت حصول ممکن تھا۔ تاہم حق جل مجدہ کا فضلِ بے علت ہوا اور جیسے جیسے کتابیں ملیں اپنے مقصد کی نصائح ووصایا نقل کرتا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی وصایا کا ایک وافر حصہ جمع کرا دیا۔ پھر شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم کی کتاب ''اقوالِ سلف'' نے تو خوب ہی مدد کی۔ اقوالِ سلف آنے والی نسل کے لیے انشاء اللہ انسائیکلوپیڈیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت ڈال دے اور ان کے سینۂ بے کینہ کے فیض سے اس سیہ کار کو فیض یاب کر دے، آمین۔

الغرض اس طرح یہ وصایا اب اتنی جمع ہوگئیں کہ چار جلدوں میں آپ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازے اور نافع خلائق بنائے، آمین۔

جب کتاب طبع کے مراحل میں آنے والی تھی تو طبعِ اوّل پر نظرِ ثانی کا موقع ملا۔ کوشش کی گئی کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہلکی سی تبدیلی بھی کردی گئی ہے۔

نیز پوری کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لفظ خدا کی جگہ اللہ کا نام ہی آئے۔ بزرگوں کے یہاں فارسی زبان کی ممارست سے لفظ خدا، اللہ کی جگہ خوب استعمال ہوا ہے۔ (اس پر کلام بے سود ہے۔) 'اللہ' اسم ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس کی تحقیق آپ اسی کتاب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی خلیفہ حکیم الامت کی تحریر میں پڑھیں گے۔ ہر اہلِ زبان نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اللہ اللہ ہے اور اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیجیے مگر وہ ذکر نہیں شمار ہوگا۔ ذاکر تو 'اللہ اللہ' ہی کہہ کر اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے کتاب میں جہاں کہیں بھی خدا کا لفظ بزرگوں کے کلام میں آیا ہے اس کو 'اللہ' سے بدل دیا گیا ہے سوائے چند محاوروں اور اشعار کے، جہاں محض سلاست وروانی کے لیے رکھا جانا ناگزیر تھا۔

آخر میں تمام محسنین کا شکرگزار ہوں جنھوں نے کتابیں فراہم کیں یا کتابوں کا عظیم تحفہ عطا کیا۔ دل تمامی حضرات کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی جملہ سعادتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر عزیزی مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی کا تذکرہ نہ کروں جن کی کوششوں سے کتابت وطباعت سے یہ کتاب آراستہ وپیراستہ ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس راہ میں میرے معین ونصیر ہیں۔

العبد **محمد ثمین اشرف قاسمی**
خطیب وامام مسجد الحستور بلڈنگ،
ص۔ب۔: ۲۸۴۹۹، الامارات

بروز اتوار، ۲۵ رشوال ۱۴۳۲ھ
حال وارد مکان مولانا رزین اشرف ندوی
سلور آرک، کونڈوا، پونے

فہرست

اقوالِ بزرگان

قدیم وجدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ

حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابھی میرے سامنے ایک کتاب کا مسودہ رکھا گیا جسے مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء کرام کے ان نصائح اور وصایا کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں، اپنے عزیزوں اور تلامذہ کے لیے مرتب کیا تھا یا زبان سے فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ قدیم وجدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو امت کے لیے بے حد مفید ہے اور جس کی خواندگی سے نوجوان مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ مولانا لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کر کے جمع کیا۔ اُمید ہے کہ کتابی شکل میں چھپ کر یہ امت کی رہبری کا فریضہ ادا کرے گا اور امت کے افراد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا سلّمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

محمد ظفیر الدین مفتاحی
مفتی دار العلوم دیوبند

کتاب بہت پسند آئی

حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم

بقیۃ السلف اُستاذِ حدیث صدر مدرّس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، یوپی

حامداً و مصلّیا و مسلّما و بعد ....

’مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء‘ جو مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی زید فیضہ کی جدید ترین تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کے مؤلف ہمارے مشائخ و اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ نیز کتاب کے مآخذ مستند کتب حدیث و سیر ہیں۔

بندہ نے اس کو ایک دو جگہ سے سنا، بہت پسند آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو نافعِ خلائق فرمائے اور مؤلف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ نے یہ چند سطریں مؤلف موصوف کے اصرار پر اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ اس کارِ خیر میں بندہ کی بھی ایک لحاظ سے شرکت ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ لوگوں کو اس سے زائد سے زائد منتفع ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(مولانا) محمد عاقل عفی عنہ

سہارنپور

مرتب و ناشر کو اجرِ جزیل عطا ہو

مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

اسلامی علوم اور اسلامیات پر ہر عہد میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ہر نئے آنے والے دَور میں مزید کی ضرورت محسوس کی گئی۔ عرف کی تبدیلی، مزاجوں کا تفاوت اور انشاء کے الگ الگ اسالیب بھی متقاضی رہے کہ جو لکھا جا چکا ہے از سرِ نو اسے مدوّن کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں توفیق اور ہمت دی ہے وہ مسلسل اس دینی خدمت میں مصروف ہیں اور مختلف موضوعات اور عناوین کے تحت اسلامی تعلیمات کو یکجا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ باصلاحیت، داعیانہ مزاج رکھنے والے عالمِ دین ہونے کے ساتھ عملِ پیہم کا پیکر بھی ہیں اور بقدرِ حوصلہ اور توفیقِ ایزدی مختلف موضوعات پر کام کرنے کا ان میں جذبہ بھی ہے۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جو مفید بھی ہیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

پیشِ نظر مسودہ انبیاء اور اولیاء کی وصایات پر مشتمل انتہائی قابلِ قدر اور مفید معلومات کا حامل ہے۔ مرتب سلّمہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے ہر عہد کے علماء اور صلحاء کی وصایا کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل بھی ہے اور مفید و معلوماتی بھی۔ اللہ پاک ان کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور عوام و خواص ہر ایک کے لیے نافع اور سودمند بنائے۔ اس کی اشاعت ان کے برادرِ خرد مولانا رزین اشرف سلّمہٗ کے زیرِ اہتمام ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب اور ناشر دونوں کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین۔

مفتی عزیز الرحمٰن
ممبئی

مورخہ: ۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

ثمین اشرف اپنے باپ کا سچا جانشین

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

بسم الله الرحمن الرحیم۔ الحمد لله ربّ العالمین و الصلوٰة و السلام علی رسوله الکریم

الحمدللہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نور اللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منورہ کے مجاز و خلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا۔ اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ 'جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفرپور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہوجاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالباً عبدالحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کردیا۔ نہ جانے

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوا دیا۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس گرھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہوکر رہ گئے'۔

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار ومحبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے حقیقتاً کامل تصرف درویش وہ ہوتا ہے جس کو طریقۂ شریعت میں تصرف کی نسبت حاصل ہو۔ ایسے صاحبِ تصرف درویش کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت منظور احمدؒ، صاحبِ تصرف درویش تھے لیکن ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر وتقریر وتفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جو اُن کے دل کو حاصل ہے، عدم گرفتاریٔ دل یعنی دل ماسوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلا دے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز باوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر وفکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیر ومرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص وعمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔ والحمد والسلام بحرمت جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وسلم

لاشیٔ **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
راجو، دربھنگہ، بہار

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

علمی کام میں برکت کی دلیل

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيّد المرسلين خاتم النبيين محمد و على اله و اصحابه و اتباعه و اولياء الله اجمعين، اما بعد ...

ہمارے زمانۂ طالب علمی کے رفیق وشفیق ہم درس مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زَادَہُ اللہ علماً وعملاً وعرفاناً، (جن کو زمانۂ طالب علمی سے ہی علمی اور عملی ذوق رہا ہے بلکہ حسباً ونسباً بھی اکابر سے تعلق ورثہ میں ملا ہے۔علمی میدان میں محنت وشغف کے ساتھ ساتھ سلوک کے میدان سے آشنائی رہنے کے سبب مرکزِ علم و ورع مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند میں اس وقت کے معروف و مقبول اکابر سلوک وتقویٰ سے ربط وکسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی) کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی کہ عجمی ہونے کے باوجود اور عجم میں علم دین کی دولت سے سرفراز ہوکر سرزمین عرب میں خدمتِ دین کا موقع نصیب رہا۔موصوف کو اللہ پاک نے تقریر کے ساتھ تصنیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل انھوں نے حدیث پاک کے مبارک میدان میں یہ سعادت حاصل کی۔ گزشتہ دنوں اپنے محترم مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی معیت میں بردوبئ حاضری ہوئی تو اپنی تازہ تصنیف 'وصایا انبیاءٔ مرحمت فرمائی۔ اس بار حاضری کے موقع پر مذکورہ کتاب کی دوسری جلد 'گلدستۂ وصایا' کی زیارت کرائی۔ یہ ان کے علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق موصوف کے دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور عند اللہ وعند الناس مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وانا العبد الافقر **محمد رحمت اللہ میر القاسمی**
دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، پوچھ، کشمیر

۱۴۳۱/۴/۲۱ھ
وارد حال شارجہ

صادقین کی صحبت کا بدل

حضرت مولانا ابراہیم صاحب قاسمی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمد محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه و من تبعه الی یوم القیامة .... اما بعد

قرآن پاک کا ارشاد جگہ جگہ ایمان والوں کے لیے یہ آیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اس کی تدبیریں بھی جگہ جگہ مختلف انداز سے آئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہم طریقہ ﴿كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ کا بتایا گیا ہے۔

صادقین کی صحبت کا بدل ان کے نصائح، اقوال اور ارشادات ہیں۔ ان نصائح، اقوال اور ارشادات کو جمع کرنے کا معمول شروع سے رہا ہے اور اس کا نفع بدیہیات میں سے ہے۔

خوشی ہے کہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زید مجدہم العالی جن کا علمی استناد دورِ حاضر کے مشہور علمی ادارہ دار العلوم دیو بند سے ہے اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصی توجہات و تربیت کا مورد رہے ہیں اور اب بلادِ عربیہ میں حفاظت و اشاعت دین کی خدمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں، انھوں نے علماء صالحین کے ارشادات، نصائح اور فرمودات کو 'گلدستۂ وصایا' کے نام سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اللہ پاک اس مجموعے کو اُمت کے لیے نافع بنائے۔ ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر عند اللہ مقبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
وارد حال دبئی

العبد **ابراہیم** غفرلہ
پانڈور، ساؤتھ افریقہ

نادر و بصیرت افروز نصیحتیں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

الحمد للہ! وصایا انبیاء و اولیاء کرام کی جلد اول کا کسی قدر مطالعہ کیا جس میں محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرما دی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اب ماشاء اللہ اس کی دوسری جلد منصۂ شہود پر آرہی ہے۔ جس میں ہماری تالیف اقوالِ سلف سے بھی اہل اللہ کے منتخب ارشادات درج فرمایا ہے جو ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تیسری جلد کی تتمیم کی توفیق ارزانی فرمائے اور مولانا ثمین اشرف صاحب کو اجر وثواب سے نوازے اور امت کے لیے مفید بنائے اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

۲۹ر دسمبر ۲۰۱۰ء
کریلی، الٰہ آباد

والسلام
محمد قمر الزماں الٰہ آبادی
دار المعارف الاسلامیہ

آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حدیث مبارکہ میں وارد ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" (دین سراسر خیر خواہی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دین اور خیر خواہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا جہاں دین ہوگا وہاں خیر خواہی ہوگی اور جہاں خیر خواہی ہوگی وہیں دین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسی جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر بڑے اپنے چھوٹوں کو نصیحت کے رنگ میں وصیت کرتے رہے ہیں۔ ربّ کائنات نے قرآن مجید میں ایسے واقعات کا تذکرہ فرما کر ان کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے ﴿وَ وَصّٰی بِهَا اِبْرٰهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ﴾ (اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے)۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ﴾ (اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کررہا تھا)۔ اللہ ربّ العزّت نے لقمان علیہ السلام کے الفاظ کو اپنے مقدس کلام کا حصہ بھی بنادیا اور قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی 'سورۂ لقمان' رکھ دیا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ دین اور خیر خواہی لازم وملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔ اللہ ربّ العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیه الصلوات و التسلیم

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاً عن کل شئ

۸؍صفر ۱۴۳۲ھ

حال مقیم دبئ

(حضرت حفظہ اللہ کے سامنے پہلی مطبوعہ جلد تھی۔ الحمد للہ اِس وقت کتاب چار جلدوں میں شائع ہورہی ہے۔ ناشر)
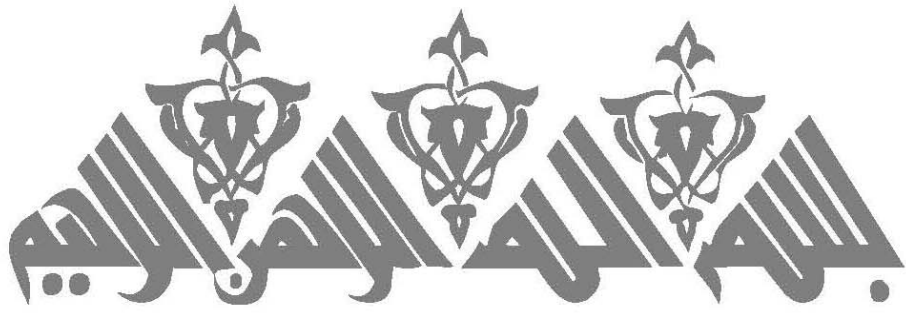
بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علی اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطّاھرین الی یوم الدّین – اما بعد

آج سے تقریباً سترہ سال قبل ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ گھر سے اطلاع ملی کہ عزیزم منیب اشرف چھ ماہ کی عمر میں آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ نام ان کا منیب اشرف رکھا تھا، جس کی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ اللہ والوں کی وصایا یکجا کی جائیں۔ کیونکہ آخری لمحاتِ زندگی میں زبان پر وہی آتا ہے جو پوری زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' تجویز ہوا۔

تاہم قارئین سے یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بندہ نہ تو مؤلف جیسا رنگ و اسلوب رکھتا ہے نہ ہی کبھی اس بات کا خیال دل میں آیا کہ اس قابل بھی ہے۔ جن دنوں اس کام کی توفیق منجانب اللہ ہوئی ایک فوجی چھاؤنی میں تن تنہا دن رات رہتا۔ مشغولیت کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد نمازِ عشا مختصر درسِ قرآن مجید...... پھر وہی کمرہ، وہی کتابیں، وہی در و دیوار کی خاموش زبان کہ کچھ تو کرلے۔ ورنہ میری طرح تو بھی ایک روز خاموش ہوجائے گا اور شہرِ خموشاں کا مکیں بن جائے گا۔ رات کی تاریکی کبھی بے چین کردیتی اور زبانِ حال سے کہتی کہ کیوں مضطرب ہے تو؟ یہ کتابیں تیرا ساتھ دے رہی ہیں، تو ان سے چمٹ جا۔ ان کو رات کی تنہائیوں کا ساتھی بنالے۔ ان کتابوں کے مؤلّفین و مصنّفین نے بھی رات کی تنہائیوں کو غنیمت

جانا اور لالہ وگل جمع کر دیے۔ تیرا کام بس اِن موتیوں اور شہ پاروں سے انتخاب ہی تو کرنا ہے۔ جہاں میری رہائش تھی وہاں نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ پہلے سے موجود تھا۔

حق جل مجدہ نے خوب ہی دستگیری فرمائی۔ پھر پوری پوری رات کتاب کا مطالعہ کرتا اور بعد نمازِ فجر سو جاتا۔ ناشتہ کے وقت اُٹھتا پھر چائے وغیرہ کے بعد وہی کتاب ...... للہ الحمد اوّلاً و آخراً والصلوٰۃ علی نبیہ سرمداً ......اس مدت میں حق جل مجدہ کی توفیق سے بعض کتابیں پوری پڑھ ڈالیں۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کا بائیس دن میں مطالعہ کرلیا۔شرح السنہ امام بغویؒ کا بارہ دن میں۔ انہی دنوں راحتِ قلب کے لیے تفہیماتِ الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب سے خوب تر جواہرات کو شاہؒ نے جمع کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد، حیات الصحابہ، سیر اعلام النبلاء ذہبی کی، حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی کی۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مقصد کے مضامین کا انتخاب کرتا جاتا ...... کتبِ احادیث کے مطالعے میں خاص مقصد یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی وہ احادیث جن میں آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بطور خاص وصیت ارشاد فرمائی ہیں، جمع ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے اجہل الناس کو اس عظیم کام کی توفیق مل جانا، ایسا ہی ہے جیسے بچے کو جوہر مل جانا۔ فلہ الحمد کلہ اوّلہ وآخرہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ۔

الغرض، مطالعہ کی توفیق بھی دن بدن بڑھتی گئی اور اپنے مقصد کی احادیث کا انتخاب بھی کرتا گیا۔ انہی دنوں دل میں منجانب اللہ خیال آیا کہ "یأتی علی الناس زمان...." کے عنوان کی جو احادیث آ رہی ہیں، ان کو یکجا کرلوں۔ اس لیے وصیت کی احادیث الگ کاپی میں اور موخر الذکر عنوان کی احادیث الگ کاپی میں جمع کرتا گیا۔ انہی دنوں، احکام اہل الذمہ کی مناسبت سے آپؐ نے جو ارشاد فرمایا، ایک کاپی اللہ نے جمع کرنے کی توفیق دے دی۔ حق جل مجدہ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہوا کہ اس مقصد کے تحت وہ کتابیں جو موجود نہ تھیں ان کا خریدنا اللہ پاک نے آسان کردیا۔ اللہ پاک ہماری نسلوں میں علم نبوت کے وارثین پیدا فرمائے، آمین۔ اس طرح آپ کے ہاتھوں میں کتاب ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' جس کا اُردو نام برادر عزیز مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے ''مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء'' تجویز کیا ہے، موجود ہے۔

☆ اس مجموعے میں تقریباً ساٹھ احادیث ایسی آئیں گی جن میں فداہ ابی و امیؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی ہیں۔

☆ حق جل مجدہ کا خاص کرم ہے کہ اس مجموعے میں حجۃ الوداع کا کامل خطبہ جو عام طور پر محدثین ومفسرین، اصحابِ سیر ومغازی نے مختلف عناوین کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں، آپ اس مجموعے میں کلامِ نبوی اور اس کا اُردو ترجمہ ایک ساتھ پڑھیں گے۔ تقدیم و تاخیر کا امکان ہے۔ اللہ پاک سے عفو و تسامح کا اُمیدوار ہوں۔ برکت اور قبولیت کی اُمید پر حجۃ الوداع کے خطبے کو کتاب میں مقدم رکھا ہے۔

☆ دوسرے انبیاء علیہم و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وصایا تو نہیں ملے، تاہم اُن مقدس حضرات کے فرمودات جو معتمد علیہ ذرائع سے ملے ہیں، نصیحت و برکت کے تحت نقل کردیے گئے ہیں آپ اس مجموعے میں پڑھیں گے۔

☆ جو بات جہاں سے منقول ہے، اس کے عربی مراجع مع حوالجات نقل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین حضرات چاہیں تو دیکھ لیں۔

حق جل مجدہ کی توفیق شامل حال رہی تو آپ عنقریب عربی وصایا بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

اس غیر مربوط تحریر کے بعد اب آپ کے سامنے وصیت کی اسلام میں شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کے احکام کیا ہیں، بزبانِ خیر الانامﷺ پڑھ لیجیے۔

وصیت کی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ اِمْرَئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ بِهٖ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُهٗ مَکْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ متفق علیه۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ج:۱،ص:۲۶۵)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّةٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْراً لَهٗ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ بحوالہ مشکوۃ باب الوصایا۔ ج:۱،ص:۲۶۶)

ترجمہ حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابن ماجہ)

اِن دونوں روایتوں سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور غیر واجبہ کی وصیت کا کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ (جیسے نادار اقرباء اور مفلس لوگوں کے لیے وصیت کرنا)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا سماعتِ حدیث کے بعد معمول

اس لیے ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانہ میں وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَالِكَ وَ عِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن۔ کتاب الجنائز۔ ص:۵)

یعنی ابن عمرؓ پر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات نہیں گزری کہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانہ نہ رکھتے ہوں۔ (غرض ابن عمرؓ ہمیشہ وصیت ساتھ رکھتے تھے)

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں جلدی اور قیامت میں مفلس کون ہوگا

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اوّل فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ کس وقت آ جائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کر دو جس دن نہ مال و متاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب و سامان باعثِ نجات بن سکیں گے، بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مُظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيُؤَدِّهَا اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَأْتِيَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ دِيْنَارٌ وَّ لَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ وَ أُعْطِيَ صَاحِبُهٗ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔ (أخرجه البخاری و البیهقی۔ احکام الجنائز۔ ص : ۴)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوقِ واجبہ از جنسِ عزّت و ناموس (جیسے غیبت و چغل خوری اور بدگوئی و بدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہیے کہ صاحبِ حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس دن درہم و دینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی و بھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحبِ حق کو دے دی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہوئی تو صاحبِ حق کے سیئات اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے۔ ورنہ قیامت میں نیکی لے کر حق ادا کردیا جائے گا۔ اور اگر نیکی نہ ملی تو صاحبِ حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا۔

اللّٰھم انا نسئلک العفو و العافیة برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مفلس کون ہے؟

"اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفِكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا۔ فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ۔ (مسلم۔ احکام الجنائز۔ ص: ۴)

آنحضور ﷺ نے (صحابہؓ سے) سوال کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زیست...... (یہ سن کر)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ اس کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامنِ عفت کو تہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دے دی جائے گی اور کچھ اِس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہو جائیں گی تو پھر صاحبِ حقوق کی بدی و سیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابندِ زکوٰۃ) کو نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق العباد کی ادائیگی

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل ایک ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی اِمہال وسستی باعثِ رسوائی وعذاب ہے۔

آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابندِ صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی در اصل معیارِ شریعت ہے۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا اِلّا یہ کہ صاحبِ حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعترافِ تقصیر

ننگِ اکابر واسلاف اپنی کم مائیگی کا حرف بحرف اعتراف کرتا ہے کیونکہ ترجمہ بہر حال ترجمہ ہے۔ وہ معنویت وجاذبیت جو اصل صاحبِ کلام کے کلام میں ہوتی ہے، بہت مشکل ہے، خاص مجھ جیسے کم علم کے لیے ... یہ کتاب اہلِ قلم علماء اور صاحبِ فہم دانشوروں کی تصنیف نہیں کہ اس معیار پر آپ اس کو پرکھیں، بلکہ ایک نادان نے دانائے سبل ؑ کے آخری کلمات جمع کرنے کی

سعی کی ہے۔ البتہ جن حضرات کے فرمودات ہیں ان کا رتبہ و مقام ہماری نگاہ وتصوّر کے تقدس سے بہت ہی بلند تر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ چاہنے اور جستجو کے باوجود بعض اکابر واسلاف کی وصایا اس مجموعہ میں نہ آسکیں۔ جستجو جاری ہے، جن حضرات کے پاس ان مطبوعہ وصایا کے علاوہ اکابر کی وصایا موجود ہوں، وہ ہمیں ارسال فرمادیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شامل کرلی جائیں گی۔

ان چند سطروں کے بعد اب اصل مضمون بعون اللہ شروع کرتے ہیں۔ و اللّٰہ المُعین و المُستَعان. و ما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکّلتُ و الیہ اُنیب.

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی کان اللہ لہ
شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
صلالہ، سلطنت عمان

سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت

بیٹا! میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور خائف رہنے کی اور اپنے والدین اور جملہ مشائخ کے حقوق کو ضروری سمجھنے کی، کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور حق کی حفاظت کر کھلے اور چھپے۔ قرآن مجید کی تلاوت مت چھوڑ۔ زبان اور دل سے، پوشیدہ اور اعلانیہ، فکر و تدبر اور حزن و بکاء کے ساتھ۔ اور تمام احکام میں آیاتِ محکمہ کی طرف رجوع کر کہ قرآن مخلوق پر حق جل مجدہ کی حجت ہے۔ اور علم شریعت سے قدم نہ ہٹا۔ علم فقہ پڑھ، اور عامی اور جاہل صوفیوں میں نہ بن۔ اہلِ توحید و سنت کے عقائد کو لازم پکڑ اور نئی باتوں سے بچ۔ کہ ہر نئی بات بدعت و گمراہی ہے۔ ساری مخلوق سے نا اُمید ہو جا اور اُن سے دل نہ لگا، حق بات کہہ گرچہ تلخ ہو۔ ہر ایک معاملہ حق جل مجدہ کے سپرد کر۔ اور مخلوق میں کسی کا آسرا و سہارا نہ لے ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے آستانے سے دھکے دے گا۔ (ماہنامہ فیضان مدینہ، لاہور۔ ص:۲۴)

بیٹا! نوعمر لڑکوں، عورتوں، بدعتیوں، امیروں اور عوام الناس سے اختلاط نہ رکھ۔ یہ تیرے دین کو برباد کردیں گے۔ تھوڑی دنیا پر قناعت کر۔ تنہائی اختیار کر۔ خوفِ الٰہی سے رویا کر۔ حلال روزی کھا۔ یہ کنجی ہے نیکیوں کی۔ ہاتھ نہ لگا حرام کو یہ آگ ہے قیامت میں حلال لباس پہن، حلاوت پائے گا ایمان و عبادت میں۔ مت بھول اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو۔ شب کی نماز اور دن کے روزوں کی کثرت رکھ۔ نماز اور دیگر امورِ دین میں جماعت مسلمین کو نہ چھوڑ۔ امام و پیشوا نہ بن حکومت کا طلبگار نہ بن۔ جو اس کا طالب ہے وہ فلاح نہیں پاتا۔

دستاویزات پر دستخط نہ کیا کر۔ امراء و سلاطین کا ہم نشین نہ بن اور سفر کیا کر۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: سفر کیا کرو تندرست رہو گے اور مالِ غنیمت پاؤ گے۔ مشائخ کے قلب کا بہت خیال رکھ، اس میں گرانی نہ آنے پائے۔ اپنی تعریف پر پھول مت۔ مذمت پر غمگین نہ ہو۔ مدح و مذمت کا اثر تیرے اوپر یکساں ہونا چاہیے۔ مخلوق سے حسنِ اخلاق و عاجزی اختیار کر۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو جھکتا ہے اللہ اسے اونچا کرتا ہے۔ جو بڑا بنتا ہے اللہ اسے نیچا دکھاتا ہے''۔

ہر حالت میں نیک و بد کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ کر، ساری مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھ۔ ان کو شفقت و احترام سے دیکھ۔ ہنسا مت کر، نا اُمید نہ ہو اس کی رحمت سے۔ زندگی گزار خوف و

امید کے درمیان۔ جان و مال اور آبرو سے اللہ والوں کا خدمت گزار بنا رہ۔ ان کے عادات و اوقات کا لحاظ رکھ۔ ان پر اعتراض نہ کر، ہاں! خلاف شریعت کوئی بات ہو تو ان کا اتباع مت کر۔ ان پر اعتراض کرنے والا فلاح نہ پائے گا، لوگوں سے کچھ نہ مانگ نہ ان کا مقابلہ کر۔ توکل کر، جتنا قسمت میں ہے اللہ پاک دے گا۔ جو کچھ ملا ہے اس میں نفس اور دل کا سخی بن۔ بخیل و حاسد آگ میں جائیں گے۔ اپنا حال مخلوق پر ظاہر نہ کر۔ رزق کے معاملے میں اللہ پاک پر بھروسہ کر۔ تمام مخلوق سے نا اُمید ہو جا، ان سے دل نہ لگا۔ حق بات کہہ اگرچہ تلخ ہو۔ محاسبہ نفس کیا کر۔ مخلوق پر بھروسہ کرنے سے حق تعالیٰ کے دروازے سے دھکا ملے گا۔ محاسبہ فہمی روزانہ کیا کر۔ آج کتنے گناہ کیے، کتنے ثواب کے کام!

مخلوق کا خیر خواہ بن، نہ کھا مگر فاقہ پر، نہ سو مگر غلبۂ نیند پر، نہ بول مگر بضرورت، نمازوں، روزوں کی کثرت رکھ۔ مجلس سماع لوجہ اللہ بھی ہو تو اس میں زیادہ نہ بیٹھ یہ نفاق پیدا کرتا ہے۔ قلب کو مُردہ بنا دیتا ہے۔ (ایسا ہی سرکارِ مدینہ نے ارشاد فرمایا ہے: اَلْغِنَاءُ تُنْبِتُ النِّفَاقَ) ہاں! اس کا انکار بھی نہ کر کہ بعض لوگ اس کے اہل بھی ہیں۔ سماع اس کے لیے جائز ہے جس کا قلب زندہ اور نفس مُردہ ہو، اس کے باوجود بھی اس کا نماز، روزہ، وظائف میں مشغول ہونا بہ مقابلہ سماع کے زیادہ بہتر ہے۔

تیرا دل غمگین ہو، بدن بیمار، آنکھ اشکبار، عمل ریا سے خالص، دعاء میں کوشش، فقراء و غرباء رفیق ہوں، تیرا گھر مسجد ہو، تیری جائیداد علم دین ہو، تیرے کپڑے پرانے ہوں، سنگھار زہد ہو، تیرا مونس رب کریم ہو۔

جس کو دینی بھائی بناؤ اس میں پانچ خصلتیں ہونی چاہئیں : (۱) تونگری پر فقر کو۔ (۲) دنیا پر آخرت کو۔ (۳) جاہ پر مسکنت کو ترجیح دیتا ہو۔ (۴) ظاہری و باطنی اعمال میں صاحبِ نظر ہو۔ (۵) موت کے لیے مستعد ہو۔

بیٹا! دنیا کی خوبصورتی سے دھوکہ نہ کھا، دن رات آخرت کا کوچ ہے۔ اکیلا و تنہا بن، شریعت ظاہری کی پابندی کر، درویشی کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی جیسی ہستی کا محتاج نہ بن۔

(وصایا، ص:۲۷، بحوالہ ماہنامہ البلاغ، کراچی، اکتوبر ۱۹۷۸ء۔ ص:۳۱-۳۲)

مرض الوفات میں آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہابؒ نے آپ سے عرض کیا کہ: مجھے کچھ وصیت فرمائیں کہ آپ کے بعد اس پر عمل کروں۔ فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور نہ اس کے سوا کسی سے اُمید رکھو۔ اور اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کردو۔ صرف اسی پر بھروسہ رکھو۔ اور سب کچھ اسی سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر وثوق واعتماد نہ رکھو۔ توحید اختیار کرو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔

اور فرمایا: جب دل حق جل مجدہ کے ساتھ درست ہو جاتا ہے تو کوئی چیز اس سے چھوٹتی نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکل کر جاتی ہے۔ اور فرمایا: میں مغز بے پوست ہوں۔

اور اپنے صاحبزادوں سے فرمایا: میرے اِردگرد سے ہٹ جاؤ۔ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں۔ میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ (فرشتے) حاضر ہیں۔ ان کے لیے جگہ خالی کردو اور ان کے ساتھ ادب کرو۔ یہاں بڑی رحمت نازل ہے، ان کے لیے جگہ تنگ نہ کرو، اور آپ بار بار فرماتے تھے، تم پر سلام اور اللہ کی رحمت، اور اس کی برکتیں، اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے۔ اور میری اور تیری توبہ قبول کرے۔ بسم اللہ! آؤ اور واپس نہ جاؤ۔ اور یہ آپ ایک دن ایک رات برابر فرماتے رہے۔ اور فرمایا: تم پر افسوس، مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، نہ کسی فرشتہ کی نہ ملک الموت کی، اے ملک الموت! ہمارے کارساز نے تم سے زیادہ ہم کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔

اور اس دن، جس کی شب کو آپ نے رحلت فرمائی، ایک بڑی سخت چیخ ماری تھی۔ اور آپ کے دو صاحبزادے شیخ عبدالرزّاق اور شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ: آپ بار بار دونوں ہاتھ اُٹھا کر پھیلاتے اور فرماتے تھے، تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔ حق کی طرف رجوع کرو اور صف میں داخل ہو، میں ابھی تمہارے پاس آیا۔ اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ نرمی کرو پھر آپ پر امرِ حق آیا۔ اور موت کے نشے نے غلبہ کیا اور آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے اور تمام خلق کے درمیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مجھے کسی پر قیاس نہ کرو اور نہ کسی کو مجھ پر۔ پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز نے آپ کی تکلیف اور حال دریافت کیا تو فرمایا: مجھ سے کوئی نہ پوچھے۔ میں علم الٰہی میں پلٹے کھا رہا ہوں۔ اور آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز نے آپ کے

مرض کے بابت پوچھا تو فرمایا: میرے مرض کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ کوئی سمجھتا ہے، نہ انسان نہ جن نہ فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کا علم میں ٹوٹتا، حکم بدل جاتا ہے اور علم نہیں بدلتا۔ حکم منسوخ ہوجاتا ہے، علم منسوخ نہیں ہوتا۔ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے۔

اور اس کے پاس اصلی تحریر ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہوتی، اور خلق سے باز پرس ہوتی ہے۔ صفات کی خبریں گزر رہی ہیں، جیسی آئی ہیں۔

پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالجبار نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے جسم میں کہاں تکلیف ہے؟ فرمایا: میرے تمام اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں، مگر میرے دل کو کوئی تکلیف نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح ہے۔ پھر آپ کا وقت اخیر آیا۔ تو آپ فرمانے لگے: میں اس اللہ پاک سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک و برتر ہے، اور زندہ ہے جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں، پاک ہے وہ جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھلایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اور آپ کے صاحبزادے شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ آپ نے لفظ ''تعزز'' فرمایا۔ یہ لفظ صحت کے ساتھ آپ سے ادا نہ ہوا۔ تب آپ بار بار اسے دہراتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے آواز بلند اور سخت کر کے لفظ ''تعزز'' اپنی زبان سے ٹھیک ٹھیک فرمایا پھر (تین بار) اللہ - اللہ - اللہ فرمایا۔ اس کے بعد آواز غائب ہوگئی اور زبان تالو سے چپک گئی اور روح مبارک رخصت ہوگئی۔ رضی اللہ عنہ ارضاہ۔

(التکملہ رموز الغیب، ص:۱۸۹-۱۹۲ بحوالہ دعوت وعزیمت، ج:۱، ص:۲۲۲-۲۲۳)

مالک تیری رضا رہے اور تو ہی تو رہے

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف ہستی باری تعالیٰ پر مرتکز کردے، مخلوقات کو نہ دیکھ بلکہ خالق و پروردگار کو دیکھ اور اگر مخلوقات کا مشاہدہ کرنا بھی ہے تو تیری نظر کا منتہی ان مخلوقات کا خالق و صانع ہونا چاہیے تاکہ اس کی عظمت و عرفان حاصل کرسکے اور اس کی توحید کو سمجھے، اسی طرح میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اس کائنات کی جہات یعنی سمتوں میں بھی نہ دیکھ بلکہ اس غیر فانی اور ابدی ہستی کا

مشاہدہ کر جو مکان و زمان اور جہات سے آزاد و بالاتر ہے۔

پس جب تک تیری نظر محض مخلوقات میں اُلجھی رہے گی تجھ پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے اسرار منکشف نہیں ہوسکتے، لہٰذا تو ایک جہت توحید کی خاطر دیگر تمام جہتوں سے روگردانی اختیار کرلے۔ پھر تیرے باطن سے نورِ توحید تیرے ظاہر پر بھی پرتو فگن ہوگا اور تیرے اعضاء و جوارح سے کرامت کا ظہور ہوگا۔ لیکن ایک دفعہ اللہ تعالیٰ پر نگاہ و توجہ مرتکز کردینے کے بعد اگر تو پھر غیر اللہ اور مخلوقات کو اپنی نگاہ و توجہ کا مرکز بنائے گا تو شرک کا مرتکب ہوگا، تیری چشمِ قلب پر حجاب پڑنے لگیں گے جس کے نتیجہ میں تو قبض کی کیفیت میں مبتلا ہوگا، یہ سزا ہوگی شرک کی اور غیر اللہ میں منہمک ہونے کی۔

پھر جب تو اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا جانتے ہوئے اپنے عشق و توجہ کا مرکز اسی کو قرار دے، اس کے فضل و کرم پر نظر رکھے گا اور اپنی اُمیدیں اور توقعات اسی سے وابستہ کرے گا اور اپنے آپ کو ماسویٰ اللہ سے بیگانہ و بے آشنا بنائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنے سے نزدیک کرلے گا اور تجھے مقامِ صدق میں جگہ دے گا۔ پھر وہ اپنی گوناگوں نعمتیں تجھ پر وسیع کردے گا۔ ہر مشکل میں تیری امداد و اعانت فرمائے گا اور ہمیشہ تیرا حافظ و ناصر ہوگا۔ پس اللہ کی ذات پر اپنی نگاہ و توجہ کو مرتکز کرنے کے بعد تو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوجائے گا جو مومن کی حیاتِ طیبہ کا انتہائی مقصود ہے"۔ (چراغِ راہ، ص: ۳۴۰)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو والدہ کی وصیت

خود حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب میں تحصیل علم کے لیے گھر سے باہر سفر پر جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے چالیس دینار سفر کے اخراجات کے لیے دیے اور اس کے ساتھ یہ تاکید فرمائی کہ بیٹا! تم علم حاصل کرنے جارہے ہو، لیکن میری اس نصیحت پر کاربند رہنا:

۱- ہمیشہ سچ بولنا، خواہ سچ بولنے سے تمھیں تکلیف اُٹھانا پڑے۔ (مشہور واقعہ ہے کہ آپ کی حق گوئی کی وجہ سے ڈاکوؤں کا سردار بڑا متاثر ہوا اور اس نے ڈاکہ زنی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی) (مخلص بچوں کی نگہداشت، ص: ۱۴۷)

۲- جس چیز کے جاننے کی ضرورت ہو اس کے جاننے سے جاہل مت رہنا (یعنی اس کے جاننے کی فکر کرنا اور جہالت پر مت ٹھہرنا)۔

۳- جب تک دینی یا دنیاوی حاجت نہ ہو کسی شخص کے ساتھ میل جول مت رکھنا۔

۴- دوسروں کے لیے اپنے سے انصاف کرنا اور بغیر مجبوری کے اپنے نفس کے لیے انصاف کا خواہاں مت ہونا۔ (مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق تو اپنے نفس سے پورے دلاؤ اور اس سلسلے میں انصاف سے کام لو۔ اور اگر اپنا حق کسی پر ہو تو انصاف کی فکر مت کرنا بلکہ اپنا حق چھوڑ کر ذہن فارغ کر لینا۔ ہاں، مجبوری ہو تو اور بات ہے)

۵- کسی مسلمان اور ذمی سے دشمنی مت کرنا۔

۶- اللہ تعالیٰ نے جو تم کو مال دیا ہے اور جو دنیاوی مرتبہ عطا کیا ہے، اس پر قناعت کر لینا۔

۷- جو کچھ مال تمہارے قبضے میں ہو اس میں حسنِ تدبیر اختیار کرنا، سوچ سمجھ کر چلنا تا کہ لوگوں سے بے نیاز رہ سکو۔

۸- لوگوں کی نظر میں اپنے کو بے وزن مت بنانا۔

۹- فضول باتوں اور فضول کاموں میں پڑنے سے اپنے نفس کو علیحدہ رکھنا۔

۱۰- لوگوں سے ملاقات کے وقت خود پہلے سلام کرنا اور بات چیت میں خوبی اختیار کرنا۔ اہلِ خیر حضرات سے محبت سے پیش آنا۔ اور اہلِ شر برے لوگوں سے مدارات کرنا تا کہ ان کی دلآزاری سے بچ سکو، اور وہ تکلیف نہ پہنچا سکیں۔

۱۱- اللہ پاک کا ذکر کثرت سے کرنا، اور رسول اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا۔ **اللّٰھم صلِّ علی محمّدٍ کُلّما ذکرہُ الذّاکرون و غَفَلَ عن ذِکرِہٖ الغافلون۔**

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت! مجھ کو کچھ وصیت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھ کو کیا وصیت کروں؟ اگر تو ان لوگوں میں سے ہے جو مغیبات کی تصدیق کرتے ہیں اور عقیدۂ توحید میں راسخ ہے تو تیرے حق میں تمام انبیاء، مرسلین،

صدّیقین کی دعائیں پہلے سے ہی ہو چکی ہیں۔ پھر میری وصیت کی تجھے چنداں حاجت نہیں۔
اور اگر تو اس کے برعکس عقیدہ و مسلک رکھتا ہے تو پھر میری وصایا نفع بخش نہیں ہوسکتیں۔
(الحلیہ، ج:۹،ص:۳۵۴)

وصیت بنام یوسف بن حسین رازیؒ

یوسف بن حسین کو حضرت ذوالنون مصریؒ نے وصیت فرمائی:

نفس کی خواہشات میں اُلجھ کر رب العالمین کے حقوق کو ضائع نہ کرنا بلکہ حقوقِ الٰہی میں سرگرم رہ کر نفس کی تہذیب وتزکیہ کی کوشش کرنا، کیونکہ نفس کبھی بھی تیرا ساتھ موافقت کے ساتھ نہیں دے گا۔

مخلوقات میں سے کسی کو حقیر نگاہ سے نہ دیکھنا نہ ہی کمتر جاننا۔ اگرچہ مشرک و کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اپنی عاقبت سے ڈرنا کیونکہ ممکن ہے تیرا کسی مشرک کو حقیر جاننا اور عاقبت پر نگاہ نہ رکھنا حق جل مجدہ کو ناپسند آئے اور تجھ سے ایمان ومعرفت چھین کر اس کو عطا کردے اور تو بد بخت اور وہ خوش بخت بن جائے۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۳۸۲)

(الف) ایک موقع پر آپ نے یہ وصیت کی: اے عزیز! اللہ کے ساتھ اپنا حال درست رکھو اور اس سے تجھے کوئی مانع و رکاوٹ نہ ہو، اور جو کچھ لوگ تمہاری بابت کہتے ہیں اس میں مشغول نہ ہو کیونکہ یہ لوگ حق تعالیٰ کے عذاب سے تم کو بچانے میں فائدہ نہیں دیں گے۔ جب تم اللہ سے اپنا حال درست کرلو گے تو وہ تم کو سیدھا اور مضبوط راستہ بتائے گا۔ اور نبی اکرم ﷺ کی سنت اور ظاہری علم (شریعت) کی پیروی کرو اور ایسا دعویٰ کرنے سے بچو جس کے تم اہل نہیں ہو۔ کیونکہ اکثر مریدوں کو اس دعویٰ نے ہلاک کیا ہے۔

(ب) ان متواتر پڑھے جانے والے وظیفوں سے بچو، کیونکہ نفس ان سے مالوف و مانوس ہو جاتا ہے، تم اس امر کو دیکھو جس میں نفس کی مخالفت ہو۔ خواہ وہ روزہ رکھنا ہو یا نہ رکھنا ہو (نفلی روزے) پس اسی پر عمل کرو کیونکہ نفس کی متابعت میں خواہ وہ معصیت ہو یا طاعت ہو، فتنہ پنہاں ہے۔ پس نفس کسی شئے سے مانوس نہیں ہوتا مگر جبکہ اس میں بلا اور خطرہ ہوتا ہے۔

لوگوں کی مدح سے سکون وقرار حاصل مت کرو اور نہ ان کے رد وقبول سے گھبراؤ، کیونکہ

یہ لوگ راہزن ہیں اور ظاہر و باطن تمہارے جو حالات متحقق ہوں صرف ان سے تسلی رکھو۔

اپنے جسم کو خلقت کے رنج و تکلیف سے دریغ نہ کرنا۔ (جو تکلیف مخلوق سے پہنچے اس کو گوارا کرنا) اور جہاں تک ہو سکے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے خالی نہ رکھنا۔ حق جل مجدہ کے حکم کی عزّت کرنا تا کہ وہ تمہاری عزّت کرے۔ (نفحات الانس، ص:۲۶۴)

فرمایا: ایسے اہلِ اخلاص کی صحبت اختیار کرو جو ہر حال میں تمہارے شریک رہیں اور تمہاری تبدیلی سے بھی ان میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو۔ بندہ اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا جب تک پانچ چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو، اول ٹھوس استقامت، دوم ٹھوس اجتہاد، سوم ظاہری و باطنی دونوں طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ، چہارم موت کے انتظار میں توشہ آخرت کے حصول میں مصروف رہنا، پنجم قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کرتے رہنا۔

خوفِ الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر شئے سے بے خوف ہو جائے۔ اور دنیا میں وہی محفوظ رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا۔ پھر فرمایا: توکل نام ہے مخلوق سے ترکِ حرص کا اور دنیاوی وسائل کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانے اور نفس کو ربوبیت سے جدا کر کے عبودیت کی جانب مائل کرنے کا۔ بے طینت کو غم بھی زیادہ ہوتا ہے، اور دنیا نام ہے اللہ سے غافل کر دینے کا۔ وہ کمینہ ہے جو اللہ کے راستہ میں ناواقف ہوتے ہوئے بھی کسی سے معلومات حاصل نہ کرے۔

یوسف بن حسینؒ نے آپ سے پوچھا: کس کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا کہ: جس میں من و تو کا خطرہ نہ ہو اور نفس کی مخالفت میں اللہ کے موافق بن جاؤ۔ اپنے ظاہر کو خلق کے اور باطن کو خالق کے حوالے کر دو اور اللہ سے ایسا تعلق قائم کرو جس کی وجہ سے وہ تمھیں مخلوق سے بے نیاز کر دے اور یقین پر کبھی شک کو ترجیح نہ دو اور جب تک نفس اطاعت پر آمادہ نہ ہو مسلسل اس کی مخالفت کرتے رہو اور مصائب پر صبر کرتے ہوئے زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دو۔ قلب کو ماضی و مستقبل کے چکر میں نہ ڈالو۔ حال کو غنیمت جان کر یادِ اللہ تعالیٰ میں صَرف کر دو۔

موت کے وقت لوگوں نے سوال کیا آپ کی طبیعت کسی چیز کو چاہتی ہے؟ فرمایا: میری خواہش صرف یہ ہے کہ موت سے قبل مجھے آگاہی حاصل ہو جائے۔ پھر آپ نے شعر پڑھا۔

اَلْخَوْفُ اَمْرَضَنِیْ وَ الشَّوْقُ اَحْرَقَنِیْ اَلْحُبُّ اَفْنَانِیْ وَ اللّٰہُ اَحْیَانِیْ

خوف نے مجھے مریض بنا دیا اور شوق نے جلا دیا۔ اور محبت نے مجھے فنا کر دیا اور اللہ نے زندہ کر دیا۔

اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور کچھ ہوش آنے کے بعد جب یوسف بن حسین نے وصیت کرنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ: اس وقت میں حق جل مجدہ کے احسانات میں گم ہوں، اس وقت کوئی بات نہ کرو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۸۶-۸۷)

تین عابدوں کی وصیت، بشر بن بشارؒ کو

بشر بن بشار مجاشعی وقت کے گنے چنے اولیاء کبار سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس میں گیا۔ وہاں تین اولیاء زاہد و عابد کو پایا۔ میں نے ان میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً وصیت کی فرمائش کی۔

پہلے شخص نے جو وصیت کی یہ تھی کہ: تقدیرِ الٰہی تم کو جس حال میں رکھے اس پر خوش رہ اس سے تیرے قلب کو بڑا ہی سکون ملے گا اور پریشانیاں بالکل ہی مٹ جائیں گی۔ خبردار! تقدیر پر گلہ وشکوہ نہ کرنا۔ یہ ایسا عظیم جرم ہے کہ حق جل مجدہ کو ناراض کرتا ہے اور تو غفلت میں ہوگا اور غضبِ الٰہی تجھ کو اس جرم کی پاداش میں پکڑ لے گی۔

دوسرے شخص نے وصیت کی: دیکھ! پہلے ساتھی نے جو وصیت کی ہے اس کی میں بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ بہت ہی نفع بخش ہے۔ ساتھ میں تجھ کو بس ایک بات کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ حق جل مجدہ کی رضاء وخوشنودی کو ترک محارم ومنہیات میں ڈھونڈ۔ مجھے امید ہے کہ تو حق جل مجدہ کی زلفیٰ (جنت کا ایک نام ہے) میں پہنچ جائے گا۔

تیسرے نے وصیت نہیں کی بلکہ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی تر ہوگئی۔ اور فرمایا: دیکھ! حق جل مجدہ کی منشا کے خلاف قدم نہ اُٹھانا کہ تو ہلاک و برباد ہو جائے گا اور گمراہ بھی جیسے کہ پہلے والے ہلاک وگمراہ ہوگئے۔ (الحلیہ، ج:۱۰، ص:۱۳۳)

مجاہد الصوفیؒ کی وصایا

حق جل مجدہ کو اپنا ہر حال میں مونس و ساتھی بنا۔ لوگوں کی طرف پلک مارنے کی مقدار بھی نہ دیکھ۔ فقر و فاقہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے۔ قرآن مجید کے ذریعے حق جل مجدہ سے ہم کلام ہوجا۔ دعاء کو حق جل مجدہ تک پہنچنے کا رہبر و دلیل بنا۔ فرشتوں کو ذکرِ الٰہی کے ذریعہ اپنا ہم نشین بنا۔ پھر اللہ جل جلالہ تیرا انیس و وکیل ہے۔ اگر تو نے ایسا کرلیا تو اب تجھے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں۔ (الحلیہ، ج:۱۰، ص:۱۳۳)

حضرت مالک بن دینارؒ کی وصیت

دمِ مرگ آپ سے ایک شخص نے وصیت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا: تقدیرِ الٰہی پر راضی رہ تاکہ تجھ کو عذابِ قبر سے نجات مل سکے۔ جو دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے، اس کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ذکر و مناجات کی لذت سے اس کو خالی کردیا جاتا ہے اور جو شخص خواہشات دنیا کی طرف دوڑتا ہے شیطان اس کو فریب دینے کی اس لیے فکر نہیں کرتا کہ وہ تو خود ہی گمراہ ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۳۲)

حالتِ نزع میں آپ نے فرمایا: اے ربّ العزّت! تو جانتا ہے میں زندگی نہر کھودنے کے لیے نہیں چاہتا (اس زمانے میں آپ بصرہ میں نہر کی کھدائی میں مصروف تھے) پھر فرمایا: اگر تو مجھے زندہ رہنے دے گا تو میں تیرے لیے جیوں گا اور اگر موت دے گا تب بھی میں تیرے پاس آؤں گا۔ پھر فرمایا: ﴿اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ کا ہے جو مالک ہے سارے جہانوں کا۔ سورۃ انعام:۱۶۲) اور انتقال فرماگئے۔ (نفحات الانس، ص:۲۲۹)

خلیفہ عبدالملک بن مروان کی وصیت

خلیفہ نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی، علم حاصل کرو کیونکہ مالدار ہوئے تو علم تمہارا جمال ہوگا اور غریب ہوئے تو علم تمہارے لیے دولت ثابت ہوگا۔ (العلم والعلماء، ص:۵۴)

حضرت یحییٰ ابن خالد برمکیؒ کی وصیت

آپ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ: ہر علم میں سے ایک اچھا حصہ حاصل کرو، کیونکہ آدمی جس علم سے جاہل ہوتا ہے اس سے بغض رکھتا ہے اور مجھے منظور نہیں کہ تم کسی علم سے بغض رکھو۔

نیز آپ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کی کہ: بے سمجھے جواب نہ دو، خوب سمجھ کر بولا کرو کیونکہ بے سمجھے جواب دینا حماقت ہے۔ (العلم والعلماء)

حضرت قیس بن عاصمؒ کی وصیت

قیس بن عاصم سے مروی ہے کہ ان کے والد نے کہا، فرزند! مال جمع کر کیونکہ مال شریفوں کو بلند کرتا ہے۔ اور کمینوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔ (العلم والعلماء)

حضرت خطاب بن مخزومیؒ کی وصیت

آپ نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی (جس کو ابن حبان صاحب صحیح نے اپنی کتاب روضۃ العقلاء میں نقل کیا ہے) تَشَبَّهْ بِاَهْلِ الْعَقْلِ تَكُنْ مِنْهُمْ وَ تَصَنَّعْ لِلشَّرْفِ تُدْرِكْهُ ۔یعنی داناؤں کی مشابہت اختیار کر تو انہی میں ہو جائے گا اور بناوٹ سے بھی اگر شرف کی طرف جھکے گا تو شرف حاصل کر لے گا۔ (التشبہ فی الاسلام، قاری طیبؒ، ص:۱۰۱)

خلیفہ منصور عباسؒ کی وصیت

آپ نے اپنے لڑکے کو فرمایا کہ: دو باتیں مجھ سے حاصل کر لے:

(۱) بغیر سوچے زبان سے کچھ مت نکال۔ (۲) بغیر تدبیر کے کام نہ کر۔

(اسلام میں مشورہ کی اہمیت، ص:۵۳)

ابن ہُبیرہ کی وصیت

ابن ہبیرہؒ نے اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: سب سے پہلا مشیر نہ بن اور سب سے پہلے رائے دینے سے بھی گریز کر اور خود رائے کو مشورہ نہ دے کیونکہ اس سے موافقت کی

خواہش کرنا دناءۃ میں داخل ہے اور اس کی بات سننا خیانت ہے۔

(اسلام میں مشورہ کی اہمیت، ص: ۱۲۵)

بعض حکماء کی وصیت

بعض حکماء نے اپنے فرزندوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا! تم کو اچھی طرح سننا بھی اسی طرح چاہیے جیسے اچھی طرح بات کرنا۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ تم کو اپنے بولنے سے دوسروں کے سننے کا زیادہ شوق ہے۔ (اسلام میں مشورہ کی اہمیت۔ ص: ۱۱۳)

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی وصایا

میں تمھیں وصیت کرتا ہوں، کھلے اور چھپے میں اللہ سے ڈرنے کی، کھانے سونے اور بولنے میں کمی کرو، گناہوں سے دور رہو۔ شہوتوں کو ترک کرو۔ قیام شب اور روزوں کا اہتمام کرو۔ ہر طرح کے انسانوں کی جفاؤں کو برداشت کرو، نادانوں اور عامیوں کی ہم نشینی چھوڑو۔

نیکوں بزرگوں کی محبت اختیار کرو، بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور دلیل والا ہو۔ ترکِ ہَوا قوتِ پیغمبری است۔ تمام تعریف وتوصیف حق جل مجدہ کے لیے ہے اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر سلام ہو۔ آپ نے فرمایا: صحبت و ہم نشینی بہت اچھی چیز ہے لیکن ناجنسوں کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کرو۔ مرید مقبول کی علامت یہ ہے کہ ہر گز بیگانہ لوگوں کی صحبت میں نہ جائے۔ اگر اتفاقاً کبھی صحبت بیگانہ میں جا پھنسے تو اس طرح بیٹھے جس طرح منافق مسجد میں بیٹھتا ہے، بچہ مکتب میں، اور قیدی قید خانہ میں۔

(نفحات الانس، ص: ۷۰۲-۷۰۳، وصایا: ص: ۴۰)

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کی وصیت

آپ کے ایک ارادت مند نے سفر میں جانے سے قبل نصیحت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ: اگر تمھیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی سعی کرنا اور جب تمھیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے حق جل مجدہ کا شکر ادا کرنا، بعد میں

دینے والے کا، کیونکہ اللہ نے اس کو تم پر مہربان کیا ہے اور جب ابتلا میں پھنس جاؤ تو عجز سے کام لینا کیونکہ صبر کی تم میں طاقت نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۰۵)

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ آسمان کی جانب دیکھو۔ یہ بتلاؤ کہ اس کا خالق کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: بس اس سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنا چاہیے جو تمہاری عیادت کرے، جو تمہاری خطا معاف کرتا ہے اور حق بات تم سے کبھی نہ چھپائے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۰۶)

وفات سے قبل آپ نے وصیت کی تھی کہ: میری قبر میرے استاد کی قبر سے نیچی بنائی جائے۔ یہ وصیت ان کے استاد کے متعلق تھی جن سے آپ نے قرآن پاک پڑھا تھا۔
(قصے اللہ والوں کے، ص:۱۵)

عالم نزع میں اللہ اللہ وِردِ زبان تھا۔ اور موت سے قبل آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں دنیا میں بر بنائے غفلت تیری عبادت سے محروم رہا اور اب آخری وقت میں بھی تیری عبادت سے غافل ہوں اس کے باوجود بھی تیری رحمت کا متمنی ہوں۔ اور آپ کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۱۰۔ نفحات الانس، ص:۲۱۳)

جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا مرتبہ کامل طور پر بلند ہو تو اس کو چاہیے کہ ان سات چیزوں کو سات چیزوں سے اختیار کرے: (۱) فقر کو غنا پر۔ (۲) بھوک کو سیری پر۔ (۳) گراوٹ کو بلندی پر۔ (۴) ذلت کو عزت پر۔ (۵) تواضع کو تکبر پر۔ (۶) غم کو خوشی پر۔ (۷) اور موت کو زندگی پر۔
(نفحات الانس، ص:۱۹۵)

حضرت کی مزید وصیتیں

۱۔ دو باتیں یاد کر لے کافی ہیں؛ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے آگاہ اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

۲۔ سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ تیغِ جُہد سے تمام مرادات کا سر کاٹ لے، اور اس کی تمام

شہوات وتمنا محبتِ حق میں فنا ہوجائیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی آرزو ہو وہی اس کی بھی ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنیٰ بات جو عارف کو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ملک و مال سے پرہیز کرے۔

۴۔ نیکوں کی صحبت کارِ نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت کارِ بد سے بدتر ہے۔
(خزینہ معرفت، ص: ۴۷)

۵۔ جس نے اپنی خواہشات ترک کیں وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ گیا۔

۶۔ ذکر کثرتِ عدد نہیں ہے بلکہ حضور بے غفلت کا نام ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کو دوست نہ رکھے۔ مردوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔

۷۔ حق تعالیٰ کی ذرہ بھر معرفت عارف کے دل میں وہ لذت بخشتی ہے کہ ایک لاکھ محل بہشت اعلیٰ کے اس عارف کو اس ذرہ بھر معرفت کے مقابل ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔

۸۔ دنیا دنیا داروں کے لیے غرور پر غرور، اور آخرت آخرت والوں کے لیے سرور پر سرور ہے، اور حق تعالیٰ کا عشق معرفت والوں کے لیے نور پر نور ہے۔

۹۔ جب عارف اور عاشقِ الٰہی خاموش ہوتا ہے تب اس کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کرے، اور جب آنکھیں بند کرتا ہے تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب آنکھیں کھولے تو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھے اور جب زانو پر سر ہوتا ہے تب اس کی یہ آرزو ہوتی ہے جب تک اسرافیل علیہ السلام صور نہ پھونکیں وہاں تک اللہ تعالیٰ کے دیدارِ مبارک کی اُمید میں سر نہ اُٹھائے۔

۱۰۔ علم اور اخبار یعنی حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیکھنا ایسے شخص سے چاہیے جو علم سے معلوم تک پہنچا ہو اور خبر سے مخبرؐ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہو.... اور جس شخص نے فخر کے واسطے علم پڑھا ہو اور اس علم سے رتبہ اور مرتبہ چاہتا ہو .... اس عالم سے پرہیز کرو کیونکہ وہ عالم ہر روز اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے بچھڑ جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنَا بِفَضۡلِكَ الۡعَظِیۡمِ

۱۱۔ یہ بات ہو ہی نہیں سکتی کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس پاک ذات کو دوست نہ رکھے، اور دیکھو یا در کھو کہ معرفتِ الٰہی بغیر محبت اور عشق کے بے قدر اور بے فائدہ ہے۔

۱۲۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اپنی زبان کو دوسرے کے ذکر میں نہیں کھولتا۔

۱۳۔ جن کو اللہ ربّ العزت دوست رکھتا ہے ان کو تین خصلتیں عطا فرماتا ہے؛ سخاوت دریا جیسی، شفقت آفتاب کے مانند اور تواضع زمین کی مانند۔

۱۴۔ حاجی لوگ جسم سے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور بقا یعنی ہمیشہ کی زندگی کے خواستگار ہوتے ہیں اور اہلِ محبت اپنے دلوں سے عرشِ الٰہی کے گرد طواف کرتے ہیں اور دیدارِ الٰہی کے خواستگار ہیں۔

۱۵۔ ساری کوششیں مجاہدے میں صرف کر کے اللہ پاک کے فضل پر اپنی نظر رکھنا چاہیے نہ کہ اپنے فعل پر۔

۱۶۔ عارف باللہ وہ ہے کہ کوئی اس کے مشرب کو بگاڑ نہ سکے اور جو گندگی و گدلا پانی اس تک پہنچے صاف ہو جائے۔

۱۷۔ آگ ایسے شخص کے واسطے عذاب ہے کہ جو اللہ پاک کو نہیں پہچانتا لیکن اللہ پاک کا پہچاننے والا آگ کے واسطے عذاب ہے۔

۱۸۔ جس نے خواہشِ نفسانی کو ترک کیا وہ اللہ ربّ العزّت سے جا ملا اور واصل بحق ہو گیا۔

۱۹۔ اگر ساری دولتیں اور نعمتیں کہ جو مخلوق کے واسطے ہیں وہ تمام کی تمام دولتیں اور نعمتیں تمھارے حوالے کر دیں تو بھی تم اس پر مائل نہ ہونا۔ اور اگر ساری بدبختیاں تمھارے سامنے آویں تب بھی ناامید نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام 'کُنْ فَیَکُوْنْ' ہے۔

۲۰۔ جس کم نصیب و بدبخت نے اپنے دل کو خوشیوں کی کثرت سے مردہ بنایا ہے وہ جب مرے اسے لعنت کے کفن میں لپیٹنا اور ندامت کی زمین میں دفن کرنا چاہیے۔ سبحان اللہ! اور جس شخص نے اپنے نفس کو خواہشوں کو روکنے سے مارا ہے وہ جب مرے تو اسے رحمت کے کفن میں لپیٹنا اور سلامتی کی زمین میں دفن کرنا۔

۲۱۔ عارف اور عاشقِ الٰہی کا دل اس چراغ کی مانند ہے جو صاف آئینہ کی قندیل کی طرح ہو کہ اس کی روشنی عالمِ ملکوت کو روشن کرتی ہے اور جب یہ حال ہے تو پھر اس کو تاریکی اور اندھیری سے کیا خوف۔

۲۲۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ فرض اور سنت کیا ہے؟ تو فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔

۲۳۔ بندہ کمال کے درجے کو اس وقت پہنچتا ہے جب عیبوں کو پہچانتا ہے اور مخلوق سے دل اُٹھا لیتا ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ اس کو اس کی ہمت اور نفس سے دوری کے موافق اپنی قربت اور نزدیکی عطا فرماتا ہے۔

۲۴۔ ایک شخص نے خاص وصیت کی فرمائش کی تو فرمایا، آسمان کی طرف نظر کرو۔ اس نے اوپر نگاہ کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے اس آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، جس نے آسمان پیدا کیا ہے وہ ایسا زبردست ہے کہ تو جہاں کہیں ہوگا وہ تجھ سے واقف ہوگا۔ اس سے ڈرتا رہ۔

۲۵۔ علم ظاہری اور شریعت پاک کی فرمانبرداری اور پیروی سے میرے نزدیک کوئی چیز زیادہ دشوار نہیں ہے۔ (خزینہ معرفت، ص: ۵۱-۴۴)

۲۶۔ میری قبر میرے استاذ کی قبر سے نیچی بنائی جائے۔ یہ وصیت اُس استاذ کے متعلق تھی جن سے آپ نے قرآن پڑھا تھا۔ (اکابر کی عبرت انگیز وصایا: ۸۴)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی وصایا بنام شیخ سعدی

شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ:

مرا پیر دانائے فرخ شہاب ۔۔۔ دو اندر ز فرمود بروئے آب

یکے آنکہ بر خویش خودبیں مباش ۔۔۔ دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

میرے مرشد شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ساحلِ دریا پر مجھ سے یہ نصیحتیں فرمائیں: خود بینی نہ کرنا، دوسروں کو برا نہ سمجھنا۔

نیک عمل کر، تکبر کے خطرے کے باوجود تکبر کے لیے استغفار کرتا رہ۔ قرآن مجید کو وساوس سے پاک ہوکر پڑھنے کی مشق کر۔ شکر اشرف الاعمال ہے لیکن اعمال کے مقابلے میں یہ کم پایا جاتا ہے۔ قلب کا اصل عمل شکر ہے، اعضاء والا کام اس سے نہ لو۔ قلوب، زمین پر اللہ پاک کے محبوب ہیں، وہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ یہ کلیتاً کسی چیز کے ساتھ ہوں، ان پر اللہ پاک کی نظر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں پر نہیں قلوب پر نظر رکھتا ہے۔ قلب اللہ پاک کی جانب ہو چاہے کسی خراب جگہ ہو، اس سے یہ اچھا ہے کہ بیت اللہ میں ہو اور دل غیر کی جانب ہو۔ طالب کو بچے سے بھی کلمہ نافع کے حاصل کرنے میں دریغ نہ ہو۔ اپنے نفس سے غافل نہ ہو۔ حب جاہ و مخلوق کی پسند کا خیال نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی پسند کے مقابلے میں اس سے بچو، مخلوق کے سامنے بننے سجنے سے بچو، مخلوق کو معتقد بنانے کے لیے اخلاق کا تقاضا ہے، اس کے دھوکہ سے بچو۔ خلوت اختیار کرو تا کہ دین آ جائے۔ شیخ کامل کے حاصل کرنے کے لیے خوب غور و خوض، استخارے اور دعاؤں کا اہتمام کرو۔ وصیت ہر شخص کی استعداد کے مطابق کرو، تقویٰ کی ابتدا کرو، اعضاء کو شرع کی منع کی ہوئی باتوں سے روکو، تب ہی یہ باطن کی طرف سرایت کرے گا۔ زہد کے حصول کے لیے ضروریات دنیا بقدر ضرورت رکھو۔

عام لوگوں کو شیخ کی وصیت:

عام اہلِ دنیا کے لیے میری وصیت یہ ہے کہ نماز کے تمام اعمال و اذکار میں دل و زبان کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔ زبان و دل سے اللہ کے ذکر کی وصیت کرتا ہوں، خصوصاً راستوں کی مجلس و محفل اور کھانے اور وضو کے وقت۔ ذکر سے نماز میں وسوسے کم آتے ہیں۔ تمام دینی بھائیوں کو ہر وقت باوضو رہنے کی وصیت کرتا ہوں، یہ مراقبہ کہ حضور ﷺ کی مجلسِ مبارک میں بیٹھا ہوں، اس سے قول و فعل درست ہو جائیں گے۔

سب سے زیادہ نافع وصیت قیامِ لیل و تہجد ہے۔ موت کا دھیان رکھو۔ کوئی دن صدقہ کرنے سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ کوئی ہفتہ روزے سے خالی نہ ہو۔ کسی مسلمان کا ذکر ہو تو خیر کے ساتھ ہو۔

اپنے صاحبزادوں کو وصیت:

اے میرے پیارے بیٹے! تجھے اللہ و رسول اور والدین و مشائخ کے حقوق ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تلاوتِ قرآن ظاہراً و باطناً سراً و علانیہ، فہم و تدبر و تفکر، حزن و بکاء کے ساتھ کرتے رہنا۔ تمام احکام میں سب سے اوّل قرآن کی طرف رجوع کرنا، جاہل صوفیوں اور بدعات سے بچتے رہنا۔ اَمردلڑکوں، اجنبی عورتوں سے بچنا، مالداروں اور عوام الناس سے اختلاط کم رکھنا۔ اپنے گناہوں پر روتے رہو۔ حلال روزی کھانا، یہ نیکیوں کی کنجی ہے۔ حرام روزی سے بچنا ورنہ قیامت میں تجھے آگ چھوئے گی۔ اللہ پاک کے سامنے ایک دن کھڑا ہونا ہے، اسے یاد رکھنا۔ سفر بھی کیا کر، تاکہ تیرا نفس پست ہو۔ ہر اچھے اور برے آدمی کا اکرام کر، تمام انسانوں پر رحم کر۔ لایعنی حرکات سے بچ، لوگوں سے سوال نہ کر۔

دوستی کے لیے ان پانچوں باتوں کو ملحوظ رکھ؛

کسی سے دوستی کرنے سے پہلے اس میں یہ پانچ خصلتیں دیکھ: مالداری پر فقر کو مقدم رکھنے والا ہو، جہالت کے مقابلے میں علم کو، علم کے مقابلے میں عمل کو، دنیا پر آخرت کو، دنیا کی عزت سے اللہ کے راستے کی ذلت کو مقدم رکھتا ہو۔

مشائخ کے یہاں مرید وہ ہے جو اللہ پاک سے طلب مزید کرتا رہے۔ شیخ کی اتباع ایسی کر جیسا بچہ ماں کی کرتا ہے۔ اپنے بڑوں کے مزاج کے خلاف فیصلوں سے دل میں بھی تنگی نہ آئے۔ اپنے نفس کا محاسبہ ہر فرض نماز کے بعد کر۔ اس کے ذریعے خطائیں کم ہونے لگیں گی۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اس کے مراقبے کو قلب میں راسخ کرلو۔ بدسلوکی کرنے والے کو معاف کرو۔ اپنے کو حقارت سے دوسرے کو احترام سے دیکھو۔

جمعہ کا دن خاص طور پر آخرت کا دن بناؤ۔ دنیا کی اس میں آمیزش نہ ہونے دو۔ ہر پیر، جمعرات اور ہر قمری مہینے کے ۱۳/۱۴/۱۵ کے روزے رکھو۔ راستہ میں ذکر قلبی کرتے رہو، تاکہ قدم غفلت میں نہ اُٹھ سکے۔ آنکھ اور زبان کی حفاظت کرو۔ ان باتوں پر عمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگتے رہو۔ نماز میں حالتِ نماز کے ہر عمل کی حفاظت کرو۔ دنیا سے زیادہ جلد زوال پذیر چیز نہیں دیکھی۔ موت و آخرت سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں

دیکھی۔تواضع کی زینت حاصل کرو۔بخل کی برائی سے اپنے کو بچاؤ۔قناعت میں سب کچھ ہے، اسے حاصل کرو۔لالچ میں تمام جہاں کی برائی دیکھی، حسد سے بچو یہ تمام شر کی جامع ہے،کوشش و جدوجہد میں توفیق کا مشاہدہ کیا، حریص محروم، طالب دنیا مغموم۔طاعتِ مخلوق میں ذلت وخواری ہے۔

عاقل وہ ہے جو آخرت کی طرف متوجہ ہے، طاعتِ الٰہی میں برکتِ رزق وعمر ہے۔دنیا و آخرت کی کامیابی اتباعِ رسولؐ میں ہے، داخلۂ جنت اکلِ حلال میں ہے، تیرا کیا کیا ہونا چاہیے۔

زادِراہ تقویٰ، پونجی افلاس، اخلاص سفر، انفاس مراحل ہوں،منزل قبر، ساتھی یقین، تدبیر عجز وانکساری، گھر خلوت ہو، مجلس مسجد ہو، درس حکمت ہو،نظر عبرت ہو، محافظ حیا ہو، عادت حسنِ خلق ہو،علم قناعت ہو، نصیحت کرنے والی قبریں ہوں، واعظ حوادثِ ایام ہوں، سماع تیرا ذکرِ موت، تیرا ہتھیار وضو ہو، تیری سواری پرہیزگاری، تیرا دشمن شیطان ہو، تیرا عدو نفس ہو، دنیا قید خانہ ہو، خواہشِ نفس داروغۂ جیل کے مانند، تیرا قلعہ دین، تیرا شعار شرع ہو، تیری محبوب کتاب اللہ ہو، تیری رفیق سنتِ رسول اللہؐ ہو، تیرا راس المال اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن، تیرا کام حضور ﷺ پر درود بھیجنا۔

اشیاء میں شریرترین نفس ہے۔اس کے مددگار تکبر، حسد، چغلی، عاداتِ ذمیمہ ہیں۔نفس کو تقویٰ کی لگام لگادے، تواضع کی زنجیر میں جکڑ دے۔شرع کو اس کا قید خانہ، عبادت کو اس کا داروغہ بنادے۔ (وصایا، ص:۳۴-۳۶)

حضرت منصور الحلاجؒ کی وصیت

جب حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی کی طرف لے جایا جارہا تھا تو بیٹے نے ہدایت طلب کی، آپ نے فرمایا کہ: دنیا ظاہری رسم ورواج کو دیکھتی ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اس کی پرواہ نہ کرنا۔ جب آپ کے جسم کو جلا کر راکھ کردیا گیا اور راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا گیا تو پانی میں ایک جوش سا پیدا ہوا اور سطح آب پر کچھ نقوش سے بننے لگے، چنانچہ آپ کے خادم کو وہ وصیت یاد آئی جو آپ نے اپنی زندگی میں فرمائی تھی: جس وقت میری راکھ کو دجلہ

میں پھینکا جائے گا تو پانی میں ایسا جوش وطوفان پیدا ہوگا کہ پورا بغداد غرق ہو جائے گا لیکن جب یہ کیفیت ہو تو تم میری گدڑی دجلہ کو جا کر دِکھا دینا۔

چنانچہ خادم نے آپ کی وصیت پر عمل کیا، تو پانی اپنی جگہ ٹھہر گیا اور تمام راکھ جمع ہو کر ساحل پر آ گئی۔ جس کو لوگوں نے نکال کر دفن کر دیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۶۰، حضرت فریدالدین عطارؒ)

حضرت محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

آپ تبع تابعین، عالم و عارف، حضرت حسن بصریؒ کے معاصرین میں سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دنیا میں رہتے ہوئے زہد اختیار کرو اور حرص کو ترک کر دو اور پوری مخلوق کو محتاج تصور کر کے کبھی کسی سے اپنی احتیاج کا ذکر نہ کرنا اور اگر تم ان چیزوں کے پابند رہو گے تو مستغنی ہو جاؤ گے اور اس نصیحت پر عمل کرنے والے کو دونوں جہان کی سلطنت حاصل ہو جائے گی۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۳۳)

ایک دن حضرت مالک بن دینارؒ سے فرمایا کہ: دینار و درہم پر نظر ڈالنے سے یہ چیز زیادہ دشوار ہے کہ انسان اپنی زبان پر نگاہ رکھے اور کبھی کسی کو برا نہ کہے۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے کو بہت مسرور دیکھ کر فرمایا: تم کس شئے پر نازاں ہو کر اس قدر خوش ہو، تمہاری ماں تو وہ عورت ہے جس کو میں نے دو سو درہم میں خریدا ہے اور تمہارا باپ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہے۔ پھر بھلا تم کس چیز پر ناز کر رہے ہو۔ (ایضاً ص:۳۴)

حضرت علی جرجانیؒ کی وصیت بشر حافیؒ کو

فقر کو پوشیدہ رکھ کر صبر اختیار کرو، اور خواہشاتِ نفسانی کو نکال پھینکو اور اپنے مکان کو قبر سے بھی زیادہ خالی رکھو تا کہ ترک دنیا کا رنج نہ ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۵۷)

خضر علیہ السلام کی دعاء بشر حافی کو

اللہ تیرے لیے عبادت کو آسان کر دے اور تیری عبادت کو تجھ سے بھی پوشیدہ رکھے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۵۷)

حضور ﷺ کی وصیت خواب میں بشر حافی کو

حضور ﷺ نے فرمایا کہ امراء حصولِ ثواب کے لیے فقراء کی جو خدمت کرتے ہیں وہ تو پسندیدہ ہیں لیکن اس سے زیادہ افضل یہ ہے کہ فقراء کبھی امراء کے آگے دست سوال دراز نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:٧٦)

حضرت سلیمان دارانیؒ کی وصایا

شکم سیری چھ قسم کی خرابیوں کو جنم دیتی ہے؛ اوّل عبادت میں دل نہ لگنا، دوم حکمت کی باتیں یاد نہ رکھنا، سوم شفقت کرنے سے محروم ہوجانا، چہارم عبادت کا بارِ خاطر بن جانا، پنجم خواہشاتِ نفسانی میں اضافہ ہونا، ششم پاخانہ سے اتنی مہلت نہ ملنا کہ مسجد میں جا کر عبادت کر سکے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:١٤٢)

جو چیز تجھ کو اللہ تعالیٰ سے باز رکھے وہ منحوس ہے اور جو تجھے دنیاوی اسباب میں مشغول کردے وہ تیری دشمن اور جو سانس حق تعالیٰ سے غفلت سے نکلے وہ ایک داغ ہے۔
(نفحات الانس، ص:١٨٨)

حضرت فتح موصلی کو خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے حضرت فتح موصلی کو وصیت فرمائی: بہ نیت ثواب امراء کے لیے فقراء کی تواضع احسن ہے لیکن اس سے زیادہ احسن یہ ہے کہ فقراء امراء سے نفرت کریں۔
(تذکرۃ الاولیاء، ص:١٦٥)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال ابدالین سے نیاز حاصل کیا اور سب ہی نے یہ نصیحت کی کہ مخلوق سے کنارہ کش رہو، اور کم کھاؤ جس طرح مریض پر بلا وجہ کھانا پانی بند کردینے سے موت واقع ہوتی ہے اسی طرح علم و حکمت اور مشائخ کی نصیحت کے بغیر قلب مُردہ ہوجاتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:١٦٦)

مجھ کو تیس مشائخ نے وصیت کی کہ نوجوانوں کی صحبت سے بچتے رہنا۔
(نفحات الانس، ص:٢٨٨)

حضرت یحییٰ بن معاذ کی وصایا

آپ ایک لاکھ درہم کے مقروض ہوگئے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ قرض لے کر نمازیوں، حاجیوں، فقراء، صوفیاء، علماء کو دیدیا کرتے تھے۔ خواب میں حضور ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: اے یحییٰ! رنجیدہ نہ ہو کیونکہ تیرا غم مجھ کو غمگین کردیتا ہے۔ چنانچہ حاکم ہری کی لڑکی کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور ادائیگی قرض کی ہدایت ملی، تو اس نے حضرت یحییٰ کو ساٹھ اونٹ دینارو درہم سے بھر کر آپ کے ہمراہ کردیا۔

آپ نے صاحبزادے کو ہدایت کی کہ تمام قرض کی ادائیگی کے بعد جو رقم بچ جائے اس کو فقراء میں تقسیم کردو کیونکہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات بہت کافی ہے۔ اس کے بعد آپ زمین پر سر رکھے ہوئے مشغولِ مناجات تھے کہ کسی نے ایسا پتھر مارا کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۷۶)

سچی محبت محبوب کی طاعت کا عمل ہے۔ (نفحات الانس، ص:۲۱۱)

حضرت حمدون بن قصارؒ کی وصیت عبداللہ بن مبارکؒ کو

آپ نے عبداللہ بن مبارک کو وصیت فرمائی: کبھی دنیا کے واسطے کسی پر غضبناک مت ہونا۔ اپنے بچوں کو آخری لمحہ میں وصیت فرمائی کہ: میں ان کی امارت سے زیادہ ان کی درویشی کے ضیاع سے خائف ہوں۔ اور عبداللہ بن مبارک کو دمِ مرگ یہ وصیت فرمائی کہ: مرنے کے بعد مجھ کو عورتوں میں دفن کرنا اور یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۸۶)

جو شخص سلف کے حالات دیکھے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ مردانِ الٰہی سے کس قدر پیچھے ہے۔ جس شخص میں تم کوئی اچھی عادت دیکھو تو اس سے الگ تھلگ نہ رہو کیونکہ اس کی قربت سے تم کو برکتیں حاصل ہوں گی۔ (نفحات الانس، ص:۲۱۸)

حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ

جس شخص نے محارم سے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا اور اپنے نفس کو شہوت سے روک لیا اور اپنے باطن کو تمام عمر مراقبہ اور دھیان میں گزارا اور اپنے ظاہر کو اتباع سنت کا پابند رکھا تو اس کی دانائی اور عقل کبھی خطا نہ کرے گی۔ نیز اہلِ فضل کا فضل اور صاحبِ ولایت کی ولایت اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک وہ اپنے فضل و ولایت کو فضل و ولایت تصور نہیں کرتے۔

(نفحات الانس، ص:۲۴۹۔ تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۷۸)

سیّد الطائفہ سیّدنا جنید بغدادیؒ

قرآن و حدیث کی اتباع کرتے رہو اور جو ان کا متبع نہ ہو اس کی پیروی ہرگز نہ کرو۔ وساوسِ شیطانی سے نفس کے وساوس اس لیے شدید ترین ہوتے ہیں کہ وساوسِ شیطانی تو لاحول و لاقوۃ سے دور ہوجاتے ہیں لیکن نفس کے وساوس کا دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ انسان سیرت سے انسان ہوتا ہے نہ کہ صورت سے۔ جہنم میں جلنے سے زیادہ سخت اللہ سے غافل رہنا ہے، ترکِ دنیا اور گوشہ نشینی سے ایمان بھی سالم رہتا ہے اور آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل تک، عمل ورع تک، ورع اخلاص تک، اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ جو زبان حق جل مجدہ کے ذکر سے غافل ہو، اس کا گونگا ہونا بہتر ہے۔ اور جو کان حق کی بات سننے سے قاصر ہو اس کا بہرا ہونا اچھا ہے اور جو جسم عبادت سے محروم ہو اس کا مُردہ ہوجانا افضل ہے۔

چار ہزار خدا رسیدہ بزرگوں کا یہ قول ہے کہ عبادتِ الٰہی اس طرح کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال تک نہ آئے...... صوفی وہ ہے، جو حضرت ابراہیمؑ سے خُلّت، حضرت اسمٰعیلؑ سے تسلیم، حضرت داوٗدؑ سے غم، حضرت ایوبؑ سے صبر، حضرت موسیٰؑ سے شوق اور حضور اکرم ﷺ سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔

ذکرِ الٰہی سے ایک لمحہ کی غفلت بھی ہزار سالہ عبادت سے بدتر ہے کیونکہ ایک لمحہ کی غیر حاضری کی گستاخی کو ہزار سالہ عبادت ملیامیٹ نہیں کرسکتی۔ اولیاء کے لیے نگرانیٔ نفس سے

زیادہ دشوار کوئی کام نہیں۔ اشغال دنیاوی ترک کردینے کا نام عبودیت ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو قابلِ قبول تصور نہ کرتے ہوئے نفس کو فنا کرڈالے۔ حجابات چھ ہیں؛ تین عام بندوں کے لیے ؛ (۱) نفس، (۲) مخلوق، (۳) دنیا۔ خواص کے لیے ؛ (۱) عبادت، (۲) صبر، (۳) کرامات پر اظہارِ فخر۔

دمِ مرگ آپ نے فرمایا وضو کرادو۔ وضو کرانے والے اُنگلیوں کے درمیان خلال کرانا بھول گئے تو آپ کی یاد دہانی پر خلال کرایا گیا۔ پھر آپ مسجد میں سر رکھ کر گریہ وزاری میں مشغول ہوگئے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر عبادت کے باوجود روتے کیوں ہیں؟ فرمایا: میں اس وقت سے زیادہ کبھی محتاج نہیں تھا۔ پھر تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہوکر فرمایا کہ: اس وقت قرآن سے زیادہ میرا کوئی مونس و ہمدم نہیں اور اس وقت میں اپنی عمر بھر کی عبادت کو ہَوا میں اس طرح معلق دیکھ رہا ہوں کہ جس کو تیز و تند ہَوا کے جھونکے ہلا رہے ہیں اور مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہَوا فراق کی ہے یا وصال کی اور دوسری طرف فرشتہ اجل اور پل صراط ہے اور میں عادل قاضی پر نظریں لگائے ہوئے اس کا منتظر ہوں کہ نہ جانے مجھ کو کدھر جانے کا حکم ہو۔ اسی طرح آپ نے ستر آیات سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائیں۔ پھر اپنی اُنگلیوں پر وظیفہ خوانی شروع کردی۔ جب داہنے ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی پر پہنچے تو اُنگلی آسمان کی جانب بلند کرتے ہوئے 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کی تلاوت کی اور حضورِ حق میں حاضر ہوگئے اور روح پرواز کرگئی۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۰۲)

شیخ ابوبکر عطونی کو حضرت جنید بغدادی کی وصیت:

اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو صوفیہ کا معتقد ہے اور ان کی باتیں قبول کرتا ہے تو اس سے یہ ضرور کہنا کہ وہ مجھے دعا میں یاد رکھے۔ (نفحات الانس، ص:۳۹۶)

حضرت یوسف اسباطؒ

اپنے سے سب کو بہتر جاننے کا نام تواضع ہے اور متواضع وہ ہے جو احکامِ شرعیہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے مخلوق سے نرمی کا برتاؤ کرے۔ ذکرِ الٰہی کے ساتھ غصہ کو ختم کرے، امراء کے ساتھ

تکبر سے پیش آئے۔

توبہ کی دس علامتیں ہیں: ۱-دنیا سے بعد اختیار کرنا۔ ۲-ممنوعات سے احتراز کرنا۔ ۳-اہل تکبر سے ربط وضبط نہ رکھنا۔ ۴-صحبتِ متواضع اختیار کرنا۔ ۵- نیک لوگوں سے رابطہ رکھنا۔ ۶-توبہ پر ہمیشہ قائم رہنا۔ ۷- بعد از توبہ گناہ نہ کرنا۔ ۸-حقوق کی ادائیگی کرتے رہنا۔ ۹-غنیمت طلب کرنا۔ ۱۰- قوت کوزائل کرنا۔

زہد کی دس علامتیں ہیں: ۱- موجود شئے کو چھوڑ دینا۔ ۲-مقررہ خدمت بجالانا۔ ۳-خیرات کرتے رہنا۔ ۴-صفائے باطنی حاصل کرنا۔ ۵-اعزہ کی عزت کرنا۔ ۶- دوستوں کا احترام کرنا۔ ۷- مباح اشیاء میں بھی زہد سے کام لینا۔ ۸- آخرت کا نفع طلب کرنا۔ ۹-آسائش میں کمی کرتے رہنا۔ ۱۰- ....(تلاش کے باوجود دسویں علامت نہ مل سکی۔)

ورع کی بھی دس قسمیں ہیں: ۱- متشابہات میں تدبر سے کام لینا۔ ۲-شبہات سے احتراز کرنا۔ ۳- نیک و بد میں تمیز کرنا۔ ۴-فکروغم سے دور بھاگنا۔ ۵-سودوزیاں سے بے نیاز رہنا۔ ۶ - رضائے الٰہی پر قائم رہنا۔ ۷-امانت کا تحفّظ کرنا۔ ۸-مصائب دوراں سے روگرداں رہنا۔ ۹- آفات وپُرخطر چیزوں سے کنارہ کش رہنا۔ ۱۰-فخر وتکبر کو خیر باد کہہ دینا۔

صبر کی دس علامتیں ہیں: ۱-نفس کو روکنا۔ ۲- درس کو محفوظ رکھنا۔ ۳- طالبِ امن رہنا۔ ۴- بےصبری کو ترک کردینا۔ ۵-قوتِ تقویٰ طلب کرنا۔ ۶- عبادات کی نگرانی کرنا۔ ۷-واجبات کو حد تک پہنچانا۔ ۸-معاملات میں صداقت اختیار کرنا۔ ۹-مجاہدات پر قائم رہنا۔ ۱۰-اِصلاحِ معصیت کرتے رہنا۔

مراقبہ کی چھ علامتیں ہیں: ۱- اللہ کی پسندیدہ شئے کو مرغوب رکھنا۔ ۲- اللہ کے ساتھ نیک عزم، حسن ظن قائم رکھنا۔ ۳- قلّت وکثرت کو منجانب اللہ تصور کرنا۔ ۴- اللہ کے ساتھ راحت و سکون حاصل کرنا۔ ۵- مخلوق سے احتراز کرنا۔ ۶- اللہ سے محبت کرنا۔

صدق کی چھ علامتیں ہیں: ۱- قلب وزبان کو درست رکھنا۔ ۲- قول وفعل میں مطابقت قائم رکھنا۔ ۳- اپنی تعریف کی خواہش نہ کرنا۔ ۴-حکومت اختیار نہ کرنا۔ ۵- دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینا۔ ۶- نفس کی مخالفت کرنا۔

توکل کی دس علامتیں ہیں : ۱- اللہ کی ضمانت شدہ اشیاء سے سکون حاصل کرنا۔ ۲- جو کچھ میسر آ جائے اس پر شاکر رہنا۔ ۳- مصائب پر صبر کرنا۔ ۴- ارکان پر پابندی کے ساتھ عمل کرنا۔ ۵- بندوں کی طرح زندگی گزارنا۔ ۶- غرور سے احتراز کرنا۔ ۷- اختیارات کو معدوم کر دینا۔ ۸- مخلوق سے اُمید وابستہ نہ کرنا۔ ۹- حقائق پر قدم رکھنا۔ ۱۰- دقائق حاصل کرتے رہنا۔

اُنس کی پانچ علامتیں ہیں : ۱- ہمیشہ گوشہ نشین رہنا۔ ۲- مخلوق سے وحشت زدہ رہنا۔ ۳- خالق کو ہر لمحہ یاد رکھنا۔ ۴- مجاہدات میں سکون اختیار کرنا۔ ۵- اطاعت پر عمل پیرا رہنا۔

بات کہنے سے قبل غور کر لینا ضروری ہے۔زبان سے بری بات نہ نکالو۔کانوں سے بری بات نہ سنو۔زنا سے کنارہ کش رہو۔حلال رزق استعمال کرو، دنیا کو خیر آباد کہہ دو، موت کو پیش نظر رکھو۔

شوق کی پانچ علامتیں ہیں : ۱-عیش و راحت میں موت کو نہ بھولنا۔ ۲-خوشی کے دوران بھی زندگی کو غنیم تصور کرنا۔ ۳- ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا۔ ۴- زوالِ نعمت پر اظہارِ تاسف کرنا۔ ۵-مشاہدات کی حالت میں مسرور رہنا۔ (ماخوذ از تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۲۴)

حضرت ابو محمد مرتعشؒ

جو اعمال کو جہنم سے ذریعۂ نجات تصور کرتا ہے وہ فریبِ نفس میں مبتلا ہے اور جو فضلِ الٰہی سے اُمید رکھتا ہے وہ جنتی ہے۔جو اسباب و وسائل پر اعتماد رکھتا ہے مسبّب الاسباب حق جل مجدہ کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ترکِ دنیا و ترکِ نفس سے اللہ کی دوستی نصیب ہوتی ہے۔

آخری وصیت آپ نے کی کہ تم لوگ مجھ سے افضل شخص کی صحبت اختیار کر لو اور مجھے اپنے سے افضل کے لیے چھوڑ دو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۲۸)

حضرت ابو عبداللہ محمد بن فضلؒ

تین چیزیں شقاوت کی علامت ہیں : اول علم بے عمل۔ دوم عمل بے اخلاص۔ سوم بزرگوں کی تعظیم سے محرومی۔ سینہ کی صفائی سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے، اس کے بعد علم الیقین، اس کے بعد عین الیقین اور عین الیقین ہی صفائی صدر کا ذریعہ ہے۔اسلام کے لیے چار چیزیں مہلک ہیں : اول علم بے عمل، دوم عمل بے علم، سوم جس سے واقف نہ ہو اس کی جستجو کرنا، چہارم جو

شئے حصولِ علم سے باز رکھے۔

اہلِ معرفت کو احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہونا، اور سنتِ نبوی کا متبع ہونا ضروری ہے۔ محبت ایثار کا نام ہے جس کی چار قسمیں ہیں: اول ذکرِ الٰہی پر مداومت، دوم ذکرِ الٰہی سے رغبت، سوم دنیا سے کنارہ کشی، چہارم اللہ کے سوا ہر شئے سے اجتناب۔ (تذکرۃ الاولیاء ص: ۲۲۹)

سب سے زیادہ عارف باللہ (خداشناس) وہ شخص ہے جو ان عارفوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں مجاہدہ کرتا ہے اور سنتِ نبوی ﷺ کا ان میں زیادہ متبع ہے۔
(نفحات الانس، ص: ۲۹۲)

حضرت شیخ محمد بن المعروف بہ حکیم ترمذیؒ

قیامت میں حقوق العباد کا مواخذہ نہ ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ صاحبِ عزت وہی ہے جس کو گناہوں نے ذلیل نہ کیا ہو، اور آزاد وہ ہے جس کو حرص نہ ہو۔ امیر وہ ہے جس پر ابلیس قابض نہ ہو۔ دانشمند وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کا مخالف ہو۔ اللہ تعالیٰ سے خائف رہنے والا اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے حالانکہ جس شئے سے خوف پیدا ہو اس سے دور رہا جاتا ہے۔ سو بھیڑیئے بکریوں کے گلّے کو اتنا پریشان نہیں کرتے جتنا ایک شیطان پوری جماعتوں کو تباہ کر دیتا ہے اور سو شیاطین سے زائد مکّار نفس ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۳۴)

بے گناہ و بری پر بہتان و تہمت لگانا سات آسمان کے وزن سے زیادہ بھاری ہے۔ اور حق کو قبول کرنا زمین کی وسعت سے زیادہ صاحبِ ظرف کا عمل ہے۔ اور قانع کا قلب سمندر کی بے نیازی سے بہتر ہے یعنی سمندر میں کتنی ہی گندگی چلی جائے سمندر کو کوئی پرواہ نہیں، سب کا صفایا کر دیتی ہے اور کافر کا قلب پتھر سے زیادہ سخت ہے۔ اور حریص و لالچی کا طمع آگ سے زیادہ جلانے والا خطرناک ہے اور حق جل مجدہ کی اطاعت کا سکون وطمانیت، راحت ومسرت زمہریرے سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ (تقویم)

چھ چیزیں قلب کو مردہ و بے جان کر دیتی ہیں: (۱) گناہ پر گناہ کرنا یعنی مسلسل گناہ کرنا، (۲) عورتوں اور بے وقوفوں سے جنگ و جدال، (۳) احمق کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا،

(۴) مردہ دلوں یعنی متکبرین و غافلین کی ہم نشینی اختیار کرنا، (۵) ظالم و جابر حکمراں کی صحبت میں رہنا، (٦) دنیا دار علماء کی مجلس میں جانا۔ (تقویم)

شیخ ابوبکر ورّاق ترمذیؒ

کسی نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا: دولت کی قلّت دین و دنیا دونوں میں مفید ہے اور زیادتی دونوں جگہ مضر ہے۔ تمام برائیوں کی جڑ صرف نفس ہے۔ مخلوق کا مخلوق سے میل ملاپ بہت ہی عظیم فتنہ ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص: ۲۳٦)

دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں: ایک امراء، دوم علماء، سوم فقراء۔ جب امراء بگڑ جاتے ہیں تو رعایت کی معاشی اور کسبی حالت بگڑ جاتی ہے۔ جب علماء میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو عبودیت و بندگی اور شریعت کے دستور بگڑ جاتے ہیں اور جب فقراء بگڑ جاتے ہیں تو لوگوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ امراء کا بگاڑ ظلم سے ہے، علماء کا بگاڑ طمع سے ہے اور فقراء کی خرابی ریا سے ہے۔
(نفحات الانس، ص: ۳۰۱)

شیخ عبداللہ خفیفؒ

انتقال کے وقت خادم کو یہ وصیت فرمائی کہ موت کے بعد میرے ہاتھ میں رسّی باندھ کر اور گلے میں طوق ڈال کر قبلہ رو بٹھا دینا تاکہ اسی طرح سے شاید میری مغفرت ہو جائے۔

موت کے بعد جب خادم نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد کیا تو نداءِ غیبی آئی کہ او بے ادب! کیا تو ہمارے محبوب کو رسوا کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر اس نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد ترک کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۵۱)

شیخ عبداللہ خفیفؒ کو ایک ولی نے وصیت کی تھی: ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے رہیں اور زبانی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں عمل پر کھڑا کر دیں۔

شیخ ابو بکر واسطیؒ

انتقال کے وقت جب لوگوں نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ارادت کو نگاہ میں رکھو اور اپنے اوقات و انفاس کی نگہداشت کرو۔ اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔
(تذکرہ، ص: ۲۷۰)

اللہ تعالیٰ نے تم سے جو کچھ طلب کیا ہے اس کو اپنے دل میں محفوظ رکھو، اس کو نہ بھولو، اوامر و نواہی پر عمل پیرا رہو۔ (نفحات الانس، ص: ۳۳۴)

شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونیؒ

انتقال کے وقت آپ نے مریدین سے فرمایا کہ میں بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں، اس لیے تمھیں چار نصیحتیں کرتا ہوں، انھیں سن کر ان پر عمل پیرا رہنا، اوّل یہ کہ میرے بعد میرے جانشین کی اطاعت کرنا۔ دوم صبح کو روزانہ تلاوتِ قرآن پاک کرتے رہنا۔ سوم مسافر کی اچھی طرح مدارات کرنا، چہارم یہ کہ باہم پیار و محبت سے رہنا۔ آخری وصیت یہ کی کہ وہ رجسٹر جس میں میرے ارادت مندوں کے نام درج ہیں اس کو میرے ساتھ قبر میں رکھ دینا۔
(تذکرۃ، ص: ۲۸۱)

حضرت خواجہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ

ایسا دل پیدا کرو جس میں صرف اسی کی یاد ہو، صوفی جبہ و دستار اور مصلّٰی سے صوفی نہیں ہوتا، نہ رسم و عادت سے صوفی ہوتا ہے، صوفی وہ ہے جو خود کچھ نہ ہو۔ نیستی یہ ہے کہ ہستی کی ضرورت باقی نہ رہے، ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو کہ کسی چیز کے بارے میں تم تو کہو کہ اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور وہ شخص کہے کہ فلاں شخص نے دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وارث وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فعل کی پیروی کرے، وہ نہیں جو کاغذ سیاہ کرے (عالم بے عمل)۔ دلوں میں سب سے زیادہ روشن دل پیدا کرو جس میں مخلوق کا گزر نہ ہو، سب سے بہتر کام کرو جس میں مخلوق کا ڈر نہ ہو، اور سب سے بہتر ساتھی کی صحبت اختیار کرو جس کی زندگانی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

بسر ہوتی ہو۔

وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ: کاش میرا قلب چیر کر مخلوق کو دِکھایا جاتا تا کہ ان کو معلوم ہوجاتا کہ اللہ کے ساتھ بت پرستی درست نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۵۳۲)

پھر لوگوں کو وصیت فرمائی کہ: مجھے زمین سے تیس گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی سرزمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ سوءِ ادبی کی بات ہے کہ میری قبر حضرت بایزید بسطامی کے مزار سے اونچی ہوجائے، چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء: ۳۰۸)

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی وصیت بنام محمود غزنویؒ

۱۔ اے محمود! چار چیزوں کا خیال رکھو (۱) اوّل جو چیز کہ شریعت نے منع کی ہو اس سے پرہیز کرو۔ (۲) دوم نماز باجماعت پڑھو۔ (۳) سوم سخاوت کرو۔ (۴) چہارم حق تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرو۔

۲۔ عام ارشادات و نصائح میں تین چیزوں کی غایت کو نہ جانا؛ ایک آنحضرت محمد ﷺ کے مراتب اور درجوں کی غایت و نہایت کو۔ دوسرے نفس کے مکر کے درجے کی غایت و نہایت کو۔ تیسرے معرفت کی غایت اور نہایت کو۔

۳۔ میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔

۴۔ حق تعالیٰ کے روئے زمین پر ایسے بندے ہیں کہ توحید کی قوت سے ان کے دل میں ایک ایسی تجلی روشن ہے کہ اگر عرشِ اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے اس تمام موجودات پر اگر وہ تجلی روشن ہوجائے تو وہ تجلی سب کو اس طرح جلا ڈالے جس طرح مرغ کے پیروں کو آگ جلاتی ہے۔

۵۔ جو کچھ اولیاء اللہ کے اندر ہوتا ہے اگر اس میں سے ذرہ کے برابر اُن کے لبوں سے باہر آجائے تو تمام زمین و آسمان کی مخلوق گھبرا جائے۔

۶۔ دوست جب کہ اپنے دوست کے پاس حاضر ہوتا ہے تو خود سے فراموش ہو کر اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔

۷۔ جوان مردوں کی آنکھیں عالمِ غیب پر لگی رہتی ہیں تا کہ عالمِ غیب سے وہ چیزیں اُن کے

دل پر نازل ہوں جس چیز کا ذائقہ انبیاء و اولیاء نے چکھا ہے اور یہ بھی اس مبارک چیز کا ذائقہ چکھیں۔

۸۔ فرشتے تین جگہ اولیاء اللہ سے ہیبت اور دہشت رکھتے ہیں؛ ایک ملک الموت نزع کے وقت، دوسرے کراماً کاتبین لکھنے کے وقت میں، تیسرے منکر نکیر سوال کے وقت میں۔

۹۔ زندگانی اس طرح بسر کرو کہ کراماً کاتبین کو واپس بھیج دو۔ اگر اس طرح نہیں کر سکتے ہو تو اس طرح زندگانی ضرور بسر کرو کہ رات کے وقت تو ان کے ہاتھ سے دیوان لے لو۔ اور جس کو چاہو مٹا دو۔ اور جس کو چاہو لکھ دو۔ اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایسے تو بن جاؤ کہ جب فرشتے حق تعالیٰ کے حضور میں واپس لوٹ کر جائیں تو عرض کریں کہ اس نے نیکی کی ہے اور بدی سے باز رہا ہے۔

۱۰۔ حق جل جلالہ ہر مومن کو چالیس فرشتوں کی ہیبت اور رعب عطا کرتا ہے اور یہ کمتر درجہ ہے، اور اس ہیبت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے تا کہ خلقت ان سے ملے جلے۔

۱۱۔ جو دل اللہ تعالیٰ کے درد میں مبتلا ہوا - سبحان اللہ - وہ دل تو نہایت ہی مبارک دل ہے، اس لیے کہ اس درد کی شفاء بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کوئی اپنی زندگی بسر کرتا ہے، تو دیکھنے کے قابل جو چیزیں ہیں ان سب کو دیکھتا ہے اور جو سننے کے قابل باتیں ہیں ان سب کو سنتا ہے، اور کرنے کے لائق جو کام ہیں ان سب کو کرتا ہے اور جاننے کے لائق جو باتیں ہیں ان سب کو جانتا ہے۔

۱۳۔ جواں مردی ایک ایسا دریا ہے کہ تین چشمے اس سے جاری ہیں؛ ایک سخاوت، دوسرا اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت، تیسرا خلق سے بے پرواہی اور خالق سے پرواہ اور آشنائی۔

۱۴۔ آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کے نور حضور پُر نور ﷺ ایسے بے نہایت اور معرفتِ الٰہی کے دریا تھے کہ اگر ایک قطرہ اس دریا سے باہر آتا تو تمام عالم اور دنیا اور دنیا کے رہنے والے غرق ہو جاتے.... اور جس قافلے میں ابو الحسن ہے اس قافلے کا مقدمہ اور پیشتر اللہ ربّ العزّت ہے اور ربّ العزّت کے بعد میرے سردار اور میرے پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان دونوں کے درمیان کلام مجید اور سنت رسول ﷺ ہے اور اس

کے بعد متابعت صحابہ کرام وفقہائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین الی یوم القیامۃ۔
وہ لوگ بہت ہی بانصیب ہیں جو اس مبارک قافلے میں ہوتے ہوئے ان کے دل مبارک حضرات سے ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ اور جب تو نیکیوں کا ذکر کرتا ہے تو اس وقت ایک سفید نورانی ابر آتا ہے اور نیکیوں کے ذکر کرنے والے پر اس نورانی ابر سے رحمت برستی ہے۔
اور جب اللہ جل جلالہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک ہرا ابر چڑھ کر آتا ہے اور اُس اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے پر اس ہرے ابر سے عشق برستا ہے اور اس ذاکر کا دل اور دل کی کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ دین کو شیطان سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا کہ دو آدمیوں سے نقصان پہنچتا ہے؛ ایک تو اس عالم سے کہ جو حرص رکھتا ہو اور دوسرے اس زاہد سے جو بے علم ہو۔

۱۷۔ بہت روؤ اور کم ہنسو، اور بہت خاموش رہو، کم بولو اور بہت داد و دہش کرو اور کم کھاؤ اور کم سوؤ۔

۱۸۔ ٹاٹ پہنے اور مرقع رکھنے والے بہت ہیں لیکن اس پاک ذات کے یہاں تو دل کی سچائی اور اخلاصِ عمل کو دخل ہے اور نہ ہر دغا باز کو۔ کیونکہ اگر ٹاٹ پہننے اور جو کی روٹی کھانے ہی پر صوفی بننا منحصر ہے تو ضروری ہے کہ تمام اون والے اور جو کھانے والے جانور سب کے سب صوفی ہوتے۔

۱۹۔ اپنی ساری عمر میں ایک بار بھی تو نے اپنے اللہ پاک کو ناخوش کیا ہو تو تجھے لازم ہے کہ باقی ساری عمر اس کی معذرت میں روتا رہے کیونکہ اگر معاف بھی کر دے تب بھی یہ حسرت کا داغ نہ ہٹے گا.... ہائے! میں نے اپنے عظیم رب جل جلالہ و اعظم شانہ کو کیوں ناراض کیا!

۲۰۔ عالم علم کو اختیار کرتا ہے، اور زاہد زہد کو اختیار کرتا ہے اور عابد عبادت کو اختیار کرتا ہے اور یہ لوگ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مگر خبردار ہوشیار ہو جاؤ اور میری اس بات کو دل کے کانوں سے سن لو کہ تم تو سوائے کسی پاکی کے کسی چیز کو پسند نہ

کیجیو۔اور پاکی کو ہی اللہ ربّ العزّت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھو۔کیونکہ اس کی ذات پاک ہے۔وہ تو پاکی کو ہی پسند کرے گا۔اللہ بس، اللہ بس، اللہ بس، باقی ہوس۔

۲۱۔ میرا نہ تن ہے اور نہ دل ہے اور نہ زبان ہے۔میری ان تینوں چیزوں پر تو اللہ ہی اللہ ہے اور میرے لیے نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔میرا تو معشوق اللہ ہی اللہ ہے۔

۲۲۔ صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے یعنی وہ بات کہے کہ جو دل میں ہو جو کچھ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے وہ اخلاص، جو خلق کے واسطے کرے وہ ریا ہے....ایسے آدمی کے پاس مت بیٹھو کہ تم اللہ کہو اور وہ کچھ اور کہے ... اور اندوہ پیدا کرو کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندۂ گریاں اور بریاں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۳۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور ہو وہ دل مردہ ہے، اگرچہ سراپا طاعت ہی ہو۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس شخص کے دل میں نہیں ہوتی جس کو خلق پر شفقت نہیں ہوتی۔

۲۵۔ بہت سے آدمی ایسے ہیں جو زمین پر چلتے ہیں مگر وہ مردہ ہیں۔اور بہت سے ایسے ہیں جو زمین کے اندر سوئے ہوئے ہیں مگر وہ زندہ ہیں۔جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی حلاوت ولذت نہ چکھی اور دنیا سے چلا گیا وہ گویا تمام بھلائی اور آرام سے محروم گیا۔

(خزینۂ معرفت، ص:۵۳ تا ۶۵)

حضرت ابوالحسن بوشنجی

اخلاص وہی ہے جس کو نہ نکیرین درج کرسکیں نہ ابلیس تباہ کرسکے اور نہ مخلوق کو اس سے واقفیت ہو۔یہ ایقان رکھنا کہ مقدرت سے کم رزق نہیں مل سکتا، عین توکل ہے۔جو خود کو صاحبِ عزت تصور کرتا ہے حق جل مجدہ اس کو ذلیل کرتا ہے۔بندہ کو چاہیے کہ ہر فتنہ پر نظر رکھے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۳۱)

حضرت ابوبکر شبلیؒ

تمہارے پاس جو وقت کا سرمایہ ہے اس کو حضورِ حق کے حضوری و نیاز میں صَرف کردو۔ کل یہی سرمایہ بس تمہارے پاس ہوگا۔ ہمیشہ اس سرمایۂ ناز سے تعلق رکھنا چاہیے۔اسی سرمایۂ نیاز

کو یہاں سے ساتھ لے جانا چاہیے کہ کل قیامت میں منافقوں سے کہا جائے گا:

﴿اِرۡجِعُوۡا وَرَآئَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا﴾ (سورۂ حدید، آیت:۱۳)

ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔

یہ وقت جو اَب تمہارے پاس موجود ہے یہی وہاں موجود ہوگا۔ بس اس وقت سراپا نیاز بن جاؤ۔ (نفحات الانس، ص:۳۸۷)

حالتِ نزع کے اضطراب میں فرمایا: اس وقت ایک کرم کی دوسری قہر کی ہَوا چل رہی ہے۔ جن پر کرم کی ہَوا چلی ان کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا، اور جن پر قہر کی ہَوا چلی، وہ لوگ راستے ہی میں رہ گئے۔ اور اس قسم کے حجابات ان کے سامنے آ گئے کہ وہ منزل تک نہ پہنچ سکے لیکن مجھے یہ اضطراب ہے کہ میرے اوپر کون سی ہَوا چلنے والی ہے۔ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ کرم کی ہَوا چلے گی تو میں اُمید کرم میں تمام نامرادیوں کو بخوشی برداشت کرسکتا ہوں، اور اگر خدانخواستہ قہر کی ہَوا چل گئی تو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے سامنے تمام مصائب ہیچ ہیں۔

انتقال کے وقت آپ نے فرمایا کہ: مجھ کو وضو کرادو، چنانچہ وضو کراتے ہوئے ڈاڑھی کا خلال بھول جانے پر آپ نے متنبہ کیا اور اعادہ کرایا۔

وفات کے وقت آپ نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

جس گھر میں تو قیام پذیر ہو جائے، اس کو چراغ کی حاجت نہیں ہوتی، تیرا حسین چہرہ ہی ہمارے لیے حجت ہے، اس دن کے لیے جب لوگ حجتیں پیش کریں گے۔ (تذکرہ، ص:۳۲۱)

اس کے بعد آپ کی زبان مبارک پر ''میں اپنے محبوب سے مل گیا'' جاری ہوا اور حضورِ حق میں حاضر ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۳۲۱)

حضرت ابواسحٰق ابراہیم شیبانیؒ

ہر لمحہ اللہ کو یاد کرتے رہو، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ہر لمحہ موت کو یاد کرو۔ (تذکرہ، ص:۳۴۷)

حضرت ابوبکر صیدلانیؒ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کارخانہ حکمت بنایا ہے اور ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فیوض سے

بہرہ ور ہوتا ہے، انسان کے لیے حق جل مجدہ کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے، اگر یہ ممکن نہ ہوتو ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو اللہ کے دوست ہوں، تاکہ اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا کر دونوں عالم کی مرادیں پوری کرواسکیں۔ عالم، اوامر ونواہی کی پابندی کے ساتھ اپنے علم کی روشنی میں جہالت کی تاریکیوں سے دور ہو جاتا ہے۔لیکن جو علوم حق تعالیٰ سے جدا کردیں ان کی جانب کبھی متوجہ نہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ ان کا حصول تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین صدق اختیار کیا وہ مخلوق سے چھٹکارا پا گیا۔حق تعالیٰ نے جس قدر مخلوقات تخلیق فرمائی ہیں اسی قدر اپنی جانب آنے کی راہیں بھی بنائی ہیں اور ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کسی ایک راستے پر گامزن ہوکر اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ ہم نشینی اختیار کرتے ہوئے مخلوق سے رابطہ کم کردو۔ دوسروں کو اپنے سے افضل تصور کرو، ہر بندے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اپنی تمام حرکات وسکنات کو اللہ تعالیٰ کیلئے وقف کردے اور شدید ضرورت کے بغیر اپنی حرکات وسکنات کو کبھی دنیا کیلئے استعمال نہ کرے۔اور ہمیشہ اپنی زبان کو لغو باتوں سے محفوظ رکھے۔خموشی اختیار نہ کرنے والا فضولیات کا شکار رہتا ہے۔خواہ وہ اپنی جگہ ساکن ہی کیوں نہ ہو۔جس نیک کام میں نمود وریا کی جھلک ہو اس پر فخر نہ کرو۔ ہمیشہ ہمت پر نظر رکھو کیونکہ ہمت ہی ہر شئے کی پیشرو ہے اور ہمت ہی پر تمام کاروبار کا انحصار ہے اور تمام چیزیں ہمت ہی کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہیں۔ (نفحات الانس، ص:۳۹۳، تذکرۃ الاولیاء، ص:۳۴۸)

حضرت ابوالعباس السیاردیؒ

انتقال کے وقت آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ وفات کے وقت میرے منہ میں حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک رکھ دیا جائے۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۳۶۸)

شیخ ابو ہاشم صوفیؒ

مرض الموت میں آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں اپنے آپ کو ایک عظیم بلاء اور مصیبت میں مبتلا دیکھ رہا ہوں لیکن محبت اور دوسری اس بلاء سے بڑھ کر ہے۔ یہ بلاء اس کے سامنے بالکل حقیر ہے۔ (نفحات الانس، ص:۱۷۸)

حضرت ابوالحسین باروسیؒ

اتباعِ سنتِ رسول اکرم ﷺ اور مخالفتِ بدعت کے بغیر کسی شخص پر نورِ ایمان ظاہر نہیں ہوسکتا اور جہاں تم بظاہر کوشش بلیغ اور ریاضت ومجاہدہ کے باوجود وہ نور نہ دیکھو تو سمجھ لو کہ وہاں کوئی پوشیدہ بدعت موجود ہے۔ (نفحات الانس، ص: ۲۱۹)

شیخ محمد بن منصور طوسیؒ

مسافر کو اپنے سفر میں ان چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک تو علم جو اس کو وسوسے میں نہ ڈالے، دوم ذکر جو اس کا مونس ہو، سوم پرہیزگاری جو اس کو برے کاموں سے روکے، چہارم یقین جو اس کو اُٹھائے پھرے۔ (نفحات الانس، ص: ۲۲۱)

شیخ علیؒ

جو شخص دنیا میں دنیا کے ساتھ راضی ہوا وہ ملعون ہے، جو شخص علم سے علم بمعنی دانشتن کے ساتھ راضی ہوا، وہ فتنہ میں پڑ گیا، جو شخص زہد سے اپنی ثنا پر راضی ہوا وہ حق جل مجدہ سے محجوب ہو گیا اور جو حق جل مجدہ سے رضاء حق کے سوا اور کسی شئے سے راضی ہوا تو وہ سرکشی اور باغی ہے خواہ وہ کوئی ہو۔ (نفحات الانس، ص: ۲۲۲)

حضرت ممشاد دینوریؒ

آپ نے مریدین کو وصیت فرمائی: مشائخ کی عزّت اور ان کے مقام کا احترام، اپنے بھائیوں کی خدمت، اسبابِ دنیا سے وارستگی اور اپنے نفس پر آدابِ شریعت کی حفاظت کا التزام رکھنا۔

شیخ ابوعبداللہ طائیؒ

عالم نزع میں تھے، ایک شخص نے ان پر کلمہ شہادت پیش کیا۔ انھوں نے کہا: خاموش ہو جاؤ۔ کیسے بے ادب اور بے حرمت لوگ آئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ایک دوست کے سامنے کلمہ شہادت پیش کر رہے ہیں۔ تم خود یہ دعاء پڑھو، میں نے بھی یہ کہا ہے: ﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَ

اَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ﴾۔(سورۂ یوسف، آیت:۱۰۱)

مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھا لیجیے اور مجھ کو خاص بندوں میں شامل کردیجیے۔

یہ فرما کر انھوں نے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص کو حالت نزع میں کلمہ شہادت پڑھایا۔ جب سب حاضرین نے کلمہ پڑھ لیا، روح پرواز کرگئی۔(نفحات الانس، ص:۳۱۴)

شیخ ابوالحسن نوریؒ بنام شیخ ابویعقوب خرّاط عسقلانیؒ

جو کچھ ان اوراق و کتابوں سے ثابت کرتے ہو اور ان پر کہتے ہو ہم نے ان کو محو کردیا ہے، اس لیے تم اس اثبات کے باعث مقصود اصلی کے فہم و ادراک سے حجاب میں ہو۔ اور ہم پر اس محو کے سبب سے فہم و ادراک کے بے شمار دروازے کھل گئے ہیں۔ اس نصیحت کا باعث صرف تمہاری خیرخواہی ہے۔ تم کب تک یہ اوراق لکھتے اور ان کو گنتے رہوگے اور خود کو مقصود کی بات سے حجاب میں رکھوگے۔ (نفحات الانس، ص: ۳۱۷)

شیخ محفوظ بن محمودؒ

جو شخص چاہتا ہے کہ راہِ ہدایت کو لیکے تو اس کو چاہیے کہ اپنے نفس کی موافق چیزوں میں اس کو ملامت کرے، چہ جائیکہ مخالف چیزوں میں۔ توکل اس چیز کا نام ہے کہ بندہ بغیر حرص و ہوس کے کھائے۔ (نفحات الانس، ص: ۳۲۰)

شیخ محفوظ بن محمدؒ

جس شخص نے اپنے نفس کی خوبیوں پر نظر کی تو وہ لوگوں کی برائیوں میں مبتلا ہوگیا اور جس نے اپنے عیوب پر نظر رکھی تو وہ لوگوں کی برائیوں کے دیکھنے سے بچ گیا۔ لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے جس کا سینہ مسلمانوں کے عیوب سے پاک صاف ہو۔

(نفحات الانس، ص: ۳۲۰)

شیخ ابراہیم بن داؤد قصار الرقیؒ

تم کو دنیا سے دو چیزیں بہت خوب ہیں (ان کو اختیار کرو) ایک تو کسی فقیر کی صحبت دوم اللہ کے کسی دوست کی خدمت کرنا۔ جس نے اللہ کے سوا اپنے آپ کو باعزت سمجھا وہ اصل میں اپنی عزت میں ذلیل ہے۔ اس لیے کہ وہ عزت عزت نہیں، ذلت ہے۔

(نفحات الانس، ص:۳۲۴)

شیخ ابوجعفر احمد بن ہمدان بن علی سنانؒ

مطیع وفرمانبردار کا گنہگاروں پر اپنی بندگی اور اطاعت کے باعث تکبر کرنا نافرمان کے گناہوں سے بھی بڑا گناہ اور نقصان دہ، ضرر رساں ہے۔ (نفحات الانس، ص:۳۶۸)

شیخ ابوالحسین ورّاق

اللہ تعالیٰ کی دوستی کی علامت اس کے محبوب رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی ہے۔ دل کی زندگی اس ہستی کے یاد کرنے پر منحصر ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی اور خوشگوار زندگی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ بسر ہو، اس کے غیر کے ساتھ نہ گذرے۔ دوست کو معاف کر دینے کے بعد تم اس کے گناہ اور غلطی کو کبھی یاد نہ کرو۔ (نفحات الانس، ص:۳۷۶)

شیخ ابوالحسین بن بنانؒ

کوشش یہ کرو کہ اپنے آقا و مولا کے دروازے سے کسی حال میں جدا نہ ہو کیونکہ وہ سب کا ملجا و ماویٰ ہے۔ مگر وہ شخص جو اس آستانے سے دور ہو گیا تو اس کے بعد اس کو نہ تو فرار ہے نہ اس کا کوئی جاء قرار و مقام۔ اگر پہلے میں کسی رنج میں مبتلا ہوتا تھا تو اس کی طرف بھاگتا تھا اب جبکہ میرا رنج اسی سے ہے تو کدھر بھاگ جاؤں۔ (نفحات الانس، ص:۴۳۹)

شیخ ابوجعفر محمد بن علی النسوی المعروف بہ محمد علیانؒ

اے بندے! تو ایسے رب کو دوست کیوں نہیں رکھتا جس کا ایک لمحہ بھی نیکی اور احساس

سے خالی نہیں اور اس ذات کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ ایک لمحہ بھی اس کی موافقت نہیں کرتا۔
جو شخص غیر اللہ کے ساتھ سکون وقرار حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرار حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسروں کے ساتھ اس کے سکون اور آرام کے طریقوں کو ضائع فرما دیتا ہے۔ (پھر وہ غیر اللہ سے آرام وسکون حاصل نہیں کر سکتا)۔
(نفحات الانس، ص: ۴۴۱)

شیخ جعفر بن محمد نصیر الخلدی الخواصؒ

نفس کو حقیر سمجھنا اور مسلمانوں کی حرمت کی تعظیم کرنا جوانمردی ہے۔ عالی ہمت بن جاؤ کیونکہ ہمتیں مَردوں کو کمال تک پہنچاتی ہے، صرف مجاہدات نہیں پہنچاتے۔ (نفحات، ص: ۴۴۴)

شیخ عبداللہ خرّاز بنام ابوعبداللہ مقریؒ

میں تم کو تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں؛ اوّل ادائے قرض میں پوری پوری کوشش کرنا۔ دوم مسلمانوں کی عزت کرنا۔ سوم اپنی خواہشات کو متّہم کرنا لیکن جو حق ہو اس سے موافقت کرنا۔
(نفحات الانس، ص: ۴۹۴)

شیخ ابوعبداللہ مقریؒ

جوانمردی یہ ہے کہ اپنے دشمن سے بھی اچھی طرح پیش آؤ۔ اور اس پر اپنا مال خرچ کرو جس سے تمہارے دل میں کراہیت ہو، اور ایسے شخص سے حسن صحبت اور حسن معاشرت رکھنا جس سے تم کو نفرت ہو۔ (نفحات الانس، ص: ۴۹۶)

شیخ ابراہیم بن یوسف بن محمد الزجاجیؒ

نفس کے خلاف کرنے میں ہمیشہ برکت ہے اور بلاشبہ میں نے ایک بار صرف ایک قدم نفس کی موافقت کی تھی اور اس کا تدارک مجھ سے سالوں تک نہ ہو سکا۔ (نفحات، ص: ۴۴۳)

خواجہ محمد پارساؒ کی وصیت

کسی شخص نے حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ سے سوال کیا کہ طریقت کو کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

شرع کی پابندی سے اس کے بعد یہ کہ کھانے میں اعتدال کو پیش نظر رکھنا۔ کم سونا۔ اور اعتدالِ مزاج کے طریق پر سعی کرنا۔ خاص طور پر مغرب وعشاء کے درمیان وقت کا احیا کرنا (اورادو وظائف اور ذکر وعبادت میں بسر کرنا) اور صبح سے پہلے اس طرح عبادت میں مصروف ہونا کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ کامل توجہ کے ساتھ اپنی طرف متوجہ ہونا۔ خطرات کی نفی کرنا۔ خصوصاً آرزو کی نفی کرنا۔ ماضی، حال، مستقبل کی آرزو کی نسبت دل کے پردوں کی دوری کے باعث۔ اور یہ کہ جب زبان فضول باتوں سے خاموش ہوجاتی ہے تو قلب حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ گویا ہوجاتا ہے اور جب زبان گویا ہوتی ہے تو دل خاموش ہوجاتا ہے۔

خاموشی دو طرح کی ہے: ایک تو زبان کا چپ رہنا۔ دوسرے موجودات کے خطرات سے دل کا خاموش رہنا۔ بس جس شخص کی زبان خاموش رہی لیکن دل خاموش نہ ہوا تو اس کا بوجھ ہلکا ہوجائے گا اور جس کی زبان اور دل دونوں خاموش نہ رہے تو وہ شیطان کی ملک اور اس کا مسخرہ بنیگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ جس شخص کا دل چپ رہتا ہے اور زبان خاموش نہیں رہتی اس کی گفتگو حکمت پر مبنی ہوگی اور وہ فضول باتیں نہیں کرے گا۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے یہ نعمت ہم کو عطا فرمائے، آمین۔ (نفحات الانس، ص: ۲۳۲)

شیخ بہاؤالدین سلطان کو والد حضرت جلال الدین رومیؒ کی وصیت

اے بہاؤالدین! اگر تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ بہشت بریں میں رہو تو سب کے دوست بنے رہو۔ کسی کی طرف سے غصہ دل میں نہ رکھو۔ پھر یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

بیشی طلبی ز ہیچ کس بیش مباش   چوں مرہم و موم باش چوں نیش مباش
خواہی کہ ز ہیچ کس بتو بد نرسد   بد گوے و بد آموز و بد اندیش مباش

(کسی انسان سے زیادہ اپنے لیے طلب مت کر۔ مرہم اور موم کی طرح ہوجا، ڈنک مت

بن۔ اگر تو چاہتا ہے کسی سے تجھ کو کوئی برائی و تکلیف نہ پہنچے تو برا کہنے والا، برا سیکھنے والا اور برا سوچنے والا مت بن۔)

تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی معمول رہا ہے اور اسی عبادت کو اپنایا ہے، اس لے تمام لوگ ان کے اخلاق سے مغلوب اور ان کے مطیع ہو گئے اور ان کے گرویدہ بن گئے، ایسا نہ ہو کہ جب تم دوستوں کو یاد کرو تو تمہارا دل خوشی سے کھل جائے اور گل وریحان سے بھر جائے اور جب دشمنوں کا ذکر آئے تو باغِ خاطر خار بار سے پُر ہو جائے اور تم پژمردہ خاطر ہو جاؤ۔

وفات کی رات یہ شعر پڑھتے تھے: ترجمہ

آج کی رات ہے میری شبِ عشرت گویا وقت آپہنچا ہے اب قید سے آزادی کا

(نفحات الانس، ص:۲۱۷)

حضرت امام قشیریؒ

اوّل عقائد موافق اہلسنّت والجماعت کے درست کرے، پھر ضرورت کے موافق علمِ دین حاصل کرے۔ خواہ درس سے خواہ صحبت علماء سے اور اختلافی مسائل میں احتیاط پر عمل کرے اور سب معاصی سے توبۂ خالص کرے۔ اہلِ حقوق کو راضی کرے، مال و جاہ کے تعلقات کو قطع کرے، اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے، نہ اس پر کوئی اعتراض کرے، اپنے باطنی حالات شیخ سے پوشیدہ نہ کرے اور کسی سے ظاہر نہ کرے، اگر کچھ قصور شیخ کا ہو جائے فوراً معذرت کرے اور اقرار خطا کا کرے تاویل نہ کرے، بلا ضرورت شدیدہ سفر نہ کرے۔ بہت ہنسے نہیں۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ اپنے پیر بھائیوں پر حسد نہ کرے۔ لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے بچے، بلکہ ان سے زیادہ گھل مل کر باتیں بھی نہ کرے۔ جب تک صاحبِ نسبت نہ ہو جائے کسی کو مرید نہ کرے۔ آدابِ شرع کا بہت پاس کرے۔ مجاہدہ وعبادت میں سستی نہ کرے۔ تنہائی میں رہے۔ اگر مجمع میں رہنے کا اتفاق ہو تو ان کی خدمت کرے اپنے کو ان سے کم سمجھ کر برتاؤ کرے۔ دنیاداروں کی صحبت سے پرہیز رکھے۔ (شریعت وطریقت، ص:۲۳۴)

حضرت ذوالاصبع العدوانی کی وصایا

آپ کی موت کا وقت جب قریب آ گیا تو آپ نے اپنے فرزند اُسید کو بلا کر کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے! بلا شبہ تیرا والد قریب المرگ ہوگیا ہے اور زندگی سے تنگ آ چکا ہے، میں تم کو چند باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، اگر تم نے ان پر عمل کیا تو تم اپنی قوم میں اس مقام پر پہنچ جاؤ گے جس پر میں فائز ہوں، میری یہ باتیں غور سے سنو۔

اپنی قوم سے اچھا معاملہ رکھنا وہ تم سے محبت کریں گے۔ اور ان سے تواضع سے پیش آنا وہ تم کو بلند کردیں گے۔ اور ان سے خندہ پیشانی سے ملنا وہ تمہاری اطاعت کریں گے۔ اور ان پر کسی کو ترجیح وفوقیت مت دینا وہ تمھیں سردار بنالیں گے۔ ان کے بڑوں کی طرح، چھوٹوں کی بھی عزت کرنا، ان کے بڑے تمہاری عزت کریں گے، اور ان کے چھوٹے تمہاری محبت کی وجہ سے بڑے ہو جائیں گے اور اپنے مال میں سخاوت وفیاضی سے کام لینا، اور اپنے اہلِ خانہ کی حفاظت کرتے رہنا، اور اپنے پڑوسی کا اعزاز واکرام کرنا، اور فریاد رسی میں جلدی کرنا، پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ کوئی تجھ سے دشمنی نہ رکھے گا، اور ہمیشہ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے سوال سے بھی بچتے رہنا۔ پس اس طرح تمہاری سرداری بامِ عروج کو پہنچ جائے گی۔ (مختارات الادب: زیدان بدران، ص:۱۵)

حضرت حاجی شریف زندنیؒ بنام خواجہ عثمان ہارونیؒ

اے عثمان! اب جبکہ تم نے خرقۂ درویشی زیب تن کرلیا ہے تو تم کو چاہیے کہ ان چار باتوں پر سختی سے عمل کرو؛ اوّل ترکِ دنیا اور دنیا کے لوازمات سے گریز و پرہیز، دوم ترکِ حرص وطمع، سوم خواہشاتِ نفسانی سے گریز، چہارم شب بیداری اور ذکر اللہ۔ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ خرقہ وہ شخص اپنے سر پر رکھ سکتا ہے جو اللہ کے ما سوا دنیا کی ہر چیز کو ترک کردے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ خرقہ مقدس ملبوس فرمایا تھا زہد وفقر اختیار فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مجھ تک یہ سلسلہ پہنچا تو میں نے اسی پر عمل کیا۔ تم بھی انہی کی پیروی کرو۔

دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی ونرمی سے پیش آ ؤ۔

(اولیاء پاک وہند، ص:٦)

حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ

۱۔ ایمان نام ہے توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔

۲۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معیت رکھنے والے کی صحبت اللہ کی معیت ہے۔

۳۔ ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے سامنے عاجزی کیا کرو تا کہ وہ تمھارے واسطے دعا کریں۔

۴۔ اعمالِ صالحہ کیا کرو اور ان عملوں کو نا کردہ خیال کر کے اپنے تئیں مقصّر جانا کرو۔

۵۔ کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کو بھولے اس کو شیطان سمجھ اگرچہ آدمی کی صورت ہو۔

۶۔ بالغِ شریعت وہ ہے کہ جس سے منی نکلے اور بالغِ طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے یعنی اس کی خودی جاتی رہے۔ ایک درویش نے یہ تشریح سن کر اپنا سر زمین پر رکھ دیا... حضرت نے فرمایا سر کو زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ جو کچھ سر میں ہے یعنی نخوت وغرور وہ زمین پر رکھو۔

۷۔ فرمایا غنا بے پرواہی کو کہتے ہیں اور یہ اگرچہ بصورت تونگری معلوم ہوتی ہے مگر فقیری کے وصف سے ہے۔

فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور دل میں بھی کچھ خواہش نہ ہو پس وہ فقیر محمود الصفات ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں تو کچھ نہ رکھے اور دل میں خواہاں ہو وہ گدائے محلّہ ہے نہ کہ تابعِ رسول اللہ ﷺ۔ اگر فقیر ہاتھ میں بھی رکھے اور دل میں بھی خواہاں ہو وہ فقیر مذموم الصفات ہے۔ ''وَ کَادَ الْفَقْرَ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْراً '' اس پر صادق آتا ہے۔

آپ کا انتقال دوشنبہ ۲۸؍ ذی قعدہ ۷۲۱ھ ایک سوتیں برس کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک شہر خوارزم علاقہ بخارا میں ہوا۔ (خزینہ معرفت، ص: ۷۵)

امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ

۱۔ ہمارا روزہ نفی ما سوا اللہ ہے اور نماز "کَاَنَّکَ تَرَاہُ" ہے۔ وقوفِ قلبی اور وقوفِ عددی میں با اختیار آنکھیں بند نہ کرنا چاہیے کہ وہ سب اطلاع خلق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے بیٹھے دیکھا۔ فرمایا 'اَبَا الْعُنُقِ ! اِرْفَعْ عُنُقَکَ'۔ ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ اہلِ مجلس میں کوئی جان نہ سکے۔

۲۔ حقیقت اخلاص بعد فنا حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں۔

۳۔ ذکر رفعِ غفلت کا نام ہے، جس وقت غفلت رفع ہوگئی تو ذاکر ہے اگر چہ ساکت ہی ہو۔ رعایت وقوفِ قلب ہر حال میں چاہیے یعنی کھانے میں، بات کرنے میں، سننے میں چلنے میں، خرید و فروخت میں، عبادت میں، نماز میں، قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں، لکھنے میں، پڑھانے میں، وعظ فرمانے میں، کسی حالت میں بھی ایک لمحہ غافل نہ ہو کہ مقصود حاصل ہو۔ شعر ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہ کنی آگاہ نہ نباشی

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر پلک جھپکانے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگا تو باقی طولِ عمر اس نقصان کا تدارک نہ کر سکے گا۔

۴۔ باطن کا نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے لیکن بعنایتِ حق سبحانہ وتعالیٰ و تربیتِ خاصانِ حق جلد میسر آجاتا ہے۔

۵۔ ہمارا طریقہ عروۂ وثقیٰ ہے۔ اتباعِ سنت پیغمبر اور اقتدائے آثارِ صحابہ کرامؓ ہے۔ فرمایا مجھ کو براہ فضل لائے ہیں اور آخر تک میں نے فضل ہی دیکھا ہے، اپنے عمل سے کچھ نہیں دیکھا۔ میرے طریقے میں تھوڑا عمل زیادہ ہے لیکن متابعت شرط ہے۔

۶۔ ہمارا طریقہ صحبت ہے اور خلوت اور گوشہ نشینی شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے میں نفی ہونے کو کہتے ہیں۔

جس وقت اللہ کے کسی دوست کی صحبت میں داخل ہو اپنے حال کو معلوم کرے کہ کیسا ہے، اور پھر کچھ مدت کے بعد اس گزشتہ احوال سے موازنہ کرے۔ اگر اپنے میں کچھ ترقی اصلاح دیکھے تو اس کی صحبت فرض سمجھے۔

۷۔ مراقبہ۔نسیانِ رویت خلق بدوام نظر الی الخالق ہے۔ دوام مراقبہ نادر ہے اور ہم نے اس کے حاصل کرنے کا طریق مخالفتِ نفس میں پایا ہے۔

۸۔ محاسبہ یہ ہے کہ سالک ہر ساعت حساب کرتا رہے کہ مجھ پر کیا گذرتا ہے۔ اگر نقصان پائے تو اس کا تدارک کرے۔ اور اگر ترقی پائے اس کا شکریہ ادا کرے اور اس عمل میں کوشش کرے کہ زیادہ ہو۔

۹۔ جو شخص اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اس کو دوسرے سے التجا کرنا شرک ہے اور یہ شرک عوام الناس کو معاف ہے اور خاص کو نہیں۔

متوکل کو چاہیے کہ اپنے توکل کو اسباب میں پوشیدہ رکھے۔

۱۰۔ اول رجوع خستہ ہو پھر توجہ خاطر شکستہ۔ اس راہ میں صاحبِ پندار کا کام بہت مشکل ہے۔

آپ کا وصال تہتر سال کی عمر میں ۳/ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ بروز دوشنبہ صبح میں ہوا۔ آپ نے آخری وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کہ بے ادبی ہے بلکہ یہ رباعی پڑھیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئی تو شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیل ما آفرین بر دست بر بازوئے تو

آپ یادِ حق کا نقش دل پر قائم کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ معروف ہوا۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، ص: ۸۳)

۱۲۔ آپ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا میرے نزدیک طریقت کی بنیاد خلوت در انجمن۔ یعنی ظاہر میں لوگوں کے ساتھ اور باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۷) یعنی وہ ایسے لوگ کہ ان کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

غافل نہیں کرتی۔اس سے اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

۱۳۔ فرمایا ہماری کرامت تو ظاہر ہے کہ اس قدر عظیم گناہوں کے باوجود ہم زمین پر چل پھر لیتے ہیں۔(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ،ص:۸۴)

۱۴۔ وجود کی نفی ہمارے نزدیک بہت قریب کا راستہ ہے لیکن اختیار کے ترک اور اعمال کے ملاحظہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

۱۵۔ فرمایا، لا الٰہ میں معبودِ نفس کی نفی ہے اور الا اللہ میں معبودِ حقیقی جل وعلا کا اثبات ہے اور محمد رسول اللہ میں اپنے آپ کو ﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ کے حکم کا مقید کرنا ہے۔یہی کلمہ توحید کی حقیقت ہے کہ ماسوا اللہ سے کلی طور پر نفی ہوجائے۔

۱۶۔ ہمارا طریقہ عروۃ الوثقیٰ ہے یعنی مضبوط حلقہ جس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار کی پیروی کرنا۔اس طریقے پر عملِ قلیل سے بھی بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں، لیکن سنت کی پیروی میں اجرِ عظیم ہے۔

فرمایا ظہورِ خوارق و کرامت کا کچھ اعتبار نہیں۔ اصل چیز استقامت ہے۔ طالبِ استقامت بنو نہ کہ طالبِ کرامت کیونکہ اللہ تعالیٰ استقامت طلب کرتا ہے اور تیرا نفس کرامت چاہتا ہے۔

خواجہ نقشبندؒ کا یعقوب کرخی کو فانی فی اللہ اور باقی باللہ بنانے کا نسخۂ کیمیا

شیخ یعقوب کرخی نے حضرت خواجہ نقشبند سے عرض کیا کہ اگر ایسا شخص جس کو اصطلاح میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہا جاتا ہے کسی کو میسر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ استغفار کی کثرت کرے اور ہر نماز کے بعد بیس مرتبہ استغفار کرنے کی پابندی کرے تاکہ پانچ وقت مل کر سو مرتبہ استغفار ہوجائے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات میں اپنے قلب میں حجابِ تجلیات محسوس کرتا ہوں تو میں سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار یعنی مغفرت طلب کرتا ہوں۔(تذکرۂ مشائخِ نقشبند،ص:۸۶)

خواجہ نقشبند نے ان کو وقوفِ عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حتی المقدور طاق عدد کی

رعایت رکھنا۔ فرمایا کہ جو کچھ تجھ کو ہم سے ملا ہے اس سے بندگانِ راہِ حق کو فیضیاب کرنا اور رخصت کرتے وقت فرمایا میں نے تجھ کو حق تعالیٰ کے سپرد کیا۔ (تذکرہ، ص:۸۹)

جو شخص صبح و شام ذکر میں مشغول رہے وہ غافلوں سے نہیں ہے بلکہ ذاکروں سے ہوتا ہے اور فرمایا کہ میرا طریقہ عروۂ وثقیٰ یعنی اتباعِ سنت علیہ السلام و اقتدائے آثارِ صحابہ کرامؓ

(انوار الصفا، ص:۱۶۴۔ اکابر کی عبرت، ص:۱۰۷)

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ

۱۔ ریاضت سے مقصود نفی تعلقاتِ جسمانیہ، توجہ تام بعالمِ ارواح ہے۔

۲۔ سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے تعلقات و موانع راہ سے گزرے اور ہر ایک تعلق پر خیال کرے جس سے دل پر بستگی دیکھے اُسی کو قطع کرے۔

۳۔ مجاورتِ خلق سے مجاورتِ حق بہتر ہے۔ زیارتِ مزاراتِ اکابر سے مقصود یہ ہونا چاہیے کہ توجہ حق تعالیٰ کی جانب ہو۔

۴۔ طریقۂ مراقبہ طریقۂ نفی و اثبات سے اعلیٰ و اولیٰ ہے کیونکہ طریقۂ مراقبہ سے مقامِ نورانیت و تصرفِ ملک وملکوت میں پہنچ سکتا ہے اور اشتراکِ خاطر حاصل ہوتا ہے اور باطن کو منوّر کرتا ہے اور دوامِ جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ خاموشی ان تین صفتوں سے خالی نہ ہو؛ نگہداشتِ خطرات یا مطالعہ، ذکرِ دل یا مشاہدۂ احوال کہ جو دل پر گزرتا ہو۔

۶۔ اہل اللہ کی صحبت سے عقلِ معاد کو ترقی ہوتی ہے۔ ہر روز یا ایک روز ناغہ کر کے، اور اگر بُعد مکانی ہو تو ایک مہینہ میں بذریعہ مکتوب جاری رکھے۔

۷۔ رسم و عادات کو چھوڑو جو کچھ کہ رسم و عادات خلق کی ہیں، اس کے خلاف کرو کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت رسم و عادات و بشریت کے توڑنے کے لیے ہوئی تھی۔ تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو اور سنت مؤکدہ پر دوام عمل کرو۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ نے کلمہ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔

۸۔ فرمایا جب آدمی اپنے میں رضائے الٰہی کی جانب میلان دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جب رضائے الٰہی کی جانب میلانِ خاطر نہ پائے تو تضرع وزاری کرے اور حق تعالیٰ کی صفتِ استغنائی سے ڈرے۔ (تذکرہ، ص:۸۷)

آپ کا وصال ۲۰/رجب ۸۰۲ھ کو مطابق ۱۳۹۹ء در جفانیا - روس میں ہوا۔

(خزینۂ معرفت، ص:۸۱)

حضرت مولانا یعقوب کرخیؒ کی وصیت بنام خواجہ عبید اللہ احرارؒ

بعد نمازِ عشاء جب نیند کا غلبہ ہونے لگے تو تین مرتبہ قل ھو اللہ احد اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الناس پڑھو اور اس کا ثواب جمیع اہلِ قبور کو کہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں، پہنچاؤ تا کہ ان کو آسائش پہنچے اور اللہ تعالیٰ کی ان پر بخشش ورحمت ہو۔ (خزینۂ معرفت، ص:۸۳)

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اِرۡحَمۡ تُرۡحَمۡ۔

خدارا بر آں بندہ بخشائش است

کہ خلق از وجودش در آسائش است

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی وصایا

۱۔ اگر چاہتے ہو کہ حضورِ حق کے مقام میں شیطان کے وساوس اور فکر سے آزاد ہو جاؤ تو ضروری ہے کہ مردانِ حق کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرو، کیونکہ وہ جان اور مال کے ساتھ ذاتِ الٰہی کے ذکر میں غرق ہو چکے ہیں۔ اس مقام کی تعبیر بعض حضرات نے شہود سے، بعض نے وجود سے۔ بعض نے تجلّیٔ ذات سے کی ہے۔ بعض نے اس کو یادداشت سے بھی تعبیر کیا ہے۔

۲۔ نگہداشت میں اس امر کی خبر رکھے کہ سانس کے اندر جانے اور باہر آنے سے باخبر ہو (یعنی کوئی سانس غفلت میں نہ داخل ہو نہ خارج) تا کہ حضور مع اللہ کی نسبت میں کسی قسم کا فتور پیدا نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ اس نگہداشت کے تکلف

کے بغیر ہی یہ نسبت اس کے دل میں حاضر ہو جائے اور پھر اس صفت کو بہ تکلف وسعی بھی دل سے دور نہ کر سکے۔

۳۔ ہر نماز کے بعد ایک ساعت ہے، اس کو بہترین اشغال میں صرف کرے۔ بہترین اعمال محاسبہ ہے۔ اگر تمام روز عبادت میں صرف ہوا ہے تو شکر ادا کرے اور اگر معصیت میں صرف ہوا ہے تو استغفار کرے۔

۴۔ فرمایا، اعمال و اخلاق کا اثر جمادات پر بھی پڑتا ہے۔ کوشش کرو کہ کوئی آرزو اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے دل میں نہ رہے۔ اگر یہ بات حاصل ہوگئی تو تیرا کام ہوگیا۔ پھر کشف و کرامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں غم نہیں۔

۵۔ فرمایا، زندگی سے اسی شخص کو فائدہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہے اور ذکرِ الٰہی سے گرم رہتا ہے۔ اس کے قلب کی حرارت اس کو اتنا موقع نہیں دیتی کہ دنیا کی محبت اس کے گرد پھرے۔ اس کی فکر حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبند، ص:۹۲)

حضرت خواجگی امکنی رحمۃ اللہ علیہ

اہل اللہ کے پاس خالصتاً للہ آنا چاہیے کہ ان کے باطن سے حصہ ملے۔ (خزینہ، ۸۵)

حضرت امام بخاریؒ کی نصیحت قاضی ابو العباس ولید بن ابراہیم

قاضی ابو العباس ولید بن ابراہیم جب رے کی قضا سے معزول ہوئے تو خود قاضی صاحب کا بیان ہے کہ مجھے علم حدیث کا شوق دامن گیر ہوا تو میں امام بخاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد ظاہر کر کے میں نے درخواست کی کہ مجھ پر توجہ فرمائیں۔ ارشاد فرمایا، اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کرو جب تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کی معرفت نہ حاصل کرلو۔ میں نے عرض کیا حضور والا! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، علمِ حدیث کے حدود اور مقادیر کو بیان فرما دیجیے تو ارشاد فرمایا یاد رکھو کہ بغیر ان رباعیات کے کوئی کامل محدث نہیں بن سکتا ہے اور جب یہ بارہ رباعیات یعنی اڑتالیس امور کوئی شخص مکمل کرلے تو پھر چار چیزیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں یعنی اس کی نظر میں، بمقابلہ علم، ہیچ ہو جاتی ہیں اور چار چیزوں سے اس کا

امتحان ہوگا۔ پھر جب ان چودہ رباعیات پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا اور آخرت میں ایک رباعی یعنی چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔

قاضی ولید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ اس کی شرح فرما دیں تو امام بخاریؒ نے ان رباعیات کی شرح فرمائی۔ چار چیزیں لکھے یعنی رسول پاکﷺ کی احادیث، صحابہ کرامؓ کی روایات اور ان کی تعداد، تابعینؒ کی روایات واحوال، بعد کے علماء کی روایات اور ان کی تاریخ۔

چار چیزوں کے ساتھ لکھے: راویوں کے نام، ان کی کنیت، ان کی سکونت یعنی مکان، ان کا زمانہ یعنی ولادت ووفات کی تاریخ۔

چار کے مانند (چار کی طرح) جیسے خطبہ یعنی تقریر کے ساتھ اللہ کی حمد، توسل کے ساتھ دعاء اور سورۃ کے ساتھ بسم اللہ، نماز کے ساتھ تکبیر۔

چار کے مثل: مسندات، مرسلات، موقوفات، مقطوعات

چار میں: کم سنی، جوانی، ادھیڑ عمر میں، بڑھاپے میں۔

چار حالتوں میں: فرصت کے وقت، مشغولیت کے وقت یعنی عدیم الفرصتی، تنگدستی کے وقت، خوشحالی کے وقت۔

چار مقامات میں: پہاڑوں میں، سمندروں میں، شہروں میں، جنگلوں میں۔

چار چیزوں پر: پتھروں پر، ٹھیکروں پر، چمڑوں پر، ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔

چار سے: اپنے بڑوں سے، ہم عمروں سے، اپنے چھوٹوں سے، اپنے والد کی کتاب سے بشرطیکہ یقین ہو کہ باپ ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

چار مقصد کے لیے: لوجہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، اس پر عمل کرنے کے لیے جو کتاب اللہ کے موافق ہو، طلبہ اور علم سے محبت کرنے والوں میں پھیلانے کے لیے اور تالیف کے لیے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔

یہ دس رباعیاں بغیر ان دو رباعیوں کے پوری نہ ہوں گی۔

ان چار کے بغیر پوری نہ ہوں گی: کتابت کی معرفت یعنی لکھنے کا ڈھنگ، علمِ لغت، علمِ نحو اور علمِ صرف۔

ان چاروں کے ساتھ جو عطائی ہیں: قدرت، صحت، شوق، قوتِ حافظہ۔

جب یہ بارہ رباعیات یعنی اڑتالیس چیزیں نصیب ہو جائیں تو پھر یہ چار چیزیں اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتی ہیں یعنی بمقابلہ علم یہ چیزیں ہیچ ہو جاتی ہیں: بیوی، مال، اولاد، وطن۔

اور چار چیزوں میں امتحان ہوتا ہے: دشمنوں کی شماتت یعنی عداوت، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کے طعن، علماء کے حسد سے۔

اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا: قناعت کی عزت، ہیبتِ نفس یعنی بارعب ہوگا، علم کی لذت، حیاتِ ابد سے۔

اور حق تعالیٰ آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا: اپنے متعلقین میں سے جس کی چاہے سفارش کرے، عرشِ الٰہی کا سایہ جس روز دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا، حضور اقدس ﷺ کے حوضِ کوثر سے جس کو پلانا چاہے پلائے گا اور جنت میں اعلیٰ علیّین کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام کی مجاورت وقرب عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاریؒ نے فرمایا 'میں نے جو اپنے اساتذہ سے متفرق سنا تھا تم کو بتا دیا، اب تمھاری مرضی علمِ حدیث حاصل کرو یا اس ارادہ کو ترک کر کے کچھ مسائل واحکام سیکھ لو۔

قاضی ولیدؒ کا بیان ہے کہ اس تقریر نے مجھ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا اور میں ادب سے گردن جھکا کر سوچنے لگا۔ جب امام بخاریؒ نے میری یہ کیفیت (فکرمند) دیکھی تو فرمایا، اگر تم میں ان مشقتوں کے اُٹھانے کی طاقت نہیں تو تم فقہ حاصل کر لو۔ علمِ فقہ گھر بیٹھ کر حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے لیے دور دراز کا سفر، شہر شہر گھومنے، سمندروں اور دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ درآنحالیکہ فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے اور آخرت میں فقیہہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اور نہ فقیہہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ جب میں یہ سنا تو طلبِ حدیث کا ارادہ ختم کر دیا اور فقہ حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں آگے نکل گیا۔

(نصر الباری، جلد:۱، ص:۶۹-۶۸)

امام العارفین والاصولیین علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ

(وفات: ۹۷۳ھ بمقام قاہرہ)

اپنے آپ کو ہر مسلمان سے کم سمجھیں۔ اگر ہم کو اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش ہو تو اپنے نفس کو بلاؤں اور تکالیف کے لیے آمادہ کرلیں۔ مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے نہ آیا کریں۔ تمام احکام کی صبح و شام حفاظت کریں اور دل سے ان کا خیال رکھیں۔ مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو کر رہیں۔ ذکر سے فارغ ہو کر فوراً خلوت میں پہنچ جائیں۔ قرآن حفظ کرنے والوں کو حکم کریں کہ اپنی زبانوں کو جھوٹ اور غیبت سے بچائیں۔ جس شخص کی عادت لڑنے جھگڑنے کی ہو اس کے ساتھ مناظرہ نہ کریں۔ مخالفین سے اپنا برتاؤ بھلائی کا قطع نہ کریں۔ اپنے حقیقی رتبے کو عند اللہ ہر مومن کے رتبے سے کم سمجھیں۔ طالب کو جب تک پوری محبت نہ ہو جائیں اس وقت تک اس سے عہد بیعت نہ لیں۔ دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت اور جھگڑا نہ کریں۔ عباداتِ شرعیہ پر تنخواہ نہ لیا کریں۔ کفار اور ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا قبول نہ کریں۔ جب مقاماتِ سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے رہیں۔ جب تک ایثارِ نفس کامل طور پر حاصل نہ ہو والدین و مشائخ کے ساتھ ایک برتن میں نہ کھایا کریں۔ علمائے اسلام اور صوفیائے کرام کی طرف سے خوب جواب دیں۔ بعبارتِ عربی جس کا مطلب سمجھ میں نہ آیا، علماء ملاحظہ کریں۔ مالِ وقف سے ضیافت نہ کریں۔ اگر چاندی سونے کے ڈھیر پر گزر ہو تو اس میں سے ایک دن کی خوراک سے زیادہ نہ لیں۔ اپنے دل کو دنیا کی طرف متوجہ نہ کریں۔ دنیا اور اس کی لذت کی طرف رغبت سے نہ دیکھیں۔ اپنی زمین کا لگان شاہی لگان کے برابر مقرر نہ کریں۔

اپنے نفس کے ساتھ اس قدر مجاہدہ کریں کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔ اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور جائز گفتگو میں شامل کردیں۔ جب تک بستی میں اپنے سے زیادہ کوئی محتاج معلوم ہو اس وقت تک اپنی ذات کے لیے کوئی ہدیہ و صدقہ قبول نہ کریں۔ ریاست اور سرداری کے کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیش قدمی نہ کرنا چاہیے۔ جس کو ہماری آبرو ریزی کی وجہ سے جسمانی تکلیف پہنچی ہو اس سے ملنا جلنا کم کردیں۔ جملہ اقوال و افعال وغیرہ

میں توحید خالص حاصل کریں۔ اپنے شیخ میں جو بات نقصان وعیب کی نظر آئے اس کو اپنا عیب سمجھیں۔ اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں۔ کتاب اللہ وحدیثِ نبوی کی حقیقی مراد کو اپنے سمجھے ہوئے مطلب میں منحصر نہ کریں۔ جس قدر حقوق اللہ وحقوق العباد ہمارے ذمے ہیں ہمیشہ ان میں نظر کرتے رہیں۔ اگر مال دار لوگ کھلم کھلا زکوٰۃ نہ نکالتے ہوں تو ان سے بدگمان نہ ہوں۔ دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں۔

اپنے دوست احباب سے پہلے مخالفین کے ساتھ زیادہ میل جول کریں۔ گنہگاروں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کیا کریں۔ سفر میں اپنے ساتھیوں کو لے کر ایسے شخص کے گھر نہ اُتریں جو مہمان نوازی میں مشہور ہو۔ جو طالب علم عمل میں کوتاہی کرتا ہو اس کے پڑھانے سے رُک جائیں۔ دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا سے بے رغبت اور منصوبوں سے علیحدہ ہوں۔ اپنے دوستوں کو مقاماتِ عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہا کریں۔ جس شخص کے دل کو دین کے بارے میں مضبوط دیکھیں اس کو نصیحت کرنے کے لیے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں۔ جو شخص شریعت کی تلوار یا تازیانہ شرع سے مارا گیا ہو ہمارے دل میں اس کے لیے شفقت ورحمت پیدا نہ ہونی چاہیے۔ اپنے دوستوں کو ہدایت کرتے رہیں کہ ہم جنسوں میں سے جس کی حالت بدل جائے اس پر رحم کیا کریں، ہنسیں نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہو کر نہ رہیں۔

اللہ کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیا کریں۔ اپنے آپ کو کسی سیّد سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں۔ مرید جب تک تمام حقوقِ مال وآبرو کے متعلق ادا نہ کردے اس وقت تک اس سے عہد بیعت نہ لیں۔ بیعت کے بعد مرید کی نگہداشت سے غفلت نہ کریں۔ اپنے بھائیوں کی زیارت کرتے رہا کریں۔ جب تک کھانے پینے اور سونے سے پہلے خدا تعالیٰ سے اجازت نہ حاصل کرلیں اس وقت تک کوئی کام شروع نہ کریں۔ کسی مصیبت زدہ کی حاجت روائی سے چھپ کر نہ بیٹھیں۔ امورِ متعلقہ سلطنت وحکمت میں دخل نہ دیا کریں۔ جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں۔ بے وضو بھی کبھی نہ سویا کریں۔ بغیر باطنی طہارت کے بھی نہ سویا کریں۔ اگر ہماری عدم موجودگی سے مجلس ذکر میں لوگ کسی دن جمع نہ ہوں تو ہم خود اس کی قضا کریں۔ اگر کسی کو کسی پر

اعتراض کرتے دیکھیں تو حکمت سے اس کا علاج کریں۔ رات کے پچھلے تہائی حصے میں کبھی نہ سویا کریں۔تمام اصحاب خدمت کی امداد کرتے رہیں۔مسلمانوں کے ہرغم میں شریک ہونا چاہیے۔

جن لوگوں میں عداوت ہو ہر فریق سے یہ کہہ دیا کریں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ مسلمان سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں۔کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے حق تعالیٰ کا کوئی بھی حق ادا کیا ہے۔ جوکوئی ہماری مدح کرے اس کو ڈانٹ دیا کریں۔ جوکوئی ہماری تعریف کرے اس کے منہ میں مٹی جھونک دیا کریں۔ جوشخص بغیر علم کے بحث کرتا ہو اس سے ہرگز مقابلہ نہ کریں۔ جولوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا اور مشتبہ مال قبول کرتے ہیں ان پر جلدی اعتراض نہ کریں۔اپنے دوستوں میں سے کسی کو دوسروں کے منصب میں بیجا کوشش نہ کرنے دیں۔اپنے کسی دوست کو خالی وظیفہ یا منصب کے لیے بےضرورت کوشش نہ کرنے دیں۔اگر سیّد ہم سے کوئی چیز مانگے فوراً دے دیا کریں۔اپنے پاس روپیہ واشرفی رات گزرنے نہ دیں۔ ہمارے ہمعصر مخالف کی اگر کوئی تعریف کرے تو ہم کو بھی اس کی تائید کرنا چاہیے۔جس شخص کا علم نفس ہی میں رکھا ہو اس سے تہذیبِ اخلاق کی اُمید نہ رکھیں۔خدام مسجد اور مؤذن وغیرہ سے دشمنی پیدا نہ کریں۔

چغل خور سے تعلق قطع کردیں۔مجاہدۂ نفس کو علومِ زائدہ پر مقدم کریں۔ ختنہ وغیرہ کی تقریب میں نہ جایا کریں۔عرسوں کی دعوت قبول نہ کیا کریں۔ بے باک لوگوں کا کھانا نہ کھائیں۔ حاجت مند سائل کو خالی واپس نہ کریں۔ جب کوئی ہم پر ظلم کرے اپنے آپ کو اس سے زیادہ کا مستحق سمجھیں۔ جب کوئی دوست قید ہوجائے تو اس کی ملاقات کو زیادہ نہ جائیں۔ ٹیکس ادا کرنے میں جلدی کریں۔ جوکوئی قربِ خداوندی کا دعویٰ کرے اور علامات موجود ہوں تو ہم اس کے دعویٰ کو تسلیم کرلیا کریں۔اپنی طبعی صفاتِ بشریہ کے مشاہدہ سے غافل نہ رہا کریں۔ اپنے پر خوشی کی ضیافتوں اور ولادت کی تقریبات میں جانے کا دروازہ نہ کھولیں۔نذر و منّت اور تعزیتِ میت کا کھانا نہ کھایا کریں۔غریب، مزدور پیشہ آدمی کا کھانا کھانے سے پہلے مخفی طور پر اس کی امداد کیا کریں۔

اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہ ہمارے کیے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ یہ اعتقاد پیش نظر رکھیں کہ حق تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ سفارش کے لیے

پیادہ پا جایا کریں۔ بدونِ ظاہری اور باطنی طہارت کے کسی کی سفارش کے لیے حکام کے پاس نہ جایا کریں۔ حکام کو اپنی صحبت میں داخل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ تنگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی راضی رہیں جیسا کہ فراخی کی صورت میں۔ حق تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ بالغ نوکروں میں سے کسی کو اہل وعیال کے سامنے جانے کی اجازت نہ دیں۔ اپنے بھائیوں کو صحبتِ اولیاء کے آداب بتلاتے رہیں۔ دنیوی غرض کے لیے کسی کو اپنی صحبت میں داخل نہ کریں۔ اپنے بھائیوں میں سے کسی کو فقیروں پر انکار نہ کرنے دیں۔ دوستوں کو تکلیف پہنچانے والے سے خلاصی کا طریقہ سکھلائیں۔ اپنے دوستوں کو حکم کریں کہ بڑوں کی سفارش قبول کریں۔ اپنے دوستوں کو قرضداروں اور قرض خواہوں کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم کریں۔

تمام لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم کریں۔ صدقہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے دیا کریں۔ ہمیشہ رہنے والے اور بڑھنے والے نیک اعمال کو مقدم کریں۔ کسی کو کوئی چیز دے کر اس کو بدلہ سے بے فکر کردیں۔ اہل وعیال اور خدام کو ساتھ لے کر کسی کی ملاقات کو نہ جایا کریں۔ کسی سے مشورہ لیں تو اپنے دل میں چھپی ہوئی بات کو اس کے سامنے آراستہ کرکے نہ بیان کریں۔ اپنے تجارت پیشہ دوستوں کو حکم کریں کہ ظالم تاجروں کا طریقہ اختیار نہ کریں۔ کسی کا مال چھڑانے کی ذمہ داری نہ لیا کریں۔ کسی شخص کو عدالت میں حاضر کرنے کا ضامن نہ بنیں۔ جو لوگ ہمارا کہنا مانتے ہوں ان کو کرایہ بلاضرورت زیادہ نہ لینے دیں۔ جو تاجر ہمارا کہنا مانتے ہوں ان کو دنیا میں بہت زیادہ منہمک ہونے سے روکیں۔ اپنے شاگردوں، مریدوں کے مال میں سے اپنی ذات کے واسطے کوئی چیز قبول نہ کریں۔ بغیر شرعی قدرت کے نکاح اور حج نہ کریں۔ ہم کوئی وقف کریں تو اس میں ایسی شرطیں نہ لگائیں جو مستحقین کے اوپر گراں ہوں۔

غلاموں کے اوپر بہت زیادہ بندش نہ کیا کریں۔ اپنے دوستوں کو کسی کے ساتھ ہرگز نہ جھگڑنے دیں۔ درمیانی چال اختیار کریں۔ اپنے دوستوں کو وجوبِ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے حیلے نہ کرنے دیں۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بہت زیادہ احسان کیا کریں۔ ہم اپنی اولاد کو ضروریاتِ دین کی تعلیم دینے کے بعد کوئی ہنر و پیشہ بھی سکھلا دیں۔ اپنی اولاد اور غلاموں کی مدد کیا کریں۔ ہمارا جو مقروض ادا کرنے پر قادر ہو اس سے سختی سے قرض کا مطالبہ کریں۔ اپنے تاجر

دوست کو تاکید کریں کہ زیادہ فائدہ کی اُمید پر سامانِ تجارت کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو تجارت کے لیے سفر کرنے کا مشورہ نہ دیں۔ صنعت و پیشہ میں مخلوق کو نفع رسانی کا قصد کریں۔ ہمارے اوپر کسی کا حق ہو اور ہم اس کو نہایت احتیاط کے ساتھ ادا کر دیں تب بھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس حق سے پوری طرح سبکدوش ہو گئے۔ اوقاتِ ضرورت کے سوا قرض مانگنے والے کو قرض نہ دیا کریں۔

فراخی کی صورت میں اسراف کے بجائے محتاجوں کی امداد کریں۔ گھوم پھر کر بیچنے والے اور راستوں کی دکانوں کا کھانا نہ کھایا کریں۔ جتنی عبادت کی توفیق مل رہی ہے اس پر شکر کرتا رہے۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو خزانوں کی تلاش اور تحصیلِ مقاصد کے دھندوں میں مشغول نہ ہونے دیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو کیمیا گری کے علم میں مشغول نہ ہونے دیں۔ اپنی وسعت کے موافق اچھے سے اچھا لباس جو ہم کو ملے وہ پہنا کریں۔ مقروض آدمی سے ہدیہ قبول نہ کریں۔ معزول آدمی کی ایسی تعظیم نہ کریں جیسی تعظیم معزولی سے پہلے کرتے تھے۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو راگ باجہ اور گانے کی طرف کان نہ لگانے دیں۔ قواعدِ سلف کے خلاف قرآن شریف پڑھنے سے منع کریں۔ جب ہم کو لوگوں میں کچھ عزت حاصل ہو جائے تو اپنی سابقہ حالت کو نہ بھولیں۔ واعظ اور خطیب سے جو باتیں سنیں سب کو اپنے نفس پر محمول کریں۔ جو ہم سے نفرت کرے اور ہماری تنقیص کرے تو ہم اس پر رحم کرتے ہوئے اس کے ساتھ شیریں کلامی اور بکثرت آمد و رفت کر کے اس کا علاج کریں۔

ہمارے شہر میں اگر کوئی شیخ یا واعظ ایسا آ جائے جس کی طرف ہمارے سارے معتقدین ڈھل جاویں تو ہم کو اس سے خوش ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر محض تعمیلِ حکم کی غرض سے کیا کریں۔ جب تک ہم دنیا میں رہیں اس وقت تک راحت نہ ڈھونڈیں۔ کسی رات نیند کے غلبے سے اگر وظیفہ چھوٹ جائے تو ہم کو تقدیر کی وجہ سے تکدر و رنج نہ ہونا چاہیے۔ اپنے دوستوں کو یقین حاصل کرنے کے طریقے بتلاتے رہیں۔ اپنے نفس کے لیے ان مقامات کو تسلیم نہ کریں جن کے حصول کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ ہر جاہل کے ساتھ بردباری سے کام لیا کریں۔ ہر دعا میں اجابت اور قبولیت کا اعتقاد رکھیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو اس کے ہم عصر کے ساتھ حسد نہ کرنے

دیں۔حق تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے عیوب ظاہر کردیں تو ہم حق تعالیٰ کا شکر بجالائیں۔ مسجد میں ریح ہرگز نہ نکالیں۔ اپنے نفس کو ان لوگوں کی باتوں کا جواب دینے میں مشغول نہ کریں جو ہماری آبرو ریزی اور تنقیص کرتے ہیں۔ ہمارے دوستوں میں سے کوئی شخص حاکم کی عدالت میں بلایا جائے تو اس کو ان آداب کی تعلیم دیں جو مصائب وتکالیف کے متعلق ہیں۔

اپنے دوستوں کو حکم کریں کہ وہ اپنے نفس کو حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں پر مجبور کیا کریں۔ رات کو بدون وِتر پڑھے نہ سوئیں۔حق تعالیٰ کی رحمت کو کسی مسلمان سے بھی دور نہ سمجھیں۔ اپنے زمانے کے آدمیوں کے ساتھ انہی کی روش پر چلتے رہیں۔ اپنے ہم عصر لوگوں کے حالات کو زمانۂ گزشتہ کی میزان سے موازنہ نہ کیا کریں۔ دوستوں کو منع کریں کہ وہ اللہ عزَّوجل کو چھوڑ کر ہمارے اوپر بھروسہ نہ کریں۔ اس زمانے میں اپنے علم وعمل کے نقصان کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے نااُمید نہ ہوا کریں۔حق تعالیٰ سے ہمیشہ یہ درخواست کیا کریں کہ وہ ہماری کوئی بددعا اُمتِ محمدیہ کے کسی فرد کے حق میں کبھی قبول نہ فرمائیں۔ روٹی کا حجم چھوٹا کیا کریں۔ کھانے پینے کے وقت اپنے دل میں یہ مضمون حاضر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ کھانے پینے کی چیز سامنے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شبہ والی چیز سے بچالے۔ جب اپنے دل میں قبولیتِ دعا کی حلاوت پائیں اس وقت اپنے دوستوں کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کریں۔

کسی یہودی یا نصرانی سے علاج نہ کروائیں۔ کھانا اس طرح نہ کھائیں کہ کوئی آنکھ ہم کو دیکھ رہی ہو۔خوب پیٹ بھر کر نہ کھایا کریں۔حتی الامکان ہر شخص کا کھانا نہ کھایا کریں۔ اپنی حالت کے درست ہوجانے سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اپنی تربیت کے لیے علماء صالحین میں سے کوئی نہ ملے تو شریف لوگوں سے ادب حاصل کریں۔ مجذوبوں سے میل جول نہ رکھیں۔ اہم کام میں اپنے دوستوں سے مشورہ کرنا نہ چھوڑیں۔صبح وشام استغفار کثرت سے کیا کریں۔ اپنے دوستوں کو قیل وقال کی مجلسوں میں نہ بیٹھنے دیں۔ فتنہ کے دنوں میں اپنے گھر میں رہا کریں۔ کوئی ظالم یا اس کا نوکر ہمارے سلسلے میں داخل ہو تو اس کو ادب کا طریقہ سکھلانا چاہیے۔ کسی زمین میں ہم سے اللہ کی نافرمانی ہوجائے تو اسی زمین میں کوئی نیک کام بھی کرلیں۔ ہمارا کوئی دوست کسی بدکی

صحبت میں بیٹھنے لگے تو اس سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں۔ ہمارے گھر جس قدر غیر موذی جانورو کیڑے وغیرہ رہتے ہوں ان کی خبر گیری کریں۔

اپنے احوال اور اطاعات میں سے کسی میں بھی کمال کا دعویٰ نہ کیا کریں۔ جماعت کے وقت اپنے دل سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا کریں۔جن ایام میں حمل قرار پانے کی توقع ہو ان میں اپنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کریں جب تک ہمارا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ درست نہ ہو۔اپنی بیوی اور باندی کی نگاہ میں اپنی عزت کو محفوظ رکھا کریں۔ ہمارے دوستوں میں سے کوئی بھی ایسے شخص کو ایذا نہ پہنچانے پائے جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہو۔روشنی لے کر جماعت کے لیے نہ آیا کریں۔ ہر نو وارد مہمان کا اکرام کیا کریں۔کسی مہمان کے لیے کبھی تکلف نہ کیا کریں۔تمام موجودات پر رحم کرنے کی عادت اختیار کریں۔سلام کرنے میں پہل کریں۔سیّد زادی سے نکاح اس وقت کریں جب آپ اپنے آپ کو اس کے خدام میں سے سمجھ لیں۔ ہماری مالدار بیٹی یا بہن کے لیے کوئی غریب سیّد زادہ پیغام دے تو رد نہ کریں۔سوال کرنے والے سیّد کو جس قدر ممکن ہو ضرور دیں۔

کسی قوم پر کسی کام میں آگے بڑھنے اور بڑا بننے کی کوشش نہ کریں۔مواقع غفلت میں جیسے بازار اور سیر و تفریح کی جگہ حق تعالیٰ کو ضرور یاد کریں۔ جب ہماری برائیاں مخلوق پر ظاہر ہو جائیں تو ہم مخلوق کے ساتھ زیادہ احسان کیا کریں۔احادیثِ فضائل پر عمل کیا کریں۔کسی کو مشورہ نہ دیا کریں، مگر جب کہ اس معاملے میں ہماری نظر مشورہ لینے والے سے زیادہ کامل ہو۔ قرأتِ قرآن اور ذکر کے لیے بدونِ طہارت کے کبھی نہ بیٹھا کریں۔ اپنے ساتھ حسد رکھنے والے سے مکدر نہ ہوا کریں۔ان لوگوں کا اکرام کیا کریں جن کے سپرد ہمارے دنیوی معاملات ہیں۔دنیا کی ہر چیز کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔اگر کوئی شخص کسی کو ہمارے موافق مشورہ نہ دے تو اس سے مکدر نہ ہوں۔ جب تک ہم باطن میں کسی امرِ مذموم کے مرتکب ہوں اس وقت تک تلقین ذکر اور بیعت کرنے کے درپے نہ ہوں۔کسی سے اس وقت تک بیعت نہ لیں جب تک ہم کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اپنے علم میں ہم سے کم سمجھتا ہے۔کسی کا راز ظاہر نہ کیا کریں۔

جو باتیں ہم نے کسی عالم سے سیکھی ہیں ان پر خود عمل کریں اگرچہ وہ عمل نہ کرتا ہو۔انصار

کی نیک اولاد سے بغض نہ رکھیں۔ ایک کپڑے میں لپٹ کر کسی مرد کے ساتھ کبھی نہ سوئیں۔ سننِ شرعیہ کو سستی اور کاہلی سے کبھی ترک نہ کریں۔ اپنے دوستوں کو ضرورت سے زیادہ سونے نہ دیا کریں۔ حرفت کرنے والوں میں جب کوئی ہم سے مرید ہو تو ہم اس کو اسی پیشہ پر قائم رہنے کا حکم کریں۔ جب ہماری لڑکی بالغ ہو جاوے تو اس کے نکاح میں جلدی کریں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھی اس کی بیٹی کے جہیز کے متعلق یہ دعویٰ نہ کرنے دیں کہ یہ اس کی ملک نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری بیٹی سے نکاح کا پیغام دے تو اس کو سامانِ نکاح و مقدماتِ شادی میں طاقت سے زیادہ خرچ کرنے کی تکلیف نہ دیں۔ اگر ہماری لڑکی اپنے خاوند کے ساتھ جانا اور اس کے پاس رہنا چاہیے تو اس سے مشوش نہ ہوں۔ جب ہماری لڑکی اپنے خاوند کی شکایت کرے تو اس کے مقابلے میں اپنی بیٹی کی حمایت و طرف داری میں جلدی نہ کریں۔ جماعت میں اچھی نیت کیا کریں۔ حمل قرار پانے کے بعد جہاں تک ممکن ہو حفظِ صحت کے لیے جماع کم کیا کریں۔

جب کوئی شخص کسی مسئلے میں علماء کی نقل کی مخالفت کرے تو اپنے دوستوں کو اس پر اعتراض میں جلدی کرنے سے روکیں۔ جب عہدہ دارانِ سلطنت تک ہماری رسائی ہو جائے تو ہم کسی کے لیے عہدۂ حکومت کی سعی نہ کریں۔ جو شخص کسی عہدۂ حکومت سے معزول ہو جائے تو اس کو صبر کی وصیت کریں۔ اپنے دوستوں کو تاکید کریں کہ جب کسی عالم یا درویش کے پاس جانا چاہیں تو اپنی عقل کی ترازو کو توڑ کر ان کے پاس جایا کریں۔ اپنے نصیحت کرنے والے دوستوں کو حکمت و تدبیر کے طریقے بتائیں۔ کفار کو بھی نصیحت کیا کریں۔ جو پڑوسی ہمارے سامنے گناہ کرتا ہو تو جہاں تک ہو سکے ہم اس کی پردہ پوشی کریں۔ اپنے دوستوں میں سے علماء ظاہر کو ذاکرین کی تعظیم کا حکم دیں۔ کتاب اللہ اور احادیث میں جو اُمور از قبیلِ متشابہات ہیں ہم ان کے معانی کی تلاش میں اپنے آپ کو پریشانی اور تعب میں نہ ڈالیں۔ اس زمانے میں اگر کوئی ہم سے کسی کی حالت دریافت کریں تو صرف اتنا کہیں کہ وہ ہم سے اچھا ہے، باقی پوری حالت کسی اور سے دریافت کرو۔ جن اولیاء پر بعض لوگوں نے اعتراض کے ساتھ کلام کیا ہے ان کا تذکرہ انہی لوگوں کے سامنے کیا کریں جو ان کے معتقد ہیں۔

اپنے اہل و عیال اور بیوی بچوں کو آدابِ شرعیہ خود سکھلایا کریں۔ حدیث اس وقت تک

نہ پڑھا کریں جب تک کچھ صدقہ نہ کر دیں۔ان منکرات کے ازالے میں زیادہ سختی کریں جن کی حرمت پر اتفاق ہے۔ جو اُستاد ہمارے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتا ہو اس کی خوب تعظیم کیا کریں۔ سلف صالحین سے جو آداب منقول ہیں ان پر عمل کریں۔ تلاوتِ قرآن اور قرأتِ حدیث کے وقت کسی کو شور و شغب اور آواز بلند نہ کرنے دیں۔ جس جگہ شرعاً جہر کرنا افضل ہے وہاں اپنے سب افعال و اقوال کو علانیہ کیا کریں۔ جن مسلمانوں کے ہاتھ میں منافع عامہ ہیں ان کی عزت و حرمت کا لحاظ رکھا کریں۔ جس شخص کا نام اللہ تعالیٰ اور انبیاء اور اکابر اولیاء کے ناموں سے مشابہ ہو اس کی تعظیم زیادہ کیا کریں۔ اُمتِ محمدیہ کے تمام آدمیوں کی خطاء کو اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی خاطر معاف کر دیا کریں۔ اپنے دوستوں کو دھوکہ دہی اور فریب بازی سے بچنے کی نصیحت کریں۔ گنہگاروں سے صرف اللہ کے واسطے نفرت و بغض کیا کریں۔ جب کسی مسلمان پر کوئی طعن کیا جاوے تو ہم ان کی طرف سے جواب دیا کریں۔

مسلمانوں میں سے کسی کے ساتھ بدگمانی نہ کیا کریں۔ جو شخص ہم سے بڑا بننا چاہے ہم اس سے بڑا بننے کی خواہش نہ کریں۔ ہمارے پاس جس قدر مال ہو اس کو خالص اپنا مال نہ سمجھیں۔ اپنے دوستوں کو کثرتِ ایثار کا حکم کریں۔ جس شخص کے ساتھ بھی تعلق و صحبت پیدا کریں خالصاً لوجہ اللہ پیدا کریں۔ دنیا سے بے تعلقی اور زہد اس واسطے نہ اختیار کریں کہ دل کو راحت زیادہ حاصل ہوگی۔ کھانے پینے کی ہر چیز کے استعمال کے وقت اپنے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھا کریں۔ اپنے احباب حفاظِ قرآن کو سختی کے ساتھ تاکید کریں کہ وہ اپنے اوپر مُردوں کے ایصالِ ثواب کی دعوتیں قبول کرنے کا دروازہ نہ کھولیں۔ جو درویش ہماری تربیت میں ہوں انھیں قبروں وغیرہ پر پیسوں کے معاوضے میں قرآن خوانی سے منع کریں۔ امراء اور ارکانِ دولت کا قرب اختیار نہ کریں۔ اہلِ فضل و اہلِ علم کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کریں۔ جب تک ہم دنیا میں ہیں اس وقت تک کسی بڑے سے بڑے فتنے میں مبتلا ہونے سے بھی مطمئن نہ ہوں۔ شیطان سے ڈرتے رہیں۔

اپنے بھائیوں اور ہم عصروں سے بڑا بننے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ اپنے دوستوں کو جواں مرد اور بلند حوصلہ بننے کی ترغیب دیں۔ اپنے دوستوں کو دنیا کی رونق اور دنیا داروں کی

چیزوں کی طرف نظر اُٹھانے سے منع کریں۔ مسجد میں جاتے ہوئے اچھے کپڑے پہننے میں سستی نہ کریں۔ جب ہم سے کوئی ایسی بات صادر ہو جس سے عذر خواہی کرنا ضروری ہو تو عذر خواہی کرلیا کریں۔ اعمالِ مستحبّہ کو ایسے موقع پر علانیہ کیا کریں جہاں اس کی اُمید ہو کہ لوگ ہماری اتباع کریں گے۔ جو شخص ہم سے ناحق ناراض ہو اس سے صلح کرنے میں خود ابتداء نہ کریں۔ جو شخص اپنے ہدیہ کو بہت قیمتی اور قابلِ قدر سمجھتا ہے اس کا ہدیہ کبھی قبول نہ کریں۔ جو شخص ہم کو فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے کچھ مال دے تو اس کو منظور نہ کریں۔ جو جماعت ہماری زیرِ تربیت ہے اس کے واسطے کسی سے کچھ مال و اسباب قبول نہ کریں۔ اپنے تمام صدقاتِ نافلہ اور مستحب خیرات و ہدایات کو چھپایا کریں۔ اپنے نفس اور اہل و عیال پر زیادہ توسع نہ کریں۔ کسی مسلمان کے ساتھ مکر وفریب نہ کریں۔

کسی ایسی چیز سے اپنے کو افضل نہ سمجھیں جس کی طرف ہم کو کسی وقت احتیاج ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر کشف کا دروازہ کھول دیں اور کوئی جانور کہے کہ مجھے ذبح نہ کرو تو اس وقت شریعت کی اجازت پر عمل کریں۔ ہم کسی مسلمان سے کسی دوسرے شخص کی وجہ سے بدونِ شرعی سبب عداوت نہ کیا کریں۔ جب دو شخص ہم کو دعوت دیں اور دونوں کے گھر فاصلہ میں برابر ہوں تو اس شخص کی دعوت قبول کریں جس کی دعوت رد کرنے سے دل شکنی کا زیادہ خطرہ ہو۔ جس محفل میں بڑے طبقے کے لوگ شریک ہوں خصوصاً مناظرے کی مجلس میں ہرگز نہ جائیں۔ جب ہم کسی مجلس میں حاضر ہوں تو جب تک ہو سکے خود گفتگو شروع نہ کریں۔ مجمع عام میں یا درس ومجلسِ ذکر سے فارغ ہونے کے وقت کسی کو اپنے ہاتھ چومنے نہ دیں۔ اپنے کو اس قابل نہ سمجھیں کہ کوئی ہمارے پاس بیٹھے یا ہماری بات کا جواب دے۔ اگر کوئی ہمارا نام بغیر القاب کے لیے پکارے تو اس سے مکدر نہ ہوں۔ گناہوں سے صرف حق تعالیٰ سے شرما کر بھاگا کریں۔

بزرگوں کا سا لباس پہن کر جاہلوں، متکبروں، فاسقوں جیسے کام نہ کریں۔ اگر نیک لوگ ہمارے سامنے اپنا ایسا واقعہ بیان کریں جو عقلاً ناممکن ہو تو اگر خلافِ شریعت نہ ہو تو انکار نہ کریں۔ جس کا جو حق بھی ہمارے ذمے واجب ہو اس کو حق دار کے مطالبے سے پہلے ادا کردیا کریں۔ اگر ہم کسی جگہ دینی کام میں مشغول ہوں پھر کوئی شخص اس کام کو انجام دینا چاہے اور وہ

اس کا اہل بھی ہوتو ہم خوشی سے چھوڑ دیں۔ کسی شخص کے سامنے اپنی تعریف کبھی نہ کریں، مگر یہ کہ شرعی ضرورت ہو۔ ہمارے دوستوں میں سے جو شخص سلسلہ سے نکال دیے جانے کا مستحق ہو اس کو اپنے دل سے دور کر دیا کریں نہ کہ زبان سے۔ حکام کی اصلاح کے درپے اس وقت تک نہ ہوں جب تک ہم کو ان کے اندر تصرف کی قدرت نہ ہو۔ لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر کے اپنے دوستوں کے پاس شکریہ ادا کرنے بھیج دیا کریں۔ حکام کے پاس لوگوں کی سفارش نہ لے جایا کریں۔ عالمِ وجود کی ہر اچھی بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ آج کل کے قاضیوں کے فیصلے اور گواہوں کی شہادتوں کو باطل نہ کہا کریں۔

اپنے دوستوں کو ہدایت کریں کہ وہ اپنے معاملات میں ہوشیاری سے کام لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے جو ہمارے شاملِ حال ہیں دھوکہ نہ کھائیں۔ جن چیزوں کا واقع ہونا ہم کو کشف سے معلوم ہو جائے ان کو ظاہر نہ کریں۔ اپنے متعلقین کو غالی صوفیہ کی کتابوں کے دیکھنے سے منع کریں۔ کسی مرید کو فقہاء سے جھگڑنے اور ان پر انکار کرنے کی اجازت نہ دیں۔ کوئی دن رات ایسا نہ گزرنے پائے جس میں ہم نے چوبیس ہزار بار اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا ہو۔ کسی کی پوشیدہ حالت کا تجسّس نہ کریں۔ بڑے درجے کے لوگوں کے پاس نشست و برخاست زیادہ نہ کیا کریں۔ اپنے متعلقین کو اس بات کی گنجائش نہ دیں کہ وہ ہم کو ہمارے ہم سروں پر ترجیح دیں۔ اپنے نفس کو سب ہمسروں سے زیادہ علم و معرفت کا دعویٰ کبھی نہ کرنے دیں۔ جب کوئی مصیبت نازل ہو تو اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر فریاد کریں۔ اپنے دوستوں اور متعلقین کو تعویذات و نقوش وغیرہ میں مشغول نہ ہونے دیں۔

اس زمانے میں اپنے پیٹ کی حفاظت سے غفلت نہ کریں۔ جو ہم پر ظلم کریں اس پر بددعا کبھی نہ کریں۔ اُمتِ محمدیہ کے بدکاروں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے اعمالِ صالحہ کثرت سے کیا کریں، مگر ان پر بھروسہ نہ کریں۔ کبھی کبھی عمدہ لذیذ غذائیں کھا کر اور نفیس کپڑے پہن کر اپنے نفس کا علاج کیا کریں۔ جب ہم حسن و جمال والی عورت سے نکاح کریں تو اس سے مقصود صرف لذتِ جماع نہ ہونا چاہیے۔ اپنے ایمان کے آئینے کی جلا میں کوشش کریں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہم کو بعض اسرار پر مطلع فرما دیں تو ان کو

ظاہر نہ کریں۔ جب اپنے شیخ کو اس کے درجے سے گرا ہوا دیکھیں تو شیخ سے اپنی عقیدت کو نہ بدلیں۔ پڑوسی کو حکام کی گرفت سے بچانے کی تدبیر کیا کریں۔ اگر ہم کسی علم کا درس دے رہے ہوں اس وقت کوئی مشہور عالم آ جائے تو اس کو کتاب کی تقریر کرنے پر مجبور نہ کریں۔ ہمارے پاس کوئی بشارت آئے تو اس کو قبول کرلیا کریں۔ تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے خصوصاً نماز میں پوری توجہ کریں۔

اپنے ان دوستوں کو جو بچوں کو پڑھاتے ہیں اس بات کی ہدایت کریں کہ جب تک ممکن ہو بچوں کی روٹی میں اپنا حصہ نہ لگائیں۔ جب ایسے شخص کے سامنے سے ہمارا گزر ہو جس کے ساتھ صلح کرنے سے ہم عاجز ہوگئے ہیں تو سر جھکا کر گزریں۔ جس مسلمان سے مخلوق کو جس قدر نفع پہنچتا ہو اسی کے موافق ہم اس کا اکرام زیادہ کریں۔ جب ہم چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نیند کا بستر لپیٹ کر رکھ دیں۔ اگر کسی وقت ہم طالبانِ علوم کے اُستاد یا مریدین کے شیخ بنا دیے جائیں تو اپنے کو ان سے عند اللہ زیادہ مرتبہ والے نہ سمجھیں۔ اپنے دوستوں کو مسجد کی دہلیز اور صحن میں بھی جوتا پہن کر چلنے نہ دیں۔ اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے کے پیچھے اس طرح ہاتھ دھو کر نہ پڑیں کہ ان کو کافر ہی بنا کر چھوڑیں۔ اگر کوئی جھگڑنے والا بدون سمجھے بوجھے ہم سے بحث کرنے لگے تو ہم کو خود ہی اپنی غلطی کا اعتراف کر کے قصہ ختم کر دینا چاہیے۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو ناجائز کام کا ارتکاب کرنے کے بعد ارادۂ الٰہی سے حجت پکڑنے کا موقع نہ دیں۔ اپنے دوستوں کو تاکید کریں کہ زمانہ اور اہلِ زمانہ کے ساتھ چلتے رہیں۔

اگر ہم کو کسی بادشاہ یا حاکم یا سردار سے ملنے کا اتفاق ہو تو اپنے لیے دعا کی درخواست کریں۔ جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے آگے نہ بڑھیں۔ جب اللہ تعالیٰ سے دنیوی خواہشوں یا منصوبوں کے لیے دعا کریں تو تفویض کے ساتھ کریں۔ ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں۔ کسی مرید کو اس کے شیخ سے نہ بگاڑیں۔ علماء و صالحین کو عمدہ کپڑے پہنتے اور لذیذ غذائیں کھاتے دیکھ کر جلدی سے ان پر اعتراض نہ کیا کریں۔ جب ہم کسی حاکم یا رکنِ سلطنت سے ملیں تو اپنے ہم عصر علماء اور درویشوں کو اس کی نظر میں بڑھائیں۔ اگر ہم کو ارکانِ دولت میں سے کسی کی صحبت کا اتفاق ہو تو اپنے کشف کو کبھی ظاہر نہ کریں۔ اپنے دوستوں کو

مجذوبوں اور مغلوب الحال لوگوں کی حالت کو عقل و نقل کی ترازو میں وزن کرنے سے منع کریں۔ دنیا سے تصرف و کرامت کے ذریعے سے اپنی شہرت کے طالب ہرگز نہ ہوں۔ شریعت کی آسانیوں پر بھی بعض اوقات شوق سے عمل کیا کریں۔ اپنے ان دوستوں کو جو ہماری زیرِ تربیت ہیں خطیب بننے کی اجازت نہ دیں۔

اپنے دوستوں کو ان باتوں پر انکار نہ کرنے دیں جو مسلمانوں نے بطور قربتِ الٰہی ایجاد کی۔ اپنے دوستوں کو اہلِ برزخ کے احوال کے متعلق گفتگو کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اپنے دوستوں کو حضرات انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں اور قضاء و قدر کی حقیقت میں گفتگو کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اپنے دوستوں کو ہدایت کریں کہ توحید کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے اپنے آئینۂ دل کی صفائی کریں۔ اپنے دوستوں کو ایسے شخص کی بھی غیبت نہ کرنے دیں جس نے ان کے حق میں ظلم کیا ہے۔ اس زمانے میں جو کوئی ہمارے ساتھ برائی سے پیش آئے اس سے زیادہ ان لوگوں سے بچنا چاہیے جو ہم پر احسان کرتے ہیں۔ جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں۔ جب ہم کسی جگہ جانا چاہیں تو اپنے دوستوں کے لیے خیر کی دعا کریں۔ کوئی ایسا کام نہ کریں جس میں حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا پڑے۔ کسی کو بھی اپنے زمانے کے علماء و مشائخ کی زیارت سے نہ روکیں۔ فقراء، ضعفاء اور ضرورت مندوں کے پاس بیٹھنے سے غفلت نہ کریں۔ جب ہم مسلمانوں کے علماء میں شمار ہونے لگیں تو اپنے شہر والوں میں سب سے زیادہ کریم اور صاحبِ ایثار بن جائیں۔

اگر ہم اپنے مشائخ کے بعد ان کے جانشین بن جائیں تو اپنے کو ان کے طریقے پر ہرگز نہ سمجھیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کے اندر ولایت وغیرہ کا دعویٰ پائیں تو اس کو متنبہ کریں۔ خانقاہوں اور مدرسوں کی روٹیوں میں اپنا حصہ نہ لگائیں۔ وعظ سے پہلے پوری توجہ کے ساتھ اپنے کو رسول اللہ ﷺ اور علماء و اولیاء کا نائب سمجھیں۔ جب کسی ولی یا عالم یا کسی بڑے آدمی کے پاس جائیں تو اس سے زیادہ عاجزی ظاہر نہ کریں۔ جو کوئی ہم سے آشنائی پیدا کرے اس کو طریقِ فقراء کا شوق اور ذکر اللہ کی ترغیب دیں۔ اس زمانے میں جس شخص کو کسی بلا میں گرفتار دیکھیں تو اس کو اس سے خلاصی پانے کا طریقہ بتلائیں۔ جب ہم کو کسی حاکم یا قاضی وغیرہ کے ہاں مرتبہ

حاصل ہو جائے تو اس کو نصیحت کرنے اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے سے غفلت نہ کریں۔ جب کسی مصیبت زدہ کی کوئی حاجت پوری کریں تو اس کے بدلے میں کوئی ہدیہ قبول نہ کریں۔ جب ہم کسی حاکم یا بڑے آدمی کو علم دین سکھلائیں تو مجمع میں تعلیم نہ دیں۔

اللہ کے بندوں کو باہم ایک دوسرے کا محبوب بنا دیں۔ اپنے دوستوں کو وضوء اور نماز میں وسوسہ کرنے سے منع کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس عالم کی تمام موجودات کے ساتھ ادب کا لحاظ رکھیں۔ ہمارے دوستوں میں سے اگر کسی کو بازار کا سردار بنا دیا جائے تو اس کو سرداری کے آداب اور ان کی تفصیل بتلائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھیں۔ جب کوئی کتاب تصنیف کریں یا سبق پڑھائیں تو الفاظ کی تحقیق اور شیرینی میں مبالغہ نہ کریں۔

(نوٹ: جن حضرات کو ان نصائح کی تفصیلات مطلوب اور تفہیم کی مزید ضرورت محسوس ہو یا حضرت امام شعرانی کی پند و نصائح سے کوئی شک وشبہ پیدا ہو تو وہ حضرات کتاب 'ہم سے عہد لیا گیا ہے' ترجمہ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی مطبوعہ ادارۂ اسلامیات، انارکلی، لاہور کی طرف رجوع کریں۔ تمام شکوک وشبہات کا جواب وہاں موجود ہے۔ مؤلف)

حضرت امام الصالحین سیّد احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس سرہ کی وصایا

آپ کی ولادت باسعادت ۱۵؍رجب المرجب ۵۱۲ھ کو مقام حسن میں ہوئی اور آپ کی وفات ۶۶ سال کی عمر میں ۵۷۸ھ میں۔ ام عبیدہ کی خانقاہ میں ہوئی۔ انھیں اپنے ماموں کے جوار میں دفن کر دیا گیا۔

اپنے مریدوں کو وصیت ونصیحت

۱۔ میرے دوستو! مجھے کل کو اللہ سبحانہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا (کہ نیک اعمال میں پیچھے رہ جاؤ) اور دوسرے اچھے اعمال والے تم سے سبقت لے جائیں۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ قیمتی ہے۔ وقت کو برباد کرنے سے بچو، وقت ایک تلوار ہے۔ اگر درویش اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ (یعنی قربِ الٰہی کے اعلیٰ درجے سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَ مَــنْ

يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَاناً" جو شخص رحمٰن کی یاد سے اندھا ہوجائے (یعنی اس کا دل غافل ہوجائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں) پس انسان کا جو سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت میں گزرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہوتا ہے۔

۲۔ دوستو! ادب کو مضبوطی سے تھامے رہو اور اللہ تعالیٰ کا ادب یہی ہے کہ اس سے کسی وقت غافل نہ رہو کیونکہ ادب ہی مقصود (حاصل کرنے) کا دروازہ ہے۔

۳۔ دین کی سمجھ حاصل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا اور بندے کے اوپر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کو پہچاننا۔ (البیان المشید، ص:۷۰)

۴۔ نعمت کا شکر ادا کرے، اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے۔ شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے راستے پر جمارہے۔

۵۔ بزرگو! میں تم کو دنیا سے ڈراتا ہوں۔ اغیار پر نظر کرنے سے ڈراتا ہوں۔ معاملہ سخت ہے اور پرکھنے والا گہری نظر والا ہے .... جس نے سب کو چاہا اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ تم جن چیزوں کے طالب ہو ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہوجاؤ۔ ایک کو مطلوب بناؤ، تمھارے سب مطلوب اسی ایک میں داخل ہوجائیں گے۔

۶۔ جس کو اللہ تعالیٰ مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس سے حق تعالیٰ چھوٹ گیا اس سے سب کچھ چھوٹ گیا۔

معرفت کی حقیقت وہ نہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ اونی جبہ ہو اور سر پر تاج ہو، اونچے کپڑے ہوں، بلکہ معرفت یہ ہے کہ رنج وغم کا جبہ ہو، سچائی کا تاج ہو، توکل کا لباس ہو، عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہ ہو۔

۷۔ بزرگو! ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصالِ حق کا مقناطیس ہے، قرب کا ذریعہ ہے۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہوجاتا ہے اور جو اللہ سے مانوس ہو وہ اللہ تک پہنچ گیا۔

مگر یاد رکھو ذکر اللہ صحبتِ مشائخ کی برکت سے دل میں جمتا ہے۔تو ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے دل میں اللہ کی یاد جم چکی ہے۔تم کو بھی یہ دولت نصیب ہوگی۔

۸۔ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے وہ اپنے پروردگار کے نور سے منوّر ہوتا ہے۔ اس کے دل کو اطمینان اور دشمن (شیطان) سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ذکر اللہ روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا روح کی شراب اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے۔ راحت پانے والوں نے اللہ تعالیٰ کے اُنس کے برابر کسی چیز سے راحت نہیں پائی اور لذت حاصل کرنے والوں نے اللہ کی یاد کے برابر کسی چیز میں لذت نہیں پائی۔

۹۔ میں تم کو سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے فرائض و واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے (جس سے دل کی تمام برائیاں، بیماریاں جاتی رہتی ہیں)۔صدق (سچائی) وصفا (صفائی)، ذوق (دردِ دل) و وفا (وفاداری) اور دنیا و آخرت سب سے الگ ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہوجانا انہی کا کام ہے۔ اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں۔ یہ تو صرف شیخ کامل عارف کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے ہمت کو بڑھائے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۱۰۔ صوفیائے کرام منعمِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے اور لوگوں کو عمل کی ترغیب دینے کے لیے ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی ہیں، بیان کیا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو بھی یہ برکت حاصل ہوجائے۔﴿وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (سورۂ روم، آیت: ٦٩) جن لوگوں نے ہمارے واسطے مشقت اُٹھائی ہے ہم ان کو اپنے راستے ضرور بتلا دیں گے۔ اس وجہ سے صوفیہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرتے ہیں۔ یوں کبھی نہ کہے گا کہ تم سے اچھا ہوں، بزرگ ہوں، اشرف

ہوں، یہ دعوے کی باتیں ہیں جو رعونت سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ باتیں احمق ہی کی زبان سے نکل سکتی ہیں۔

عزیزِ من! تم اپنے باپ پر فخر کرتے ہو کہ وہ بڑا عالم یا درویش تھا۔ سو آدم علیہ السلام سب سے پہلے برگزیدہ نبی کی اکثر اولاد، اسی طرح بہت سے انبیاء ومرسلین کی اولاد کافر ہوگئیں۔ ان کے لیے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعثِ فخر نہ ہوا۔ اسی طرح یہ کیا ضروری ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو تو بھی لائق ہو۔ ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو۔

عزیزِ من! تو اپنے علم پر فخر کرتا ہے سو ابلیس نے علم کی ہر گتھی کو سُلجھا لیا۔ اور دنیا کے تمام صحیفوں اور کتابوں کو پڑھا اور حل کرلیا۔ مگر تنہا علم سے اس کو کچھ نفع نہ ہوا۔

تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے سو قارون کو اس کے مال ہی نے تباہ کیا۔ تو اپنی بادشاہت پر فخر کرتا ہے مگر فرعون کو اس کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ذرا نہ بچاسکی۔

عزیزِ من! ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے اور ذلت و عاجزی اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر۔ ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب پروردگار کے سامنے اپنے ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے۔ یونس علیہ السلام نے جب سچی التجا سے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْـحَانَكَ" (آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں، میں ہی خطاوار تھا) کہا تو ان کی شان میں ذرّہ برابر کمی نہ آئی۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیرِ الٰہی کے حوالے کردیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے۔

نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ رسولوں کا یہی طریقہ ہے۔ صدیقین اور صلحاء کا یہی طرز ہے۔ یہ حضرات فخر وتکبر سے پاک ہوتے ہیں۔ تواضع اور خاکساری ان کا شعار ہے۔ جو انبیاء ومرسلین اور صدیقین وصالحین کے طریقے پر چلے گا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا۔ (البنیان المشید، ص:۱۴۸)

۱۱۔ غفلت اور ارتکابِ حرام سے بچتے رہو۔ بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ اللہ کو بھول جاؤ۔ کپڑے قیمتی پہن کر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اِتراؤ۔ میں کہتا ہوں کہ

ضرورت سے زیادہ اس طرح زینت و آرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی زینت سے تمھارے دلوں میں عُجب اور غفلت پیوست ہوجائے گی۔ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی پاک و صاف رکھو کیونکہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے کپڑوں کو نہیں بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان سے جنگ کرو۔ کوئی نصیحت سے، کوئی اخلاق سے، کوئی اپنے حال، کوئی اپنے کلام سے، شیطان کی طاقت کو توڑتا ہے۔ (البنیان المشید - مولانا ظفر احمد تھانوی، ص: ۱۴۹)

۱۲۔ حضرت سیّد رفاعی کی نصیحت خاص علمائے کرام کو:

بزرگو! تمھارے اندر بعضے فقہاء اور علماء بھی ہیں۔ تم وعظ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہو، درس بھی دیتے ہو، احکامِ شرعیہ بھی بیان کرتے ہو، لوگوں کو مفتی بن کر احکام بھی بتلاتے ہو، خبردار! چھلنی کی طرح نہ ہوجانا کہ عمدہ آٹا تو نکال دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رہنے دیتی ہے۔ اسی طرح تمھارا یہ حال نہ ہونا چاہیے کہ تم اپنے منہ سے دوسروں کے لیے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور خود تمھارے دلوں میں کھونٹ رہ جائے۔ اس لیے کہ اس وقت تم سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل نہ کرنے پر محاسبہ کیا جائے گا ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۴۴) یعنی کیا تم دوسروں کو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپ کو نیکی سے بھلاتے ہو۔ (البنیان المشید)

انجیل مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مثل چھلنی کے مت بنو کہ عمدہ شے تو اس سے باہر نکل جاتی ہے اور ردی چیز رہ جاتی ہے، اسی طرح ایسا نہ ہو کہ حکمت تو تمھارے دلوں سے نکل جائے اور کینے تمھارے سینوں میں باقی رہ جائیں۔

(تفسیر عزیزی، ص: ۱۴۰۔ وصیۃ الآداب، ص: ۷۵)

آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، ہمارا طریق ہے نہ مانگیں نہ پھیر دیں اور نہ جمع کر کے رکھیں۔ دعویٰ تکبر کا نتیجہ ہے۔ دل اس کو برداشت نہیں کرسکتا اور اسے زبان کی طرف پھینک دیتا ہے۔ احمق زبان اسے کہہ بیٹھتی ہے۔ تھوڑا ادب اچھا ہے، اس علم و عمل سے جس کے

ساتھ ادب نہ ہو۔ تیرا بھائی وہ ہے کہ تیرا نفس اس پر بھروسہ کرے، اور تیرے دل کو اس سے آرام ہو اور تجھ کو اللہ سے قریب رکھے۔ اللہ کے ساتھ بصورتِ موافقت، خلق کے ساتھ بہ خیر خواہی، لیکن نفس کے ساتھ بر سر پرخاص رہ۔ اُمید کا کوتاہ کرنا زہد ہے نہ کہ کملی پہننا اور موٹا کھانا۔ جس نے صبر کی زرہ پہنی وہ شتاب کاری کے تیروں سے بچ گیا۔ اعمال کے محرابوں کی مرمت خیال کے ہاتھوں سے نہیں ہوسکتی۔ بندۂ زر نہ اللہ کا بندہ ہوسکتا ہے نہ خلق اللہ کا دوست۔ مروّت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کو بوجھ ڈالے۔ خوش خلقی فائدہ مند تجارت ہے، قناعت خزانہ ہے، دنیا کی محبت میں گرفتار نہ رہنا آبرو ہے، توکل پناہ اور عقل کشتی تجارت ہے۔ عذاب کی تلخی گناہ کی شیرینی کو بھلا دیتی ہے۔ جو زیادہ گو ہوتا ہے وہ غصہ ور ہوتا ہے، جو غصہ ور ہوتا ہے وہ کم لحاظ ہوتا ہے، جو کم لحاظ ہوتا ہے وہ پرہیز گار کم ہوتا ہے، اور جو پرہیز گار نہیں ہوتا اس کا دل مردہ ہوتا ہے۔ جب آدمی اپنے علم و اخلاق کو اچھی طرح جان لیتا ہے، اس کو جاہلوں کی ملامت سے کوئی رنج یا کسی طرح کا افسوس نہیں ہوتا۔ ایک عالم کی موت جو اللہ کے حرام وحلال کو جانتا ہو، ہزار عابد قائم اللیل و صائم النہار کی موت سے زیادہ افسوسناک ہے۔ موت العالم موت العالَم۔ جس عہدہ اور خدمت کی قابلیت نہ ہو اسے منظور نہ کرنا چاہیے۔ بدوں کے ساتھ جس قدر نیکی کی جائے گی اس قدر ان کا فتنہ وشر زیادہ ہوگا، اور جتنا احسان کیا جائے گا اتنا ہی وہ برائی کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

ترحم بر پلنگ تیز دنداں
ستمگاری بود بر گوسفنداں

جس شخص کو علم نے معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا اس سے زیادہ بد بخت اور زیاں کار کوئی نہ ہوگا۔ اگر علماء اللہ کے دوست نہیں تو عالم بھر میں کوئی اللہ کا دوست نہیں۔ دولت شریف نہیں بنا سکتی اور اسی طرح افلاس کمینہ نہیں بنا سکتی۔ اگر دولتِ قارون ہو اور نیک کاموں میں صرف نہ کی جائے تو کنکر اور پتھر سے بھی کم ہے۔ کمینوں کا احسان لینا اپنے کو ہر وقت اور ہمیشہ کے لیے ہدف تیر ملامت بنانا ہے۔ جو شخص تنہائی پسند ہوتا ہے اسے دنیا کے دوسرے غیر متعلق اور غیر ضروری تردّدات سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ علماء کی صحبت اور کتبِ حکمت کے مطالعے سے

مسرت بخش زندگی حاصل ہوسکتی ہے۔ عالم و عابد دونوں بزرگ ہیں لیکن عالم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ برخلاف اس عابد کے کہ وہ اپنی ہی کامیابی کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ جو کلمہ نہیں کہا گیا وہ تمھارا غلام ہے لیکن جو کہا جاچکا ہے وہ آقا ہے۔ جب آدمی اکیلا ہو تو اپنے خیالات کو قابو میں رکھے اور مجلس میں اپنی زبان کو۔ دولت ونعمت کے زوال کے لیے ظلم سے زیادہ کوئی چیز محرک نہیں۔ آدمی چاہتا ہے کہ اپنے نقصان میں دوسرے کو بھی شریک کرلے مگر یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے نفع میں غیر شامل ہوجائے۔ اکثر مصائب و تکالیف جو دولتمندوں کو اُٹھانی پڑتی ہیں ان سے غریب لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ انصاف راحت ہے، صحت بضاعت، کاہلی اضاعت، راستی امانت اور دروغ گوئی خیانت ہے۔ علم جان ہے، عمل تن ہے، علم اصل ہے عمل فرع ہے، علم باپ ہے عمل اس کا بیٹا ہے۔ تین کام فاضل ترین ہیں؛ فاسق و فاجر کو راہِ راست پر لانا، تعلیم و تربیت سے جاہل کو عالم بنانا، دشمن کو دوست بنانا۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن فعلِ بد ہے اور سب سے بڑا خیر خواہ کارِ نیک ہے۔ (مخزنِ اخلاق، ص: ۲۵۸)

ایک اور مجلس میں آپ نے وصیت فرمائی: عزیز من! شریعت کی پابندی اختیار کرو، ظاہری احکام میں بھی اور باطنی احکام میں بھی۔ اپنے دل کو اللہ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ۔ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم سمجھو۔ نیک کاموں میں ہمیشہ جلدی اور سبقت کرو، سستی اور ملال کو راہ نہ دو۔ اللہ کی مرضی پر جمے رہو اور اللہ کے دروازے پر کھڑے رہو۔ اپنے نفس کو رات میں عبادت کرنے کا عادی بناؤ اور اعمال میں ریاء سے بچو۔ اپنی خلوتوں اور مجلسوں میں پچھلے گناہوں پر روؤ۔ جھوٹے دعوے نہ کرنا۔ توحید کے دریا میں غوطہ لگانے کا قصد نہ کرنا (یعنی فلسفہ اور معتزلہ کی طرح توحید میں باریکیاں نہ نکالنا ورنہ شیطان بہت سے وساوس اور شبہات میں مبتلا کردے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں گفتگو کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے، کیونکہ اس کی کنہ تک انسان نہیں پہنچ سکتا۔ اپنا اعتقاد ثبوتی رکھو، اور ایسا پختہ جس میں تغیر نہ ہوسکے۔ اپنے ذہن کو شیطانی وساوس سے پاک رکھو۔ اپنے آپ کو برے دوست کی صحبت سے بچاؤ کیونکہ اس کی دوستی کا انجام قیامت کے دن پشیمانی اور افسوس ہے۔

برخوردارِ من! جو تم نے کھالیا فنا کردیا، جو پہن لیا اس کو پرانا کردیا، ان میں سے کوئی

تمھارے ساتھ نہ رہے گی۔ جو کام تم نے کیے وہ تمھارے سامنے آئیں گے۔ اللہ کے پاس پہنچنا یقینی اور پختہ ہے، دوستوں سے جدا ہو جانا اٹل بات ہے۔ دنیا کی ابتدا ضعف اور فتور ہے اور اس کی انتہا موت اور قبر ہے، اگر دنیا کے رہنے والوں کو بقا ہوتا تو یہ بہت سے گھر ویران نہ ہوتے، پس اللہ سے دل لگاؤ، ماسوی اللہ سے رُخ پھیر لو اور اپنی تمام حالتوں میں اللہ کے سامنے گردن تسلیم خم کردو۔ درویشوں کے طریقوں کو تواضع کے ساتھ طے کرو اور شریعت کے قدم بقدم ان کی خدمت میں جمے رہو۔ اپنی نیت کو وساوس کے میل کچیل سے محفوظ رکھو اور اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو۔ اللہ کے دروازے سے سوکھی روٹی اور نمک ملا ہوا پانی ملے تو خوشی سے کھالو، دوسروں کے دروازے سے تازہ گوشت اور شہد بھی ملے تو ہرگز نہ کھاؤ۔ اپنی معاش کے لیے شریعت کے موافق حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار کرلو اور اسبابِ معاش کے لیے حیلہ یعنی اہتمام اور فکر کرنا چھوڑ دو۔ خبردار! درویشوں (اللہ والوں) کا دل نہ توڑنا یعنی ان کو رنج اور تکلیف پہنچانے سے بچتے رہنا۔ صلہ رحمی کرتے رہو، قرابت داروں کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرنا۔ جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرنا، جو تمھارے مقابلے میں تکبر کرے تم اس کے سامنے تواضع اور عاجزی اختیار کرنا۔ وزیروں اور حاکموں کے دروازوں پر آمد و رفت نہ رکھنا۔ درویشوں اور قبروں کی زیارت زیادہ سے زیادہ کرو تاکہ دنیا سے دل سرد ہو جائے۔ مخلوق سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو اور ان کی عقل کے اندازے کے مطابق کلام کرو یعنی جو بات ان کی سمجھ سے باہر ہو ان کے سامنے بیان نہ کرو۔ اپنے اخلاق کو سنوارو۔

لوگوں سے اچھی طرح ملو اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔ یتیموں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، ان کی خاطر مدارات میں کوتاہی نہ کرو۔ جن غریبوں کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، ان کے پاس زیادہ آمد و رفت رکھو۔ بیواؤں کی خدمت کے لیے سبقت کرو، تم مخلوق پر رحم کرو، اللہ تم پر رحم کرے گا۔ اللہ کے ساتھ رہو تم اللہ کو اپنے ساتھ پاؤ گے۔ اپنے تمام اقوال و افعال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ۔ مخلوق کو حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے کی کوشش میں لگے رہو۔ کرامات اور خوارقِ عادات کی طرف رغبت نہ کرو کیونکہ (سچے) اولیاء کرامات کو ایسا چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کو چھپاتی ہے۔ اللہ کے دروازے سے چمٹے رہو اور اپنے دل کو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ (بہ

فیض) رکھو اور حضور اقدس ﷺ کی بارگاہِ عالی سے اپنے شیخ کے وسیلے سے رابطہ وتعلق قائم رکھو۔ اپنے شیخ کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ (یعنی محض رضائے حق کے لیے) بدون کسی غرض اور دنیاوی حاجت کے جمے رہو، اس کے گھر کا کام زیادہ کرو، اس کے سامنے باتیں کم کرو، تعظیم و وقار کے ساتھ شیخ کو دیکھو، تحقیر وتذلیل کی نگاہ سے کبھی نہ دیکھو۔ دوستوں کی خیر خواہی میں لگے رہو، ان کے دلوں میں اُلفت پیدا کرو۔ سچائی اور خلوص کے ساتھ لوگوں کو درویشوں کے دروازے پر جانے اور صوفیاء کرام کی جماعت کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے رہو۔ لوگوں کے درمیان صلح کراتے رہو۔ اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو اور ظاہر کو فکر سے آراستہ کرو، اپنے ارادہ اور نیت میں اخلاص کا نور پیدا کرو۔ صرف اللہ سے ہی مدد چاہو، اور اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو، اللہ سے راضی رہو اور ہر حالت میں الحمد للہ کہتے رہو۔ سیّدنا رسول اللہ ﷺ پر درود زیادہ بھیجو۔ اگر تمھارے نفس میں شہوت یا تکبر کی حرکت پیدا ہو تو اللہ کے لیے نفل روزے رکھو کہ اس سے شہوت وتکبر میں کمی ہو جاتی ہے، بشرطیکہ معقول مقدار میں روزے رکھے جائیں اور ایک دو پر بس نہ کی جائے۔

اللہ کی رسّی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑے رہو، یعنی اپنی زندگی میں قرآنی احکام کو ہمہ وقت جاری و ساری کرنے کی فکر و کوشش میں لگے رہو۔ اپنے گھر میں بیٹھو، بازاروں اور سیر گاہوں میں بلا ضرورت نہ جایا کرو، جس نے سیر سپاٹا چھوڑ دیا اس نے کامیابی حاصل کرلی۔ (اگر سالک کو تفریح کی ضرورت ہو تو جنگل کی طرف یا مناظرِ قدرت کے دیکھنے کے لیے تنہا یا اپنے ہم مشرب ایک دو آدمی کو ساتھ لے کر نکل جائے۔) مہمان کی خاطر کرو۔ اپنی بیوی بچوں، گھر والوں، خادموں، نوکروں کے ساتھ ہمدردی کرتے رہو۔ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھو، ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا اہتمام کرو۔ آخرت کے لیے اچھے اچھے کام کرو، اور دنیا کے کاموں کو بھی نیت کی درستی کے ساتھ آخرت کے کام بنا دو۔ ﴿قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۹۱) اور کہو اللہ پھر لوگوں کو ان کے مشغلوں میں کھیلتا ہوا چھوڑ دو، یعنی تم اللہ ہی کے لیے کرو جو کچھ کرو، اسی کو ہر کام میں مطلوب ومقصود سمجھو۔ دوسروں کی حرص نہ کرو، ان کو ان کے خیال میں مست رہنے دو۔ علماء شریعت کے محافظ ہیں، اگر عوام کو ان

سے نفرت ہوگئی تو شریعت کی حفاظت دشوار ہوجائے گی اور بدون شریعت کے تصوف کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ غیب سے جو کچھ آ جائے اور آسمان سے جو حادثہ نازل ہو اس کو خوشی اور فراخدلی سے لو اور اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں خوش رہو۔ تم سے جہاں تک ہو سکے مخلوقِ خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، یعنی خدمتِ خلق کرتے رہو، کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی ستّر (۷۰) حاجتیں پوری فرمائیں گے۔ کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہوگیا ہو یا مالدار محتاج ہوگیا تو اس پر خاص طور سے رحم کیا کرو۔

کثرت سے صدقہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کر دیتے ہیں۔ علماء سے میل جول قطع نہ کرو، ان کی مجالس میں بیٹھا کرو، ان سے علم حاصل کرو، یہ مت کہو کہ فلاں عالم تو بے عمل ہے، ہم اس سے کیوں ملیں، تم اس سے علم کی باتیں لے لو اور خود ان پر عمل کرو، اس کو اور اس کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو۔ اولیائے کرام کام کی بات ہر جگہ سے لے لیتے ہیں، کچھ پروا نہیں کرتے، خواہ وہ کیسی زبان سے نکلی ہو، یا کسی پتھر پر لکھی ہوئی ہو یا کسی کافر کے ذریعے پہنچی ہو۔ علمائے کرام کا دامن پکڑ لو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو، دین سیکھو، اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں، اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان سے جنگ کرو، کوئی نصیحت سے، کوئی اخلاق کے ذریعہ سے، کوئی اپنے حال سے، کوئی اپنے کلام سے، غرضیکہ ہر کوئی شیطان کی طاقت توڑنے میں لگا رہے۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ قیمتی ہے، وقت کو برباد کرنے سے بچو، وقت ایک تلوار ہے، اگر درویش اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے، یعنی قربِ الٰہی کے درجے سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے، انسان کا جو سانس خدا کی یاد سے غفلت میں گزرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ مشائخِ طریق کا ادب کرو کیونکہ جو شخص ان کے دلوں کی تکدّر اور کلفت سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتّے مسلط کرتے ہیں جو اس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں۔ مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کے ساتھ رہو، نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ دشمنی اور عداوت سے رہو۔ اللہ کی نعمت کا شکر بقول جنیدؒ یہ ہے کہ اللہ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے یعنی مال و دولت کو شراب،

سنیما، سود اور جوئے وغیرہ میں خرچ نہ کرے، اولاد بھی نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ ان کو ایسی تعلیم نہ دے، جس سے وہ اللہ کی نافرمان بن جائے۔

ولایت ونسبت باطنی بھی ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ اس سے تکبر وغرور نہ کرے۔ لوگوں کے مال و دولت پر نظر نہ کرے، علم بھی ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ اس سے جھگڑا وفساد میں مدد نہ لے، اور اس کو اپنی قابلیت ولیاقت جتلانے کا ذریعہ نہ بنائے۔

دنیا اور اہلِ دنیا سے نظر اُٹھاؤ، کسی کے قبضے میں نفع ونقصان نہیں سوائے اللہ کے، پھر تم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو؟ ہمت کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے۔ دلوں کے پردے دلوں کے تیروں سے ہی چاک ہوتے ہیں، پس اپنے دل کو کسی واصلِ حق کے حوالے کردو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے تمھارے دل کے پردے چاک کردے گا۔ اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور تقاضائے طبیعت سے بے رُخی کرنے کا۔ سچی معرفت حاصل کرو، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو بھی واحد جانو اور اس کی صفات کو یکتا و بےنظیر پہچانو، اور مطلوب ومقصود بھی صرف اسی کو بناؤ، فاعلِ حقیقی بھی صرف اسی کو سمجھو۔ وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔ نصیحت پوری طرح کرو، جس کی حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا ہے۔ محبت میں سچائی پیدا کرو اور محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔ حلال روزی تلاش کرو اور حلال وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔ طاعت کے راستے پر سیدھے جمے رہو اور طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال وافعال میں رضائے الٰہی کو طلب کرے۔ صبر کے راستے کو مضبوط پکڑے رہو اور صبر یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر جمائے رکھے۔ عزلت وخلوت کو پاکیزہ بناؤ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اہلِ دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دو یعنی دل ان کے ساتھ مشغول نہ ہو، اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہوا ہو۔ قانع وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور قدرِ ضرورت پر کفایت کرے، زیادہ کی ہوس نہ کرے۔ تم یہ کیا کہتے ہو کہ 'بایزید بسطامیؒ نے یہ کہا'، 'منصور حلاجؒ نے یہ کہا'، یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ صوفیاء کی ان باتوں سے پہلے یہ کہو امام شافعیؒ نے یوں فرمایا، امام مالکؒ نے

یوں فرمایا، امام احمدؒ نے یہ فرمایا، امام ابوحنیفہؒ نے یہ فرمایا۔ حارثؒ اور بایزیدؒ کا قول نہ تو تم کو گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے کیونکہ وہ محض اسرار و احوال و مواجید اور کیفیات ہیں، جو ہر شخص کو جدا جدا پیش آتی ہیں۔ ان کے حاصل ہونے میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں اور امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ امام ابوحنیفہؒ ائمۂ شریعت کے اقوال کامیاب طریقے بتلاتے ہیں اور نزدیک کے راستے سے تم کو لے جاتے ہیں، پہلے علم وعمل سے شریعت کے ستونوں کو مضبوط کرلو، اس کے بعد علم وعمل کی باریکیوں اور اسرار کو معلوم کرنے کے لیے ہمت بلند کرو، علم کی ایک مجلس ستّر برس کی نفل عبادت سے افضل ہے۔

شیخ کی وصیت اپنے خدام کو

مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھول نہ بنانا کہ جس طرح وہ ڈھول بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، اسی طرح تم میری (جھوٹی) تعریفیں کر کے لوگوں کو میری طرف مائل کرو۔ میری خانقاہ کو حرم شریف (کعبہ) کی طرح زیارت گاہ نہ بنانا۔ مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا (کہ اس سے مرادیں مانگنے لگو)۔ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو لازم سمجھو، اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم! اس کے سوا کوئی ضرر دے سکتا ہے نہ نفع، نہ جدا کر سکتا ہے نہ ملا سکتا، نہ دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے۔ اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے کچھ وسیلے ضرور ہیں، مثلاً اعمالِ صالحہ وغیرہ۔ اور کچھ واسطے بھی ہیں جن کی ناشکری نہیں کی جاسکتی، مثلاً سلسلہ کے مشائخ۔ مگر بڑی چیز ایک ہی بات ہے جس کو تم نے کہا اور واصل ہوگئے، وہ آمنت باللہ الخ۔ جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو اس کی کتاب اور رسولؐ اور تمام باتوں پر بھی ایمان لے آؤ گے جو رسول اللہ ﷺ لائے ہیں۔ بس آج کل سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ مومن ہے جو اپنے زمانے کے حال سے واقف ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے اور نیک بندوں کے اعمال اختیار کیے رہے۔

میں نے سیّد عبدالملک الحربونی قدس سرہ سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: اے احمد! ادھر ادھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا، مقصود تک پہنچنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو سب طرف سے نگاہ ہٹا کر مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجائے۔ شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا، کامیابی کا بڑا مدار یقین پر ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میرا شیخ اللہ تک پہنچانے کا راستہ خوب جانتا ہے اور مجھے پہنچا سکتا

ہے، جس کو شیخ پر اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے۔ جس شخص کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو اور اپنے نقائص پر اس کی نظر نہ ہو اس کے تمام اوقات نقصان میں ہی گزر رہے ہیں۔

دوسرے سال مجھے یہ وصیت فرمائی: اے احمد! طبیبوں کے لیے بیمار ہونا اور عقلمند کے لیے جاہل ہونا اور دوستوں کے لیے بے مروّت ہونا بہت برا ہے۔

ایسے علوم و حقائق بیان نہ کرو جس پر علماء گرفت کریں، نیز علماء کے ظاہری عیوب بھی بیان نہ کرو، اس سے وہ تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اپنی نظر کا منتہیٰ اور نگاہوں کا مرکز مخلوق کے دیدار کو نہ بناؤ اور ان کی حالت کو دیکھ کر حرص نہ کرو کہ یہ لوگ بڑے آرام و راحت میں ہیں، کیونکہ مخلوق میں بادشاہ ہوں یا درمیانہ درجے کے لوگ یا ادنیٰ درجہ کے لوگ، عاجزی، احتیاج، ذلت و مسکنت میں سب کی حالت برابر ہے مگر آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں، اگر تحقیق کی جائے تو جس کو تم نے بڑی راحت میں سمجھ رکھا ہے تم سے زیادہ تکلیف میں نظر آئے گا۔ لمبی عمر کی اُمید میں جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانے میں کام نہ کرنا سخت نادانی ہے۔

ہمت اس کا نام نہیں کہ پردہ کی آڑ توڑ کر نشست گاہ تک پہنچ جائے، مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع نقصان پہنچتا ہے یہ محض پردہ ہے جو اس سے خوف یا اُمید رکھے، وہ ابھی تک پردے کے پیچھے ہے، آگے بڑھو تو تم کو نظر آئے گا کہ دوسری طاقت کام کر رہی ہے، مگر اس کے لیے ہمت کی ضرورت ہے۔ جس نے سب کو چھوڑ دیا، سب کو پالیا اور جس نے سب کو چاہا اسے کچھ بھی نہ ملا، تم جن چیزوں کے طالب ہو ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہو جاؤ، ایک کو مطلوب بناؤ، تمھارے سب مطلوب ایک میں داخل ہو جائیں گے۔ سچی عبودیت اور غلامی یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو آقا کے حوالے کر دے، درویش جب اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام لیتا ہے تو مشقت میں پڑ جاتا ہے، اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے، خاندان اور برادری کی۔ گھاٹے میں ہے وہ جس نے اپنی عمر اللہ کی نافرمانی میں گزار دی، زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہیں، صاحبِ اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور جواں مرد وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اُترے یعنی اللہ کے سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے اور اللہ ہی کی طرف لو لگائے رکھے۔ عزیزمن! کیا

تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو حرص کے مارے مٹھی بند کیے ہوئے پیدا ہوتا ہے، اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے نکلتا ہے، اور زبانِ حال سے اقرار کرتا ہے کہ جس عارضی سامان پر اس نے حرص کی تھی، اس سے خالی ہاتھ جا رہا ہے، نصیحت کے لیے موت کافی ہے، عبرت حاصل کرنے کے لیے موت بس ہے۔

میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے دروازے نہ کھولے ہوں، اور لشکرِ ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اُٹھا دیے ہوں، میں نے ہر دروازہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہا مگر ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم پایا تو میں ذلت وانکساری کے دروازے پر پہنچا، اس کو میں نے خالی پایا، اور اسی سے واصل ہوکر اپنے مطلوب کو پالیا۔ دوسرے طالب دروازوں پر ہی کھڑے تھے، مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل وعطاء سے وہ دیا جس کو اس زمانے میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گزرا۔

نصائح کے اخیر میں حضرت غوث الاسلام نے فرمایا: یہ ہے میری نصیحت تم کو، اور ہر اس شخص کو جو میرے طریقے پر چلے، اور اپنے دوستوں کو اور تمام مسلمانوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کا شمار بڑھائے، اور میں ربّ عظیم سے تمام گناہوں کی خواہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر، چھوٹے ہوں یا بڑے، مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں۔ (فیض الغفور، ص:۳۳۴-۳۲۱)

حضرت احمد خضرویہؒ کی وصیت

ایک شخص نے آپ سے وصیت کی درخواست کی، آپ نے فرمایا، اپنے نفس کو مار ڈال تاکہ تو خود زندہ ہو جائے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۴۷)

حضرت عثمان الحیریؒ کی وصیت

جب آپ کا وقتِ وفات قریب آیا اور مرضِ موت کی علامت ظاہر ہوئی، آپ کے بیٹے نے اپنے کپڑے چاک کر ڈالے۔ آپ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا، اے بیٹا! تو سنت کے خلاف کرتا ہے اور یہ نفاق کی علامت ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہؒ

ہر اطاعت گزار حبیب اللہ نہیں بنتا۔ حبیب اللہ تو وہ بنتا ہے جو منہیاتِ باری تعالیٰ سے اجتناب کرتا ہے اور منہیات سے اجتناب کرنا اولیاء صدیقین و مقربین کا شیوہ ہے۔ جہاں تک نیکی کے کام کرنے کا تعلق ہے وہ تو اچھے اور برے سبھی کرتے ہیں۔ (تقویم)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا اپنے بیٹے حماد کو

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے صاحبزادہ حمادؒ کو وصیت فرمائی کہ: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور (امورِ خیر میں) تیری تائید فرمائے۔ میں تجھے چند وصیتیں کرتا ہوں، اگر تم نے ان کو یاد رکھا اور ان پر پابندی سے عمل پیرا رہے تو مجھے اُمید ہے کہ انشاء اللہ دنیا و آخرت میں تم سعادت مند رہو گے۔

۱- تقویٰ اختیار کرو، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے محفوظ رکھو، اور اللہ کے احکام پر پوری طرح قائم رہو، اور ان سب سے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت مقصود ہو۔

۲- سیّد الاستغفار میں مشغول رہنا (یعنی اس کو پڑھتے رہنا) سیّد الاستغفار یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمِتِكَ عَلَّی، وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ، فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اس کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص شام کو اس کو پڑھ لے گا، پھر اسی رات میں موت آ جائے گی تو جنت میں داخل ہو گا، اور جو شخص اسے صبح پڑھ لے گا، پھر اسی دن میں مَر جائے گا تو جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے کسی نے کہا کہ آپ کا گھر جل گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں جلا، ان کلمات کی وجہ سے جو میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص ان کو

دن کے شروع میں پڑھ لے گا اس کو شام ہونے تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور جو شخص دن کے آخری حصے میں ان کو پڑھ لے، صبح ہونے تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی۔ (چونکہ میں ان کلمات کو پڑھتا ہوں، اور آج بھی پڑھے ہیں، اس لیے میرے مکان میں آگ نہیں لگ سکتی) وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، وَ اَنَّ اللّٰهَ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

۳- پابندی کے ساتھ روزانہ قرآن شریف پڑھنا، اور حضور اقدس ﷺ کو اور اپنے والدین کو، اپنے استادوں کو اور تمام مسلمانوں کو اس کا ثواب پہنچانا۔

۴- جو لوگ تم سے تعلق رکھتے ہیں ان (کے شر) سے بچنے کا اس سے زیادہ اہتمام کرنا، جتنا اپنے دشمنوں (کے شر) سے بچنے کا اہتمام کرتے ہو، کیونکہ لوگوں میں بگاڑ زیادہ ہوگیا ہے، جو تمہارے دشمن ہیں، تمہارے دوستوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔

۵- اپنے بھید کو اور اپنے زر یعنی مال کو (اور دنیاوی امور میں) اپنے اختیار کردہ انتظام کو اور کسی جگہ جانے کو پوشیدہ رکھنا۔

۶- پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اور پڑوسی سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا۔

۷- اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور جہالت والوں اور گمراہوں سے علیحدہ رہنا۔

۸- اپنے تمام کاموں میں نیت خالص رکھنا اور ہر حال میں حلال کھانے کی فکر کرنا۔

۹- ان پانچ حدیثوں پر عمل کرتے رہنا، جن کو میں نے پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے (یعنی انتخاب کیا ہے) وہ پانچ حدیثیں یہ ہیں:

(الف) "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِاِمْرِیءٍ مَا نَوٰی" یعنی سب اعمال کا

دارومدار نیت پر ہے اور انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، (یعنی ثواب و عذاب نیتوں ہی سے متعلق ہے، عمل خالص اللہ کے لیے ہوگا تو ثواب ملے گا اور عمل ریاکاری کے طور پر ہوگا تو باعثِ عذاب ہوگا۔)

(ب) ''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ'' یعنی انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا وآخرت میں) اس کے لیے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

(ج) ''لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ'' یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(د) ''اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَ الْحَرَامُ بَيِّنٌ وَ بَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَ عِرْضِهٖ وَ مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَقَعَ فِيْهِ، اَلَا وَ اِنَّ لِكُلِّ مَلَكٍ حِمًى، اَلَا وَ اِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ، اَلَا وَ اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَ هِيَ الْقَلْبُ''

یعنی بلاشبہ حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے، اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، سو جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا، اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کے بجائے ان کو اپنے ساتھ عمل میں لے آیا) وہ حرام میں پڑ گیا، جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت میں) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں (بھی) اس کا ریوڑ چرنے لگے گا، (پھر فرمایا کہ) خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کر کے) باڑ لگادی ہے (اور اپنی رعایا کے لیے حد بندی کردی ہے) سنو! بیشک اللہ تعالیٰ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے (پھر فرمایا کہ) خبردار! انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہو جائے گا اور وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا، خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

(ھ) ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ'' یعنی کامل مسلمان وہ

ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم و محفوظ رہیں (یعنی کسی بھی مسلمان کو کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف اس سے نہ پہنچے۔)

(۱۰) تم اپنی صحت کے زمانہ میں خوف اور رجاء یعنی اُمید و بیم کے درمیان رہنا (یعنی فرائض اور احکام بجالاتے ہوئے اور گناہوں سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کہ پکڑ نہ ہو جائے اور جو بھی نیک عمل کرو اللہ سے اس کے ثواب کی اور اس کے قبول ہونے کی اور آخرت میں نجات پانے کی اُمید بھی رکھنا) اور جب موت آنے لگے تو اس حال میں مَرنا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہو (یعنی مغفرت اور نجات کا پختہ یقین ہو) اور امید غالب ہو کہ اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت فرما دیں گے، یہ خوف اور اُمید قلبِ سلیم کے ساتھ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوحنیفہؒ کو معلوم ہوا کہ خلیفۂ وقت منصور نے ان کے لیے دس ہزار دینار کی رقم بھیجنے کا ارادہ کیا ہے، جب قاصد کے آنے کا وقت ہوا تو کپڑا لپیٹ کر لیٹ گئے اور قاصد سے ٹھیک طرح بات نہیں کی بلکہ فرمایا کہ گھر کے کونے میں اس تھیلے کے اندر بھر کر رکھ دو۔

جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہونے لگی تو اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ یہ رقم یوں کہہ کر واپس کر دینا کہ ابوحنیفہؒ کے پاس جو رقم تم نے امانت رکھی تھی واپس لے لو۔

(احیاء العلوم، فضائل علم، ص:۱۶۴)

قاضی ابو یوسفؒ کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وصیت

سربراہِ مملکت کے ساتھ اہلِ علم کی محتاط روش

امام اعظمؒ کی وصیت ابو یوسف کے نام، جبکہ (امام ابو یوسف) کی ذات سے رشد و ہدایات اور حسن کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور انھوں نے لوگوں کی جانب توجہ مبذول کی۔ امام اعظمؒ نے ان کو وصیت فرمائی کہ اے یعقوب! سلطانِ وقت کی عزت کرو، اور اس کے عظمت مقام کا خیال رکھو۔ اور اس کے سامنے دروغ گوئی سے (خاص طور سے) پرہیز کرو۔ اور ہمہ وقت اس کے پاس حاضر باش نہ رہو، جب تک کہ تجھے کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے۔ کہ جب

تم اس سے بکثرت ملاقات کروگے تو وہ تم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظر سے گر جائے گا پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو، جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اُٹھاتے ہو اور اس سے دور بھی رہتے ہو، اور اس کے قریب تک نہیں جاتے۔ اس لیے کہ بادشاہ کسی کے لیے وہ مراعات نہیں چاہتا جو اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اور اس کے قریب کثرتِ کلام سے بچو۔ کہ وہ گرفت کرے گا تا کہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور تمہارا محاسبہ کرے گا، تا کہ تم اس کے حواریوں کی نگاہ میں حقیر ہو جاؤ۔ بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرو کہ جب اس کے دربار میں باریابی ہو، تو وہ تمہارے اور تمہارے غیر کی قدر و منزلت سے آشنا رہے (یعنی فرقِ مراتب کا خیال رکھے) اور تم سلطانِ وقت کے دربار میں ایسے وقت نہ جاؤ جبکہ وہاں دیگر ایسے اہلِ علم نشست رکھتے ہوں جن سے تم متعارف نہیں۔ اس لیے کہ تمہارا علمی مرتبہ اگر ان سے کم ہوگا اور ممکن ہے کہ تم ان پر ترفع حاصل کرنے کی کوشش کرو، مگر یہ جذبہ تمہارے لیے ضرر کا باعث ہوگا اور اگر تم ان سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو شاید تم اس کو (کسی مقام پر) جھڑک دو اور اس کی وجہ سے تم سلطان وقت کی نظر سے گر جاؤ۔ اور جب وہ تم کو کوئی منصب عطا کرے تو اس کو اس وقت تک قبول نہ کرو، جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمہارے مسلک سے علم و قضایا میں مطمئن ہے، تا کہ فیصلہ جات میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کی حاجت نہ ہو۔ اور سلطانِ وقت کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھو، صرف سلطان وقت سے رابطہ رکھو، اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہو تا کہ تمہارا وقار اور عزت برقرار رہے۔

شہری آداب

عوام کے دریافت طلب مسائل کے علاوہ ان سے (بلاضرورت) بات چیت نہ کیا کرو۔ عوام الناس اور تاجروں سے علمی بات کے علاوہ دوسری باتیں نہ کرو، تا کہ ان کو تمہاری محبت و رغبت فی المال کا وقوف نہ ہو، ورنہ وہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے، اور یقین کرلیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو اور عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے سے باز رہو، اور بازار میں بکثرت نہ جائیے۔ اور بے ریش لڑکوں سے ہم کلامی اختیار نہ کرو، کہ وہ فتنہ ہیں، البتہ

بچوں سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ان کے سروں پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرو۔ عام لوگوں اور سن رسیدہ حضرات کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لیے کہ اگر تم ان کو اپنے آگے بڑھنے دوگے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ہوگی اور اپنے پیچھے رکھو گے، تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا، وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے اور کسی راہگذر پر نہ بیٹھا کرو، اگر بیٹھنے کو دل چاہے تو مسجد میں بیٹھو۔ بازار اور مساجد میں کوئی چیز تناول نہ کرو، پانی کی سبیل اور اس پر متعین کارندوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو۔ اور دوکانوں پر نہ بیٹھو۔ مخمل، زیور اور انواع واقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ ان سے رعونت پیدا ہوتی ہے۔

ازدواجی زندگی

اپنی فطری حاجت کے وقت بقدر ضرورت گفتگو کے ماسوا گھر میں بچھونے پر اپنی بیوی سے زیادہ بات چیت نہ کرو۔ اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس ومس اختیار نہ کرو۔ اور اس کے قریب نہ جاؤ مگر اللہ کے ذکر کے ساتھ۔ اور اپنی بیوی سے دوسروں کی عورتوں اور باندیوں کا تذکرہ نہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ گفتگو میں بے تکلف ہو جائیں گی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا تذکرہ کرو گے تو وہ تم سے دوسرے مَردوں کے بارے میں گفتگو کرے گی۔ اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کا شوہر (طلاق دہندہ)، باپ، ماں یا (سابقہ خاوند سے) لڑکی موجود ہو۔ الا یہ کہ وہ یہ شرط قبول کرے کہ اس کے پاس (تمہارے گھر میں) اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آیا کرے گا۔ اس لیے کہ جب عورت مالدار ہو جاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تحویل میں جو مال ومنال ہے سب میرا ہے اور اس کے پاس محض عاریۃً ہے۔ اور دوسری شرط یہ قبول کرے کہ جہاں تک ممکن ہوگا وہ اپنے والد کے گھر میں داخل نہ ہوگی۔ اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہو جانا کہ تم شبِ زفاف سسرال میں گذارو، ورنہ وہ تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے باب میں انتہائی طمع سے کام لیں گے۔ اور صاحبِ اولاد خاتون سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے جمع کرے گی اور ان پر خرچ کرے گی، اس وجہ سے کہ اس کی اولاد، اس کو تم سے زیادہ عزیز ہے اور تم

اپنی دو بیویوں کو ایک مکان میں نہ رکھنا اور جب تک عیال داری کی تمام ضروریات پورا کرنے کی قدرت نہ ہو، نکاح مت کرو۔

ترتیبِ زندگی:

پہلے علم حاصل کرو، پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو، پھر ازدواجی زندگی اختیار کرو۔ زمانۂ طالب علمی میں اگر تم حصول مال کی جدوجہد کروگے تو حصولِ علم سے تم قاصر رہوگے۔ اور (حاصل کردہ) مال تمھیں، باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اُکسائے گا۔ اور تحصیل علم سے قبل ہی تمھیں لذائذ دنیا اور عورتوں کے ساتھ مشغول کردے گا۔ اس طرح تمہارا وقت ضائع ہو جائے گا، تمہارے بچوں کا مجمع ہو جائے گا اور تمہارے اہل وعیال کی کثرت ہو جائے گی۔ اس صورتِ احوال میں تمھیں ان کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی احتیاج ہو جائے گی اور تم طلب علم چھوڑ بیٹھوگے۔ اور علم حاصل کرو، آغازِ شباب میں جبکہ تمہارے دل و دماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہو۔ پھر (جیسا کہ ابھی ہدایت کی گئی ہے) حصولِ مال کا مشغلہ اختیار کرو تاکہ وہ تمھیں دستیاب ہو، کہ کثرتِ اہل وعیال دل کو تشویش میں مبتلا کر دیتا ہے (بہرکیف) مال جمع کرنے کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرو۔

تعمیرِ زندگی

خشیتِ الٰہی، ادائے امانت اور ہر خاص و عام کی خیرخواہی کا خصوصی خیال رکھو، اور لوگوں کا استخفاف نہ کرو، بلکہ اپنی اور ان کی عزت کرو۔ ان کی ملنساری سے پہلے ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھو اور ان کے میل ملاپ کا سامنا کرو ذکر مسائل کے ساتھ کہ اگر بالمقابل اس کا اہل ہوگا تو جواب دے گا۔ اور عام لوگوں سے امر دین کے سلسلے میں علم کلام پر گفتگو سے احتراز کرو۔ کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں اور علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) میں مشغول ہو جائیں گے۔ اور جو شخص تمہارے پاس استفتاء کے لیے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو، اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو، ورنہ اس کے سوال کا (غیر محتاط) جواب تمھیں تشویش میں مبتلا کرسکتا ہے۔ علم (تدریس و اشاعت) سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا، اگرچہ

تم (لوگوں میں) دس سال تک اس طرح رہو کہ تمہارا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو، نہ کوئی (اکتسابی) طاقت، کہ اگر علم سے اعراض کروگے تو تمہاری گذران تنگ ہوجائے گی۔ اور تم فقہ سیکھنے والے اپنے ہر طالب علم پر (شفقت و ادب پر مشتمل) ایسی توجہ رکھو، کہ گویا تم نے ان کو اپنا پسر اور بیٹا بنالیا ہے، تاکہ تم ان میں رغبت فی العلم کے فروغ کا باعث بنو۔ اگر عامی اور بازاری آدمی تجھ سے جھگڑے تو اس سے جھگڑا نہ کرو، ورنہ تمہاری آبرو جاتی رہے گی۔ اور اظہارِ حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ وحشمت کا خیال نہ کرو، اگر چہ وہ سلطانِ وقت ہو، جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں، اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لیے پسند نہ کرو، اور عبادت میں سبقت اختیار کرو اس لیے کہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کررہے ہوں گے اور پھر وہ دیکھیں گے کہ تمہاری اس قدر توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمہارے میں قلت رغبت کا گمان کریں گے۔ اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمھیں نفع نہیں پہنچایا، مگر وہی نفع جو ان کو جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔

آدابِ معاشرت

اور جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہل علم بھی ہوں تو اس شہر کو تم اپنی ذات کے لیے (کسی امتیاز کے ساتھ) اختیار نہ کرو، بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی انھی میں سے ایک شہری ہو، تاکہ ان کو یقین ہوجائے کہ تمھیں ان کی جاہ ومنزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ورنہ (اگر انھوں نے اپنی عزت کو خطرہ محسوس کیا تو) وہ سب کے سب تمہارے خلاف خروج کریں گے، اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اُچھالیں گے۔ (اور ان کی شہ پر) عوام بھی تمھارے خلاف نکل کھڑے ہوں گے اور تم کو (تیز تیز) نگاہوں سے دیکھیں گے، جس کی وجہ سے تم ان کی نظر میں موردِ ملامت ہوگے، آخر اس سے فائدہ کیا ہے؟ اور اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث وجدال سے باز رہو۔ اور جو بات ان سے کرو واضح دلیل کے ساتھ کرو، اور ان کے اساتذہ کے باب میں ان کو طعنہ نہ دو، ورنہ وہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔ اور تم لوگوں سے چوکنا رہو۔ اور تم اپنے باطنی اور پوشیدہ احوال کو خالص اللہ کے لیے ایسا بنالو جیسا کہ تمہارا ظاہر ہے۔ اور علم کا معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو

اس کے ظاہر کے مطابق نہ بنالو۔

آرائشِ کردار

اور جب سلطان وقت تمھیں کوئی ایسا منصب تفویض کرے جو تمہارے لیے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول مت کرو، جب تک تمھیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمھیں سونپا ہے وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے۔ اور مجلسِ فکر و نظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو، اس لیے کہ یہ خوف زدگی کلام میں خلل انداز ہوگی، اور زبان کو ناکارہ بنادیگی۔ زیادہ ہنسنے سے احتراز کرو کہ زیادہ ہنسی دل کو مُردہ کر دیتی ہے۔ اور سکون و اطمینان کے ساتھ چلو۔ اور امورِ زندگی میں زیادہ عجلت پسند نہ بنو۔ اور جو تمھیں پیچھے سے آواز دے اس کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپاؤں کو دی جاتی ہے۔ اور گفتگو کے وقت زیادہ نہ چیخو اور نہ اپنی آواز بلند کرو، سکون اور قلت حرکت کو اپنی عادات میں شامل کرو تاکہ لوگوں کو تمہاری ثبات قدمی کا یقین ہو جائے اور لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تاکہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کرلیں اور اپنے لیے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرو، جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور صبر و ثبات کی دولت جو حق تعالیٰ نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور اپنے لیے ہر ماہ کے چند یوم روزہ کے لیے مقرر کرو تاکہ دوسرے لوگ اس میں تمہاری اقتدا کریں۔ اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو، اور دوسرے کے رویہ پر بھی نظر رکھو۔ تاکہ تم اپنے علم کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں سے نفع اُٹھاؤ۔ اور بذات خود خرید و فروخت مت کرو، بلکہ (اس کام کے لیے) ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمہاری ایسی حاجتوں کو بحسن و خوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو۔ اپنی دنیا اور اس صورتحال کے باب میں جس میں تم ہو، بےفکر مت رہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کریں گے۔ اور امرد لڑکوں کو مت خریدو۔ اور سلطانِ وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ تمھیں اس کا قرب حاصل ہو، ورنہ لوگ تمہارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے۔ اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار

میں پیش کرنا شروع کردیا تو وہ تمھیں تمہارے مقام سے گرا دے گا۔ اور اگر تم ان حاجتوں کی تکمیل کے لیے کمربستہ نہ ہوئے تو حاجت مند تمھیں الزام دیں گے۔

آدابِ نصیحت

غلط باتوں میں لوگوں کی اتباع نہ چاہیے، بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو۔ جب تم کسی انسان کی برائی دیکھو تو اس شخص کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ مت کرو، بلکہ اس سے بھلائی کی اُمید رکھو (اور جب وہ بھلائی کرے تو) اس کی اس بھلائی کا ذکر کرو۔ الا یہ کہ اگر تم کو اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے آگاہ کر دینا چاہیے، تاکہ وہ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے برکنار رہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق اور فاجر آدمی جس حالتِ بد میں گرفتار ہے اسے افشا کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں، گرچہ وہ شخص صاحبِ جاہ ومنزلت ہو۔ اسی طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو اسے بھی بیان کرو، اور اس کی عزت ومرتبہ کی پروا نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور اپنے دین کا معین و مددگار ہے۔ اگر تم ایک مرتبہ ایسا کرلوگے وہ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں اظہارِ بدعت کی جسارت نہیں کرے گا۔ اور جب تم اپنے سلطانِ وقت سے خلافِ علم دین کوئی بات دیکھو تو اس کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے ذکر کردو، (یہ اظہارِ وفاداری) اس وجہ سے کہ اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ تم اس طرح اظہار خیال کرو کہ جہاں تک آپ کی سلطانیت وغلبہ کا تعلق ہے میں آپ کا فرمانبردار ہوں، بجز اس کے کہ میں آپ کی فلاں عادت کے سلسلے میں جو علم دین کے معیار کے مطابق نہیں ہے، آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔ سو، اگر تم نے ایک بار سلطانِ وقت کے ساتھ اس جرأت سے کام لیا تو بس وہ تمھیں کافی ہوگی۔ اس لیے کہ تو اگر اس سے بار بار کہے گا تو شاید وہ تجھ پر سختی کرے، اور اس میں دین کی ذلت ہوگی۔ اگر وہ ایک بار یا دو بار سختی سے پیش آئے اور تمہادا دینی جدوجہد اور امر بالمعروف میں تمہاری رغبت کا اندازہ کرے اور اس وجہ سے وہ دوسری مرتبہ خلافِ علم حرکت کرے، تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو، اور نصیحت فی الدین کا فریضہ ادا کرو۔ اگر سلطان وقت مبتدع ہے تو اس سے دوبدو بحث کرو، اگرچہ وہ سلطان ہے۔ اور اس سلسلے میں کتاب اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں سے جو تمھیں یاد ہو، یاد دہانی کراؤ۔ اگر وہ

(ان باتوں کو) قبول کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس سے تمہاری حفاظت فرمائے۔ اور موت کو یاد رکھو۔ اور اپنے ان استاذ کے لیے جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے استغفار کرو۔ اور ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کرو۔ اور عامۃ المسلمین کے ان خوابوں کو جو نبی کریم ﷺ اور صالحین سے متعلق تمھیں سنائی جائیں خواہ مسجد ہو، قرارگاہ ہو، قبرستان ہو (یعنی ہر جگہ) توجہ سے سنو۔ اور اہلِ ہَوا (دنیا پرستوں) میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو، الا یہ کہ اس کو دین کی طرف بلانا ہو۔ زیادہ کھیل کود اور گالم گلوچ سے اجتناب کرو۔ اور جب موذّن اذان دے، تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو، تاکہ عامۃ الناس اس باب میں تم پر پیش قدمی نہ کریں۔

اور سلطانِ وقت کے قرب و جوار میں رہائش اختیار نہ کرو، اگر تم اپنے ہمسایہ میں کوئی بات (برائی) دیکھو تو (سلطانِ وقت سے) پوشیدہ رکھو کہ یہ امانت داری ہے۔ اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو۔ اور جو شخص تم سے کسی معاملے میں مشورہ لے تو اس کو اپنے علم کے مطابق (صحیح) مشورہ دو، کہ یہ بات تم کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہے اور میری وصیت کو توجہ سے یاد رکھنا کہ انشاء اللہ یہ وصیت تمھیں دنیا و آخرت میں نفع دے گی۔

تشکیلِ ہمت و استغناء

بخل سے اجتناب کرو کہ اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں مبغوض ہو جاتا ہے۔ لالچی اور دروغ باف نہ بنو۔ حق و باطل (یا مذاق و سنجیدگی میں) التباس پیدا کرنے والا نہ بنو۔ بلکہ تمام امور میں اپنی شجاعت، حمیت کی حفاظت کرو۔ اور ہر موقع پر سفید لباس زیب تن کرو۔ اور اپنی طرف سے حرص اور رغبت فی الدنیا کی قلت ظاہر کرتے ہوئے دل کا غنا ظاہر کرو۔ اور اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرو اور تنگدستی ظاہر نہ ہونے دو۔ اگرچہ فی الواقع تم تنگدست ہو۔

باہمت بنو کہ جس شخص کی ہمت کم ہوگی اس کا درجہ بھی کم ہوگا۔ اور راہ چلتے دائیں بائیں التفات نہ کرو، بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو۔ اور جب تم حمام میں داخل ہو، تو حمام اور نشست گاہ کی اُجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو۔ تاکہ ان پر تمہاری عالی ہمتی ظاہر ہو۔ وہ تمھیں باعظمت انسان خیال کریں۔

اور اپنا سامان ضرورت بافندہ اور دیگر کاریگروں کو خود جا کر ان کے حوالے نہ کیا کرو، بلکہ اپنے لیے ایک بااعتماد ملازم رکھو جو تمہارے یہ امور انجام دیا کرے۔ اور درہم و دینار کی خرید و فروخت میں چوکس رہنا اور (جھگڑنا) اور درہموں کا وزن خود نہ کیا کرو بلکہ (اس میں معاملے میں بھی) کسی اور شخص پر اعتماد کرو اور متاع دنیا کو جس کی اہل علم کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں ہے، حقیر جانو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں (غرضیکہ) اپنے معاملاتِ زندگی کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دو، تاکہ تمہاری توجہ علم دین پر پوری طرح مرکوز رہے۔ سو یہ طرزِ عمل تمہاری تکمیل حاجت کا زیادہ کفیل ہے۔ پاگلوں (جن کو لوگ مجذوب خیال کرتے ہیں) اور ان اہل علم سے جو حجت و مناظرہ کے اسلوب سے بے بہرہ ہیں، کلام نہ کرو، اور وہ لوگ جو عزت پرست ہیں، اور لوگوں کے معاملات میں عجیب وغریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ تمھیں کسی طرح شرمندہ کرنے کے خواہش مند ہوں گے۔ اور انھیں (اپنی عزت کے مقابلے میں) تمہاری کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ سمجھ لیں گے کہ تم برسر حق ہو۔

اور جب کبھی بڑے رتبے کے لوگوں کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو تاوقتیکہ وہ خود تمھیں بلند جگہ عطا نہ کریں، تاکہ ان کی طرف سے کوئی اذیت تم کو نہ پہنچے۔ کسی قوم کے اندر امامتِ نماز کے لیے پیش قدمی نہ کرو، جب تک کہ وہ از راہ تعظیم تمھیں مقدم نہ کریں۔ اور حمام میں دوپہر یا صبح کے وقت داخل نہ ہو۔ اور سیر گاہوں میں نہ جایا کرو۔ سلاطین کے مظالم کے وقت حاضر باش نہ رہو، الا یہ کہ تمھیں اس بات کا یقین ہو کہ اگر تم انھیں ٹوکو گے تو وہ حق وانصاف پر اُتر آئیں گے۔ اس وجہ سے کہ اگر وہ تمہاری موجودگی میں کوئی ناجائز کام کریں گے اور بسا اوقات انھیں ٹوکنے کی تمھیں قدرت و ہمت نہ ہوگی، تو لوگ تمہاری خاموشی کی بناء پر گمان کریں گے کہ سلاطین کا اقدام برحق ہے۔

آدابِ مجلس

علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو۔ اور عام لوگوں کو قصہ کہانیاں سنانے کا مشغلہ اختیار نہ کرو کہ قصہ گو کو (زیب داستاں کے لیے) دروغ گوئی کے بغیر چارہ نہیں۔ جب تم کسی اہل علم کے ساتھ علمی نشست کا (برائے مشاورت) ارادہ کرو اور وہ فقہی مجلس ہے تو اس میں بیٹھو اور اس

میں ان باتوں کو بیان کرو جو مخاطب کے لیے تعلیم کا حکم رکھتی ہوں تا کہ تمہاری حاضر باشی سے لوگوں کو یہ دھوکہ نہ ہو کہ تمہارا ہم نشیں کسی صفت علم سے موصوف ہے جبکہ وہ درحقیقت ایسا نہ ہو، اوراگروہ شخص فتوے کوسمجھنے کا اہل ہے تو فتویٰ بیان کرو ورنہ ضرورت نہیں ہے۔اوراس مقصد کے لیے کہیں نہ بیٹھو کہ دوسرا شخص تمہاری موجودگی میں درس دیا کرے۔ بلکہ (نگرانی کے لیے) اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بٹھادو، تا کہ وہ تمھیں اس کی گفتگو کی کیفیت اوراس کے علم کی کمیت (مقدار) سے مطلع کرے۔مجالسِ ذکروبیان یا اس شخص کی مجلسِ وعظ میں حاضری نہ دو، جوتمہاری جاہ ومنزلت یا تمہاری جانب سے اس کے تزکیہ نفس کی نسبت سے مجلس قائم کرے، (یعنی جوشخص تمہارے تعلق سے دینی افادے کا کام کرے) بلکہ ان کی جانب اپنے ساتھیوں (شاگردوغیرہ) میں سے کسی ایک شخص کی معیت میں اپنے اہلِ محلّہ اوراپنے عوام کوجن پر تمھیں اعتماد ہے،متوجہ کرو (کہ وہ سب وہاں جایا کریں)۔

اور نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے حوالے کردو، اسی طرح نمازِ جنازہ اورعیدین کی امامت بھی کسی اورشخص کے حوالے کردو۔اور (آخری بات یہ کہ) ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرنا اوران نصیحتوں کومیری جانب سے قبول کرو، کہ میں نے تمہارے اوراہلِ اسلام کے فائدے کے لیے یہ وصیتیں کی ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وصایا بنام یوسف بن خالد سمتیؒ

تعمیرانسانیت

یوسف بن خالد سمتی حضرت امام اعظم کی خدمت میں رہ کر تکمیل علم کر چکے تو وطن مالوف بصرہ کوواپس ہونے کا ارادہ کیا۔استادِ شفیق سے اجازت چاہی تو امام نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ یہ باتیں تمھیں ہرجگہ کام دیں گی۔خواہ لوگوں کے ساتھ معاملات ہوں یا اہلِ علم کے مراتب کا سوال ہو۔تادیبِ نفس کا مرحلہ ہو یا خواص وعوام کی اصلاح ہو یا عام حالات کی تحقیق مقصود ہو۔غرض کہ یہ دینی باتیں دینی اوردنیاوی زندگی کے ہرموڑ پر کام آئیں گی اورعلم کے لیے ایک ذریعۂ خیر وصلاح بن جائیں گی۔

حقوقِ معاشرت

اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب تم انسانی معاشرے کو برا سمجھو گے تو لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ چاہے وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جب اس معاشرے کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو یہ معاشرہ تمھیں عزیز رکھے گا اور اس کے افراد تمہارے لیے ماں باپ بن جائیں گے۔

پھر فرمایا: ذرا اطمینان سے مجھے چند باتیں کہنے دو۔ میں تمہارے لیے ایسے امور کی نشاندہی کیے دیتا ہوں جن کا خود بخود شکریہ کے ساتھ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تھوڑی دیر بعد فرمایا: دیکھو! تمھیں ایسی باتیں بتانا چاہوں گا جو تمھیں پیش آئیں گی۔ گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو۔ اور تم اپنے مخالفوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے تم نے اپنے علم کی وجہ سے خود کو ان پر بڑا ثابت کیا۔ ان کے ساتھ اختلاط کو برا سمجھا۔ ان کے معاشرے سے منقبض ہوئے۔ ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ نتیجے میں انھوں نے بھی تمہاری مخالفت کی۔ تم نے انھیں چھوڑ دیا تو انھوں نے بھی تمھیں منہ نہیں لگایا۔ تم انھیں گالی دی، ترکی بہ ترکی جواب ملا۔ تم نے انھیں گمراہ کہا، تو انھوں نے تمھیں بدعتی اور گمراہ گردانا۔ یہ لو سب کا دامن آلودہ ہو گیا۔ اب تمھیں ضرورت ہوئی کہ تم ان سے کہیں دور بھاگ جاؤ اور یہ کھلی حماقت ہے وہ شخص کبھی اچھی سوجھ بوجھ کا نہیں ہو سکتا ہے، کہ اسے کسی سے واسطہ پڑا ہو اور وہ کوئی راہ پیدا ہونے تک نباہ نہ کر سکے۔

فرقِ مراتب وادائے حقوق

جب تم بصرہ پہنچو گے تو لوگ تمہارا خیر مقدم کریں گے۔ تم سے ملاقات کے لیے آئیں گے کیونکہ یہ ان کا معاشرتی فریضہ ہے۔ اب تم ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو۔ بزرگوں کی عزت کرو، علماء کی تعظیم کرو، بوڑھوں کی توقیر کرو۔ نوجوانوں سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ عوام کے قریب رہو۔ نیک و بد کے پاس اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ بادشاہِ وقت کی توہین نہ کرو۔ کسی کو کمتر نہ سمجھو۔ اپنی مروّت و شرافت کو پس پشت نہ ڈالو۔ اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو۔ بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو۔ خسیس الطبع اور کمینوں سے میل ملاپ نہ رکھو۔ اس شخص سے محبت و الفت کا اظہار نہ کرو

جو تمھیں ناپسند کرتا ہو...... سنو! کہ احمقوں سے مل کر خوشی کا اظہار نہ کرو۔ ان کی دعوت پر لبیک کہو اور نہ ہی ان کا ہدیہ قبول کرو۔ نرم گفتاری، ضبط وتحمل، اخلاقِ حسنہ، کشادہ دلی، اچھے لباس اور خوشبو کو اپنے لیے لازم رکھو۔ سواریوں میں ہمیشہ اچھی سواری رکھو۔ حوائجِ ضروریہ کے لیے کوئی وقت مقرر کرلو تاکہ ہر کام کو آسانی سے کرسکو۔ اپنے ساتھیوں سے غفلت نہ برتو، ان کی درستگی کی سب سے پہلے فکر کرو مگر اس میں نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو۔ نرم لہجہ میں گفتگو کو اپناؤ۔ عتاب و توبیخ سے بچو، کہ اس سے ناصح ذلیل ہوتا ہے۔ انھیں اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہاری تادیب کریں ایسا کرنے سے تمہارے حالات درست رہیں گے۔

بندگی اور اصلاحِ زندگی

نماز کی پابندی کرو، سخاوت سے کام لو کیونکہ بخیل آدمی کبھی سردار نہیں بن سکتا۔ اپنا ایک مشیر کار بنالو جو تمھیں لوگوں کے حالات سے مطلع کرتا رہے اور جب تمھیں کوئی خراب بات نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو جب تم اصلاح کی راہ پا جاؤ تو اپنی رغبت اور عنایت کو اور بڑھاؤ۔ جو شخص تم سے ملے اس سے ملا کرو اور اس سے بھی جو نہ ملے۔ جو شخص تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے اس کے ساتھ ویسا ہی کرو۔ اور کوئی بدخلقی سے پیش آئے تو تم حسنِ اخلاق کا ثبوت دو۔ عفو اور کرم کو مضبوطی سے تھام لو، نیک کاموں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرو۔ جو شخص تمہارے درپئے آزار ہو اس سے ترکِ تعلق کرلو۔ حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔ اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہوجائے تو اس کی مزاج پرسی کرو اور اگر کوئی آنا جانا چھوڑ دے تو تم نہ چھوڑو۔ اگر کوئی شخص تم پر ظلم کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ جو شخص تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرو۔ اگر کسی نے تمہاری برائی کی تو اس سے درگزر کرو۔ جو شخص تمہارے خلاف غلط قسم کا پروپیگنڈہ کرے اس کے باب میں تم اچھی بات کہو۔ اگر کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کے حقوق پورے کردو۔ اگر کسی کو خوشی کا موقع میسر آئے تو اسے مبارکباد دو۔ اگر کسی پر مصیبت آپڑے تو اس کی غم خواری کرو۔ اگر کسی پر آفت ٹوٹ پڑے تو اس کے غم میں شرکت کرو۔ اور اگر تم سے کام لینا چاہے تو کردو۔ اگر کوئی فریادی ہو تو اس کی فریاد سن لو۔ اگر کوئی طالبِ نصرت ہو تو اس کی مدد کرو جہاں تک تم سے ہوسکے لوگوں سے محبت و رأفت کا اظہار کرو۔ سلام کو رواج دو خواہ وہ

کمینوں ہی کی جماعت ہو۔ اگر مسجد میں یا تمہارے پاس کچھ لوگ بیٹھے مسائل پر گفتگو کر رہے ہوں تو ان سے اختلاف رائے نہ کرو۔

تعلیم و تربیت

اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو پہلے جو لوگوں میں رائج ہو اسے بتاؤ پھر کہو اس میں دوسرا قول بھی ہے اور وہ ایسے اور ایسے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ اگر انھوں نے سن لیا تو یقیناً ان کے دلوں میں تمہاری قدر و منزلت جاگزیں ہو جائے گی۔ جو شخص تمہاری مخالفت کرے تو اسے ایسی کوئی راہ دکھادو جس پر وہ غور کرے۔ لوگوں کو آسان باتیں بتایا کرو، دقیق اور گہرے مسائل نہ بیان کرو۔ مبادا وہ غلط مطلب سمجھ لیں۔ ان سے لطف و مہربانی کا معاملہ کرو۔ کبھی کبھی ان سے ہنسی مذاق بھی کر لیا کرو۔ کیونکہ تمہارا یہ عمل لوگوں میں محبت پیدا کر دے گا۔ ہمیشہ علمی چرچا رکھو۔ اور کبھی کبھی ان کی دعوت کر دیا کرو۔ ان سے سخاوت کیا کرو۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے تغافل برتو۔ ان کی ضروریات کو پورا کرو۔ لطف و کرم اور چشم پوشی کو اپنا خاصہ بنالو۔ کسی سے دل تنگ اور زجر و توبیخ سے پیش نہ آؤ۔ آپس میں گھل مل کر اس طرح رہو گویا تم ایک ہی ہو۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ ان کے لیے وہی چیزیں پسند کرو جو تمھیں مرغوب ہوں۔

تزکیۂ نفس اور نیک و بد کی پہچان

نفس کی حفاظت کرو، احوال کی دیکھ بھال رکھو۔ فتنہ انگیزی سے دور رہو۔ اگر کوئی شخص تمھیں زجر و توبیخ کرے تو تم اسے نہ جھڑکو۔ اگر کوئی تمہاری باتیں غور سے سن رہا ہو تو تم بھی اس کی طرف کان لگالو۔ لوگوں کو ایسی چیزوں کا مکلّف نہ بناؤ جس کی وہ تمھیں تکلیف نہیں دیتے۔ حسن نیت سے عوام کا خیر مقدم کرو۔ سچائی کو لازم رکھو۔ غرور و تکبر کو ایک طرف ڈال دو۔ دھوکہ بازی سے دور رہو۔ چاہے لوگ تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہوں۔ امانت میں خیانت نہ کرو خواہ لوگ تمہارے ساتھ خیانت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ وفاداری اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اہل کتاب سے وہی رہن سہن رکھو جیسا وہ تمہارے ساتھ رکھتے ہوں۔

پس اگر تم نے میری اس وصیت پر عمل کیا تو یقیناً ہر آفت سے بچے رہو گے۔ دیکھو! اس وقت میں دو کیفیتوں سے دو چار ہوں۔ تم نظر سے دور ہو جاؤ گے اس کا تو غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کو پہچان لو گے۔ خط و کتابت جاری رکھنا۔ اپنی ضرورتوں سے مطلع کرتے رہنا۔ تم میری اولاد ہو، میں باپ ہوں۔ و صلی اللّٰہ علی سیّدنا محمّد النّبی الامّیّ و علی آلہ و صحبہ و سلّم (دفاع امام ابو حنیفہؒ۔ مولانا عبدالقیوم حقانی، ص: ۲۰۵-۲۱۴)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی وصایا

آپ نے مندرجہ ذیل باتوں کی اپنے ورثاء کو وصیت کی:

۱- میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا، تاکہ انھیں تمام ادیان پر فتح دے، چاہے اس بات سے مشرکین کو دِلی رنج ہی کیوں نہ ہو۔

۲- وصیت کرتا ہوں کہ میں اللہ کی ربوبیت اور اسلام کی حقانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے راضی ہوں۔

۳- وصیت کرتا ہوں کہ عبداللہ بن محمد یعنی بوران کے پچاس دینار میرے اوپر باقی ہیں، وہ اس دعوے میں حق بجانب ہوں گے، لہٰذا ان کا یہ قرضہ اس آمدنی سے ادا کیا جائے، جو انشاء اللہ میرے مکان کے کرایہ سے وصول ہوگی، اس کے بعد جو کچھ بچ رہے، اس میں سے عبداللہ اور صالح کے بال بچوں میں سے سب اولاد ذکور و اناث کو دس دس درہم دے دیے جائیں۔

گواہ: ابو یوسف، صالح و عبداللہ پسرانِ احمد بن حنبلؒ۔

(وصایا، ص: ۲۴۔ الحلیہ، ج: ۹، ص: ۲۱۲)

امام احمد بن حنبلؒ کی وصیت علی بن مدینی کو

اے علی بن مدینی! قلب کو تقویٰ، خوفِ الٰہی کے لیے خاص کر لے کہ غیر کی طرف بتکلّف بھی مائل نہ ہو اور آخرت کو اپنا نصب العین بنا لے۔ تمام امور کے کرنے نہ کرنے سے قبل

آخرت کو ملحوظ رکھ۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۱۷۳)

امام احمد بن حنبلؒ کی وصایا احمد بن غسان کو

امام احمد ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن غسان نے بتلایا کہ، امام موصوف اور میں اونٹ پر کجاوہ میں بیٹھے ہوئے مامون کے پاس جارہے تھے۔ راستہ میں امام موصوف نے فرمایا: اے احمد بن غسان! آج مجھ کو ایسا محسوس ہورہا ہے کہ دنیاوی قید وبند کی زندگی ختم ہوجائے گی۔ اگر میری قضاء و اجل آج رات آئے اور میں سویا رہوں تو مجھ کو بیدار کردینا اور اگر تم سوئے ہوئے ہوگے تو میں جگادوں گا۔ ابھی جا ہی رہے تھے کہ کسی شخص نے کجاوہ کو دستک دی۔ امام موصوف ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ وہ جانی پہچانی شخصیت ہے۔ مگر میں نے ایسے شخص کو کبھی بھی اس علاقے اور قرب و جوار میں نہیں دیکھا تھا۔ یعنی میرے لیے وہ اجنبی تھا۔ اس کی گردن میں عبا لپٹی ہوئی تھی۔

اس اجنبی شخص نے امام موصوف کو چند کلمات سے نوازا......اور چلا گیا:

اے ابا عبداللہ! حق جل مجدہ تجھ سے راضی ہے، خلقِ قرآن کے موقف اور تیرے طریقۂ استدلال پر۔ اور دیکھ تو ایک کثیر مخلوق کی قیادت وسیادت کررہا ہے لہٰذا عباداللہ کو رسوا نہ کرنا۔ بلکہ ذریعہ سعادت و ہدایت بن کر راہ سنت کی نشاندہی کرنا۔ لوگ تیرے منتظر ہیں۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں تو اس وقت جو بھی کہے گا عوام اسی کو اپنا مسلک ومشرب بنائیں گے۔ اسی ڈگر پر راہ گیر ہوں گے۔ تمام پُرخار وادیاں تیری طے ہوچکی ہیں۔ راہِ صعوبت عبور ہونے والی ہے۔ منزلِ مقصود عنقریب آنے والی ہے۔ بس اب موت اور پھر جنت ہے۔

احمد بن غسان فرماتے ہیں: یہ کلمات سن کر امام موصوف میں مرکز ایمان کی موجیں کھیلنے لگیں اور ارشاد فرمایا: اے احمد بن غسان! میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں۔ تو اس کو حرزِ جان بنالے۔ حق جل مجدہ کو تنگی وفراخی میں یاد رکھ اور نگہبان تصور کر۔ خوشی اور غم ہر حال میں شکر ادا کر۔ اگر تمام لوگ بھی تجھ سے کہیں کہ قرآن مجید مخلوق ہے تو کبھی بھی نہ کہنا۔ اگرچہ میں بھی قرآن کو مخلوق کہوں کسی وجہ سے تو پھر بھی میری بات بھی قطعاً نہ ماننا بلکہ ذرا بھی اعتماد نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے:﴿وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارَ﴾ (سورہ ہود:۱۱۳)

احمد بن غسان فرماتے ہیں: میں امام احمدؒ کی ثابت قدمی اور طمانیتِ قلبی پر حیران رہ گیا۔ ایک شخص نے اطلاع دی کہ حاکم وقت نے تلوار کو میان سے باہر نکالنے کا حکم دیدیا ہے۔ جب تک کہ احمدؒ اور ان کے ساتھی قرآن کو مخلوق نہ کہہ دیں یعنی قتل کردیں۔ یہ سنتے ہی امام موصوف اپنے گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ گئے اور حسرت بھری نگاہ سے آسمان کو دیکھا اور فرمایا: حاکمِ فاجر کس قدر جری ہوگیا ہے کہ اے اللہ وہ تیرے اولیاء کو قتل وضرب پر آمادہ ہے۔ "اَللّٰهُمَّ فَاِنْ يَّكُنِ الْقُرْآنَ كَلَامَكَ غَيْرَ مَخْلُوْقٍ فَاكْفِنَا مَؤُنَةً" یا اللہ! اگر تیرا کلام غیر مخلوق ہے تو اس تنگی سے میری کفالت فرما۔ ابھی ایک تہائی رات ہی گزری تھی کہ امام موصوف جاں بحق ہوگئے۔

(الحلیہ، ج:۹،ص:۱۹۵)

امام شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

آدابِ دوستی:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو ذیل کی وصیت فرمائی: اے یونس! جب تم کو کسی دوست سے تکلیف و اذیت پہنچے تو خبردار تو عداوت و دُشمنی میں اس کے ساتھ عجلت و جلدبازی نہ کر۔ نہ ہی قطع تعلقی میں سبقت کر۔ کیونکہ محض شک کی بنیاد پر یقین کو ختم کرنا دانائی و بصیرت کی بات نہیں۔ ہاں! فوراً جا کر اس دوست سے مل، ملاقات کر اور صاف صاف اس کو آگاہ کر، کہ دیکھو بھائی تمہاری جانب سے مجھ کو یہ بات پہنچی ہے۔ اگر وہ ان باتوں کا انکار کرے تو تو خواہ مخواہ کی بدگمانی میں نہ پڑ بلکہ دوست کو یہ کہہ مطمئن کردو کہ تم ہی سچے اور مخلص ہو اور جو بات مجھ کو پہنچی تھی وہ غلط تھی۔ ہاں! اگر وہ اس بات کی تصدیق کرلے اور اعتراف کرے، ساتھ ہی کوئی معقول عذر وسبب پیش کردے تو بھی اس کے عذر کو قبول کرلو۔ اور اگر کوئی معقول سبب و عذر نہ پیش کرسکے تو تم اپنی اذیت و تکلیف کا ذمہ دار اس کو ٹھہراؤ اور تم کو اب اختیار ہے کہ برائی کا بدلہ برائی کے برابر برابر دےلو مگر زیادتی نہ ہو، اور اگر چاہو تو عفو وتسامح سے کام لو۔ اور معافی تقویٰ کی علامت اور اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے۔ اعلیٰ درجہ کا احسان معاف کردینا ہے۔ حق تعالیٰ

فرماتا ہے:

﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ (سورۂ شوریٰ، آیت ۴۰)

ہاں! اگر تیرا نفس تم کو بدلہ لینے پر اُبھارے، برانگیختہ کرے تو اپنے نفس کو یوں تسلّی دے کہ دیکھو، پہلے وہ جس قدر احسان کرتا رہا ہے اگر آج ایک تکلیف پہنچی ہے اس کے عوض فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس ایک بات کی وجہ سے اس کے دوسرے احسانات کو نہ بھول۔ اس لیے کہ ایک برائی کے بدلے بہت سی بھلائیاں بھول جانا ظلم محض ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے مجھ سے برائی کا بدلہ برابر برابر لے لیا نہ تو زیادتی کی نہ ہی میرے حق کو ضائع کیا۔

اے یونس! جب بھی تیرا کوئی دوست ہو تو اس کے سلسلے میں اپنا ہاتھ باندھ لے۔ یعنی اس بات کی کوشش کر کہ دوست کو اذیت نہ ہو۔ کیونکہ کسی کو اپنا صدیق و دوست بنانا بہت مشکل ہے اور جدائیگی بہت ہی سہل و آسان ہے۔

ایک بزرگ اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھاتے تھے کہ بچوں کا بڑے بڑے پتھروں کو کنویں میں ڈالنا بہت آسان اور بڑوں کا اُن پتھروں کو کنویں سے نکالنا بہت مشکل۔

اے یونس! تم کو میری یہ وصیت ہے۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۱۲۲)

ایک موقع پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو وصیت فرمائی:

اے یونس! حد سے زیادہ ترش روئی لوگوں سے عداوت پیدا کرتی ہے اور حد سے زیادہ خوشدلی برے لوگوں کو قریب کردیتی ہے۔ تو درمیانی حالت میں رہا کر۔ نہ اتنا نرم دل ہوجا کہ لوگ تجھے تکلیف دیں اور نہ اتنا سخت کہ لوگوں کو تجھ سے تکلیف ہو۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۱۲۲)

آدابِ تعلیم۔ درس و تدریس

ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سراج نامی اپنے خادم کے ساتھ ہارون رشید سے ملنے گئے۔ وہاں ہارون رشید کے بچوں کے اتالیق و معلم ابی عبدالصمد کے پاس بیٹھ گئے۔ سراج نے

تعارف کرایا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ابی عبد الصمد کے لیے کچھ وصیت کو کہا۔ امام موصوف نے ابی عبد الصمد کو ذیل کی وصیت فرمائی:

ابی عبد الصمد! امیر المومنین کے بچوں کی تعلیم و تربیت، اصلاح و تہذیب سے پہلے تم خود اپنے نفس کی اصلاح و تہذیب کو مقدم جانو۔ ان معصوم بچوں کی نگاہ تمہارے حرکات و سکنات، نشست و برخاست، قیام و طعام ...... غرض تمام شعبۂ زندگی پر ہوگی۔ وہ تم سے تمام خوبیاں خامیاں اخذ کرلیں گے۔ اگر ان میں کوئی خوبی قابلِ تحسین صفات ہوں گی یا خامی قبیح صفات ہوں گی تو دراصل تمہاری خوبی و خامی کا عکس ہوگا۔ نیز تم نے جن باتوں کی اصلاح کی ہوگی وہ قابلِ ستائش ہوگی اور تم نے جن باتوں کی اصلاح نہ کی ہوگی وہ ان میں موجود ہوں گی۔

دیکھو! کتاب اللہ کی تعلیم کو مقدم رکھو کیونکہ ایمان باللہ، توحیدِ باری، خواہ ذات میں یا صفات میں، رسالت کی حقیقت، دلائل قدرت، تخلیق عالم، معاد، آخرت، جزاء و سزاء، جنت و جہنم، صفاتِ متقین، انجام مکذبین ...... غرض اسلام و ایمان کی اساس و بنیادی اصول سب ہی کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ نشاط و قبول کے وقت ان کو تعلیم دینا اور حالت قبض اور تنگ دلی کے وقت تعلیم پر مجبور نہ کرنا کہ اس سے وہ تھک جائیں گے، دل گیر ہوں گے، سست پڑ جائیں گے۔ نہ بالکل ہی چھوڑ دینا کہ وہ فراموش کر جائیں۔ اور علم سے بیگانے بن جائیں۔ (یعنی نہ اس قدر ہمہ وقت پڑھاؤ کہ تھک کر سست بن جائیں نہ ہی اتنی فرصت دو کہ مناسبت چھوٹ جائے)۔ کبھی کبھی اشعار و کلام عرب سے ان کو خوش کیا کرو اور علومِ حدیث سے ان کو مشرف بناؤ۔ ایک علم سے اس وقت تک دوسرے علم کی طرف توجہ نہ کرو کہ اس علم میں ان کو درک و مہارت نہ پیدا ہوجائے اور اس علم میں خطاء و صواب کے فیصلے کی قوت نہ پیدا ہوجائے۔ اس لیے کہ کثرت کلام سے فہم و تمیز میں فتور پیدا ہوجاتا ہے یعنی مختلف علوم کی باتیں جب کرو گے تو وہ کسی بھی علم کو کما حقہ اخذ نہ کرسکیں گے اور وقت ضائع ہوگا۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۱۴۷)

ایک شخص کو آپ نے وصیت کی: دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی سعی مت کرو بلکہ عبادت میں برابری کی کوشش کرتے رہو۔ کیونکہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے اور عبادت قبر کی ساتھی ہے اور کبھی کسی مُردے سے حسد نہ کرو کیونکہ دنیا میں سب مَرنے کے لیے آئے ہیں، اس

لیے سب مُردے ہیں، لہٰذا کسی سے بھی حسد نہ کرو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۳۲)

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

امام مالکؒ اپنے زمانے کے حکمراں و والیان کو گاہے بگاہے وصیتِ خیر اور نصیحت و رشد کا وعظ فرماتے۔ آپ کا موقف اس سلسلے میں بیحد حکیمانہ تھا۔ حکمراں کے سلسلے میں آپ فرماتے تھے کہ اگر ان کی مخالفت ان سے علیحدہ رہ کر کی جائے تو اس کا نتیجہ اصلاح کے بجائے فساد وافساد کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ شر وفساد کو تقویت ملے گی اور بجائے ہدایت وخیر خواہی کے انسانی فطرت عناد کی راہ اختیار کرلے گی۔ اس لیے موقع بموقع آپ حکمراں سے ملتے اور تلقینِ خیر، پند ونصائح کے ذریعے حکمراں کے اندر فکرِ آخرت، خوفِ الٰہی، مخلوق ورعایا کی ذمہ داری کا احساس، حقوق کی نگہداشت، انعام ربانی کی مسئولیت، قبر کی وحشت، الغرض مختلف انداز میں آپ احساسِ باطن کی لطیف تاروں کو جگا کر فکرِ آخرت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے۔

علماء کی ذمہ داری:

اس موقف کے تحت آپ جماعتِ علماء کو فرماتے کہ: ہر وہ مسلمان جس کو حق جل مجدہ نے علم نبوت، دینی بصیرت، اسلامی مزاج، شعورِ ایمانی، ذکاوتِ حس، فہم قرآن عطا فرمایا ہے، اس پر واجب ہی نہیں بلکہ اس کا فرضِ منصبی اور عند اللہ اس کی مسئولیت ہے کہ وہ حاکم وقت، والیانِ بلاد، سربراہانِ مملکت، سردارانِ قریہ وبستی کو بھلائی کا مشورہ دیں۔ برائی کی نشاندہی کرکے حق کو اُجاگر کریں، باطل کا قلع قمع کریں۔

علماءِ ربانیین اشاعت حق کے لیے اگر حکمراں کے پاس جاتے ہیں تو عوام کو اس پر شک نہ کرنا چاہیے یا عام جماعت علماء کو، کیونکہ علماء اور غیر علماء کا فرق یہ ہے کہ عوام اپنی حاجت کو لیکر اور محتاج بن کر حکمراں سے ملتے ہیں اور علماء حکمراں کو دین کا محتاج سمجھ کر جاتے ہیں تاکہ حق کا بول بالا ہو۔ یہی فرق ہے علماء اور غیر علماء میں۔ اور یہ امتیاز خاص ہے علماء کا اور کیوں نہ ہو کہ یہ حق جل مجدہ کا فضل ہے علماء پر اور علماء کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ وہ حکمراں کو رشد وہدایت کی راہ بتلائیں۔

چنانچہ موسم حج میں جب مختلف شہروں کے حکمراں آتے آپ غیر معمولی انشراح کے ساتھ ان کو بھلائی کے غلبے کی تاکید فرماتے اور رشد وہدایت کی تلقین کرتے، فکرِ آخرت کی نصیحت فرماتے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی مثالی زندگی

دیکھو! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امیر المومنین، صاحبِ رسول ہیں۔ مگر حاکم بن جانے کے بعد ایک عورت کے مکان میں آگ جلاتے ہیں، اس کا کھانا پکاتے ہیں، یہاں تک کہ دھواں ان کی ڈاڑھی مبارک سے نکلتا ہے۔ کیا تم لوگ ان سے بڑھ کر یا زیادہ قوی ہو اور ان سے زیادہ ملک کے حاکم ہو، یا ان سے زیادہ فضیلت کے مستحق ہو۔ مگر انھوں نے یہ سب محض اس لیے کیا کہ ان کو حقوق کی ذمہ داری کا احساس تھا جو حق کی ادائیگی پر مجبور کر رہا تھا۔

آپ نے ایک حاکم کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگوں کے حقوق کو ضائع کر رہے ہوں اور پھر بھی آرام سے خوابِ غفلت میں ہو ...... دیکھو! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو۔ ایک موقع پر فرمایا کہ میری خلافت کے دوران اگر ایک اونٹنی کا بچہ یا بکری کا بچہ بھی نہر فرات کے پاس ضائع ہو جائے تو میں قیامت میں عند اللہ اس کا مسئول ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا مجھ سے حساب لے گا۔

ابو جعفر کو ایک موقع پر آپ نے وصیت کی کہ: اہل مدینہ کے ساتھ غایت درجہ کا احسان و سلوک کا معاملہ برتو۔

مہدی کو بھی آپ نے وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اہلِ مدینہ کے ساتھ حسنِ سلوک رکھو، کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں کیونکہ حضورؐ کی حدیث مجھ کو پہنچی ہے:

"اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلْمَدِيْنَةُ مُهَاجَرِيْ وَ بِهَا قَبْرِيْ وَ بِهَا مَبْعَثِيْ، وَ اَهْلُهَا جِيْرَانِيْ، وَ حَقِيْقٌ عَلٰى اُمَّتِيْ حِفْظِيْ فِيْ جِيْرَانِيْ فَمَنْ حَفِظَهُمْ كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے، اسی میں میری قبر ہوگی، اسی سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا، اس کے رہنے والے میرے پڑوسی ہیں۔ میری امت کے ذمے ضروری وواجب ہے کہ میرے پڑوسی کی خبر گیری وحفاظت کریں۔ جو میری عظمت کی خاطر ان کی

حفاظت ونگہبانی کرے گا میں اس کے لیے قیامت میں گواہ وشفیع بنوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی رعایت نہ کرے حق تعالیٰ شانہ اس کو **طینة الخبال** پلائے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ: طینۃ الخبال، جہنمی لوگوں کا نچوڑ ہے یعنی پسینہ، لہو، پیپ، وغیرہ۔ (العیاذ باللہ)

اس حدیث کے سن لینے کے بعد امیر المؤمنین مہدی نے کثیر رقم اہلِ مدینہ کے لیے خاص کر دی اور خود اہلِ مدینہ کے حالات معلوم کرتا اور ان کی شکایتوں کو دور کرتا۔

ایک مرتبہ امام مالکؒ نے ایک حاکم کو خط کے ذریعے ذیل کی ہدایات سے متنبہ کیا:

پہلے تو اس بات کو خوب اچھی طرح جان لے کہ حق جل مجدہ نے تجھ کو میری نصیحت ووصیت کے لیے خاص کیا ہے۔ میں پہلے بھی تجھ کو وصیت کر رہا ہوں۔

تاہم یاد رکھ کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جو بھی ملک و مال دیا ہے، میں دل سے دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ اس کو تیرے حق میں ذریعہ سعادت بنائے۔ ساتھ جملہ امور کو دخولِ جنت کا سبب بنا دے۔ اور محض لطف وعنایت سے جنت عطا فرمائے اور مجھ پر اور تجھ پر رحم وکرم کا معاملہ فرمائے۔ میں جو کچھ بھی تم کو لکھ رہا ہوں، وہ حکمِ الٰہی، حدودِ الٰہی، اقامت حق، اشاعتِ دین کے سلسلے کی باتیں ہیں۔

حق جل مجدہ نے اپنی مخلوق کو تیری رعایا بنایا ہے اور فزع اکبر- قیامت کی ہولناکی کے دن- تجھ سے اس کا سوال ہوگا اور ہر ہر فرد کی جانب سے تجھ کو اپنی خلاصی کے لیے جوابدہ ہونا ہوگا، نیز تمام معاملے کے ہر چھوٹے بڑے جزء کا تحقیقی محاسبہ ہوگا۔ تمام رعایا ایک جانب اور تو تن تنہا بلا وزیر ومشیر کے جواب دہ اور مسئول ہوگا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ".

تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر نگہبان سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ والی حضرات، گورنر لائے جائیں گے اور ان کا ہاتھ گردن سے بدھا ہوگا ......جس کو عدل و انصاف ہی کھول سکے گا۔ دوسری چیز نہیں۔ (یعنی حاکم و گورنر اگر عادل ہوں گے تو ہاتھ خود بخود کھل جائیں گے ورنہ گردن سے بدھے ہی رہیں گے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک تقریر میں ارشاد فرمایا تھا اگر بکری کا بچہ عراق میں بھوک سے

مَر جائے تو عند اللہ اس کا سوال وحساب مجھ سے ہوگا۔

تم ناز ونعم، کر وفر کے ساتھ حج کے لیے آتے ہو۔ دیکھو! خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ نے دس حج کیے اور کسی بھی حج میں بارہ دینار سے زیادہ خرچ نہیں کیا۔ عمرؓ تو درخت کے سایے میں ٹھہرے اور تم قیمتی خیمہ نصب کراتے ہو۔ تم آرام کی نیند سوتے ہو اور ٹھنڈی سانس لیتے ہو۔ فاروق اعظمؓ کندھے پر درہم و دینار کی تھیلیاں ڈال کر بازار میں گشت کرتے اور لوگوں سے ان کی ضرورت کا سوال کر کے پوری فرماتے۔

جس وقت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا، اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لائے اور عمر رضی اللہ عنہ کی صفاتِ حمیدہ بیان کرنے لگے .... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: تم لوگ کیوں مجھ کو دھوکے میں ڈال رہے ہو۔ اگر تمام زمینیں سونے کی ہوتیں تو بھی میں اپنی جان کو نارِ جہنم سے بچانے کے لیے صدقہ خیرات کر دیتا اور اس لیے بھی کہ قیامت کی ہولناکی سے محفوظ رہتا۔

تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جملہ اُمورِ خلافت میں ورع اور تقویٰ کو بدرجۂ اتم پورا کیا اور خلافتِ رسول کی ذمہ داری کو بدرجۂ کمال ادا کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت بھی دی دی تھی۔ اس کے باوجود وہ اس قدر خائف وترساں تھے۔

کیونکہ امورِ مسلمین کی ذمہ داری اور قیادت ان کے ذمہ تھی جبکہ وہ اس ذمہ داری کو محسوس بھی کرتے تھے ...... لہٰذا تو ہر اُن اعمال کی پابندی کر جو اللہ عزوجل سے تم کو قریب کر دے اور کل قیامت میں باعثِ نجات ہو ...... اُس دن سے پوری طرح ڈرو جس دن انسان کو بجز اس کے اعمالِ صالحہ کے اور کوئی چیز نجات نہ دے گی۔ دیکھو! اس سلسلے میں اپنے اکابر و اسلاف کو اسوہ بنا کر زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ میں نے جن باتوں کو تیرے حق میں مفید اور اچھا جانا لکھا ہے۔ تمام اوقات میری ان وصایا کو مدنظر رکھو اور اپنے نفس کو اس کا پابند و کاربند بناؤ اور مضبوطی سے تھامے رہو اور اپنی زندگی کو معیارِ آخرت پر مؤدّب و مزین بناؤ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور رشد کا سوال کرتے ہیں۔

(امام مالک۔ امام ابوزہرہ، ص: ۴۷)

جب آپ بیمار ہوئے تو فرمایا میں سترہ سال تک امام اعظمؒ کی خدمت میں رہا اور سترہ برس دنیا کے کاموں میں، اب میرا وقت قریب ہے۔ وفات سے پہلے آپ نے وصیت کی کہ: میرے مال میں سے ایک لاکھ درہم اہلِ مکہ، ایک لاکھ اہلِ مدینہ، ایک لاکھ اہلِ کوفہ پر تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے بعد وراثت تقسیم کی جائے۔

آخر وقت میں فرماتے کہ کاش میں فقر و فاقہ کی حالت میں اس دنیا سے چلا جاتا اور عہدۂ قضا نہ قبول کرتا، پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے قصداً نہ کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ کسی فریق کی پاسداری کی ہے اور نہ میری خواہش ہوئی کہ فلاں فریق کامیاب ہو اور فلاں ناکام۔ زبان پر آخری کلمات یہ تھے: بارِ الہا! تو جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان تھا خودرائی سے کام نہیں لیا اور نہ خلافِ واقعہ فیصلہ کیا۔ ہمیشہ میری کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو وہ تیری کتاب اور تیرے رسولؐ کی سنت کے موافق ہو۔ اگر اس میں بھی جواب نہ ملا تو آثارِ صحابہ اور ان کے تعامل پر غور کیا پھر بھی جب کسی مسئلہ میں مشکل پیش آتی تھی تو میں امام ابوحنیفہؒ کو اپنے اور تیرے درمیان واسطہ بناتا تھا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تیرے احکام کو خوب سمجھتے تھے اور عمداً وہ کبھی حق کے دائرہ سے باہر نہیں جاتے تھے۔ یہ بھی زبان پر تھا کہ: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن رہا۔ اور کبھی ایک درہم جان بوجھ کر حرام کا نہیں کھایا۔ پھر ایک شاگرد کو مسئلہ بتاتے ہوئے ابدی خاموشی اختیار کر لی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۸۷)

ایک موقع پر فرمایا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ جب میرے پاس دو فریق آئے اور ان میں سے ایک ضعیف اور دوسرا قوی تھا تو میں نے دونوں میں ہمیشہ مساوات رکھی۔ میں نے اس بارے میں خلیفہ اور ایک معمولی آدمی کو یکساں سمجھا۔ میرا قلب کبھی کسی کی وجاہت و قوت کی طرف مائل نہیں ہوا۔ اے اللہ! اگر میں نے ایسا کیا ہے تو میری مغفرت کر دے۔

(سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۱۳۲)

اہلِ علم کے لیے قیمتی وصایا واقوال

تلامذہ سے فرماتے تھے کہ اے لوگو! صرف رضائے الٰہی کے لیے علم حاصل کرو، اس میں کوئی دوسری غرض شامل نہ ہو۔ میرا خود اپنا حال یہ تھا کہ جس مجلس میں متواضع ہو کر شریک ہوا اس سے بلند ہو کر اُٹھا۔ اور جس مجلس میں علم کے غرور و پندار کے ساتھ گیا، اس میں میری ذلت و فضیحت ہوئی۔ پس خبردار اللہ ہی کے لیے علم حاصل کرو۔

فرمایا: اس شخص کی صحبت سے بچو جو قیامت کی ذلت اور رسوائی سے نہیں ڈرتا۔

فرماتے تھے کہ: تین نعمتیں اصل ہیں؛ ایک اسلام کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی، دوسری صحت کہ اس کے بغیر کوئی راحت خوشگوار نہیں ہوسکتی، تیسری فارغ البالی کہ اس کے بغیر زندگی پُرسکون نہیں ہوتی۔

فرماتے تھے کہ: علم ایسی چیز ہے کہ تم اپنی پوری زندگی اس کو دیدو گے تب جا کر اس کا کچھ حصہ تم کو ملے گا۔ جب تم کو اس کا بعض حصہ ملے تو اس پر تکیہ نہ کرو، بلکہ برابر اس میں لگے رہو۔

فرماتے تھے کہ حکومت کے ذمہ داروں کا پھٹے حال رہنا اور موٹی جھوٹی زندگی اختیار کرنا ذلت کا باعث ہے اور قضاۃ اور علماء کے لیے سیدھی سادی زندگی قابلِ فخر ہے۔

فرماتے تھے کہ: جو شاذ و نادر حدیث کے پیچھے پڑے گا وہ آنحضرت ﷺ پر بہتان تراشی میں ضرور مبتلا ہوجائے گا اور جو علم کلام کے ذریعہ دین حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ گمراہی میں پڑ جائے گا اور جو کیمیا سازی کے ذریعہ مال و دولت کمانے کی کوشش کرے گا وہ مفلس ہی رہے گا۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۱۳۳)

امام محمد بن الحسن الفرقد الشیبانیؒ

امام محمد کو ہارون، شہر رے جاتے ہوئے ساتھ لیتا گیا۔ وہاں اس کو کوئی کام تھا۔ اس سفر میں مشہور امام نحو کسائی بھی ساتھ تھے۔ یہیں امام محمد کا ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ رے کے تاریخی قلعہ جیل طبرک میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

وفات سے کچھ پہلے آپ پر بیحد گریہ طاری ہوا۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ

: جس وقت میں بارگاہِ قدس میں کھڑا کیا جاؤں گا اور مجھ سے سوال ہوگا کہ مقام رے تک کون سی چیز لائی؟ رضائے الٰہی کی جستجو اور تلاش یا جہاد فی سبیل اللہ تو میں اس وقت کیا جواب دوں گا۔ پھر ابدی نیند سو گئے۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، ج:۱۴)

اسی سفر میں امام نحو کسائی کا بھی امام محمد کے انتقال کے تیسرے دن انتقال ہوا۔

امام زفر بن ہذیلؒ

۴۸ر سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ وفات کے وقت امام ابویوسف موجود تھے۔ انھوں نے آخری وصیت کی خواہش ظاہر کی۔ فرمایا: یہ سامان میری بیوی کے لیے ہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھتیجے کے لیے ہیں۔ پھر فرمایا: نہ تو مجھ پر کسی کا کوئی حق ہے اور نہ میرا کسی پر کوئی حق ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۲۲۱)

امام سفیان بن عیینہؒ کو والد کی نصیحت و وصیت

پیارے بیٹے! بچپن کا زمانہ ختم ہوا۔ اور تم اب سنِ شعور کو پہنچے۔ اب پورے طور سے خیر کی طلب یعنی حصولِ دین میں لگ جاؤ۔ مگر اس راہ میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ اہلِ علم کی اطاعت و خدمت کی جائے۔ اگر تم ان کی خدمت و اطاعت کروگے تو علم و فضل کی دولت سے بہرہ مند ہوگے۔ (تہذیب الاسماء، ج:۱، ص:۲۴۵ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۲۹۱)

سفیان بن عیینہؒ کے حکیمانہ اقوال:

۱- زہد و تقویٰ، صبر اور موت کے انتظار کا نام ہے۔ جب علم تم کو نفع نہ پہنچائے گا۔

۲- جس کو عقل زیادہ ملتی ہے عموماً اس کو روزی کم ملتی ہے۔

۳- جو شخص صرف لوگوں کو دکھاوے کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ ایسے شخص پر غضب و غصہ ہوتا ہے۔

۴- ضرورتِ زندگی کی طلب دنیا کی طلب نہیں ہے۔

۵- اگر میرا دن کم عقلوں کی طرح اور میری رات جاہلوں کی طرح غفلت میں گزرے تو پھر میں نے جو علم حاصل کیا ہے وہ بے فائدہ ہے۔

۶- جو لوگ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان تعلق جوڑنے کا واسطہ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ یعنی انبیاء اور ان کے بعد علماء۔

۷- جو شخص یہ سمجھے کہ میں فلاں سے بہتر ہوں تو اس نے غرور کیا۔ اور ابلیس کو اس غرور ہی نے حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے سے روکا تھا۔ جو شخص اپنی نفسانی خواہش کی بناء پر کوئی گناہ کرتا ہے تو اس سے توبہ کی اُمید رکھو اور جو شخص جذبۂ تکبر کے ساتھ کوئی معصیت کرتا ہے تو اس پر لعنت ہے۔ اس لیے ابلیس نے جذبۂ تکبر ہی سے نافرمانی کی تھی، اس لیے ملعون و مردود ہوا۔ یعنی محض نافرمانی ہوتی تو اتنی سخت سزا نہ ملتی۔

۸- جو شخص علم اس لیے حاصل کرتا ہے کہ اس سے لوگوں کو نفع پہنچے اس کا درجہ اللہ کے یہاں وہی ہے جو کسی ایسے غلام کا آقا کے یہاں ہوتا ہے جو وہی کام کرتا ہے جس سے آقا خوش ہو۔

۹- جب کوئی عالم 'لا ادری' میں نہیں جانتا کہنا چھوڑ دیتا ہے وہ اپنی ہلاکت کا سامان کرتا ہے۔

۱۰- نماز کی توقیر یہ ہے کہ مسجد میں اقامت سے پہلے آؤ۔

۱۱- راہِ حق پر چلو اور غلط روی اختیار نہ کرو۔ خواہ راہِ حق کے چلنے والے کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔

۱۲- قیامت کے دن تین آدمیوں کو بڑی حسرت و ندامت ہوگی؛ ایک وہ آقا جس کے غلام کا حسنِ عمل قیامت کے دن اس سے زیادہ ہوگا۔ دوسرے وہ مالدار جس نے مال جمع کیا مگر اس میں سے ایک پھوٹی کوڑی کسی کو نہ دی۔ اس کے مال کو جب اس کے ورثہ نے پایا تو حق جل مجدہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ تیسرے وہ عالم جس نے اپنے علم سے نہ خود کوئی فائدہ اُٹھایا اور نہ دوسروں کو کوئی فائدہ پہنچایا۔ مگر دوسروں نے علم حاصل کیا اور اس نے خود بھی فائدہ اُٹھایا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔

۱۳- ایک مجلس میں کوئی رقت آمیز بات ہوئی، اس پر یہ رو پڑے۔ کسی نے پوچھا کہ دوسرے لوگ تو اس بات سے بے قرار نہیں ہوئے۔ آپ کیوں اس قدر بے خود ہو گئے؟ فرمایا: جب آنسو گر جاتا ہے تو قلب کو سکون ہو جاتا ہے۔

کسی نے رضائے الٰہی کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا کہ: اللہ سے راضی وہ شخص ہے جو جس حال میں ہے اس کے علاوہ دوسری حالت کی خواہش نہ رکھے۔

۱۹۸ھ میں مکہ معظّمہ میں انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہیں۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۳۰۲)

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن مبارک کے والد محترم مبارک ایک شخص کے غلام تھے۔ مبارک نہایت دیانت دار اور محتاط غلام تھے۔ مبارک کے آقا کی ایک لڑکی تھی جو بیحد زاہدہ و عابدہ تھی۔ ساتھ ہی اسلامی دستور کا مجسم نمونہ تھی، اس کی شادی کے ہر طرف سے پیغامات آرہے تھے۔ مگر آقا کچھ فیصلہ نہ کر پاتا تھا۔ ایک روز اس نے مبارک سے پوچھا: میں لڑکی کی شادی کہاں اور کس سے کروں؟ مبارک نے آقا کو جواب دیا (وہ ذی حسب ونسب اور سعادت کی ضمانت ہے، اس لیے ہم نقل کرتے ہیں): عہدِ جاہلیت میں لوگ حسب و نسب اور عزت و شہرت تلاش کرتے تھے۔ یہودیوں کو مالدار کی جستجو ہوتی تھی اور عیسائی حسن و جمال کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن اُمتِ محمدیہ کے نزدیک تو معیار دین وتقویٰ ہے۔ آپ جس چیز کو چاہیں ترجیح دیں۔

آقا کو ان کا یہ ایمان افروز دانشمندانہ جواب بہت پسند آیا۔ وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ: میری لڑکی کا شوہر بننے کے لیے مبارک سے بہتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ بیوی بھی نیک بخت تھیں۔ انھوں نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور آقا کی لڑکی سے ان کی شادی ہوگئی۔ (شذرات الذہب، ج:۱،ص:۲۹۶)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اسی باسعادت لڑکی کے بطن سے ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا کہ آپ ہم لوگوں کو تو زہد وقناعت کی ترغیب دیتے ہیں اور آپ خود قیمتی قیمتی سامانوں کی تجارت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

اے فضیل ! یہ تجارت اس لیے کرتا ہوں کہ اس سے اپنی ذات کو مصائب سے، اپنی عزّت کو ذلت سے بچا سکوں اور اللہ کی اطاعت میں اس سے مدد لوں اور اللہ تعالیٰ نے جو مالی حقوق میرے ذمہ ڈالے ہیں ان کی طرف سبقت کروں اور اُنھیں بخوبی پورا کروں۔

(تاریخ بغداد، ج:۱۱،ص:۱۶۰ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۳۲۱)

آپ اپنا مال علماء اور طلبہ پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر صرف کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ اپنے شہر میں اس فراوانی کے ساتھ نہیں خرچ کرتے جس فراوانی کے ساتھ باہر بھیجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ان لوگوں پر مال خرچ کرتا ہوں جن کے علم وفضل اور صداقت و دیانت سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ علم دین کی طلب و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر ان کی ذات اور (خانگی) ضرورتیں بھی ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کے پورا کرنے میں لگ جائیں تو علم ضائع ہو جائے گا اور اگر ہم ان کی مدد کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ علم (دین کی) اشاعت ہوتی رہے گی اور منصب نبوت کے اختتام کے بعد علم دین کی اشاعت سے بڑھ کر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔
(تاریخ بغداد، ج:۱، ص:۱۶۰ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۳۲۲)

کمترین ثمین اشرف عرض کرتا ہے کہ اگر تجّار، علمائے حق اور علماء ربّانی کی اس طرح خدمت کریں تو آج جو ناقدری علم دین کی ہو رہی ہے نہ ہو۔ تحفّظ دین کی یہ عظیم شکل ہے کہ علماء خانگی اُلجھنوں سے آزاد ہو کر علم نبوت کی اشاعت کریں۔ مگر سوال ذریعہ معاش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تو ہر فتنہ سے محفوظ رکھ، آمین ثم آمین۔

موجودہ وقت علماء کا دو طبقہ ہے، کچھ محض دنیا دار ہیں اور کچھ خالص دیندار، مگر دوسرا گروہ مختلف قسم کی معاشی اُلجھنوں میں مبتلاء ہے۔ اے اللہ! تو ہم جماعت علماء کی حفاظت فرما۔

امام حماد بن سلمہ کی علماء کو وصیت و نصیحت

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جب عالم اپنے علم دین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہے تو اس سے ہر چیز ڈرنے لگتی ہے اور جب وہ اس سے دنیا کے خزانے چاہتا ہے تو وہ ہر چیز سے ڈرنے لگتا ہے۔ (تبع تابعین، ج:۲، ص:۱۵۸)

شریک ابن عبداللہ کا فیصلہ سے قبل اپنے آپ کو نصیحت

اے شریک ابن عبداللہ! پل صراط اور اس کی باریکی کو یاد رکھو، اے شریک! اس دن کو یاد رکھو جب تم حق جل مجدہ کے روبرو کھڑے ہوگے۔ (تبع تابعین، ج:۲، ص:۲۱۸)

امام مالک کی وصیت حارث بن رسد اور غالب بن مہدی کو

میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے تقویٰ، قرآن اور اس امت کی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں۔امام مالک اپنے تلامذہ کوصرف تقویٰ کی وصیت فرماتے۔ (تبع تابعین۔ج:۲،ص:۵۶)

عبداللہ بن عمرؒ کی وصیت ہارون رشید کو

ایام حج کے دوران حجاج کے انبوہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کان کھول کر سن لو! ان میں سے ہر ہر شخص تو خود اپنا مسئول ہے، لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب کے جوابدہ اور ذمہ دار ہو۔ پھر ذرا رُک کر ارشاد فرمایا: واللہ! جب انسان خود اپنے مال میں اِسراف کرتا ہے وہ لائقِ تعزیر قرار پاتا ہے تو پھر اگر وہ عام مسلمانوں کے مال میں فضول خرچی کا مرتکب ہوتو اس کی سزا کس قدر بڑی ہوگی۔ (تبع تابعین مختصراً، ج:۲،ص:۲۸۳)

امام القرّاء نافع بن ابی نعیمؒ کی وصیت

جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو صاحبزادگان نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ وَ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴾

(تبع تابعین، ج:۲،ص:۴۱۶)

نضر بن شمیل کی وصیت طالب علم کے لیے

لَا يَجِدُ الرَّجُلُ لَذَّةَ الْعِلْمِ حَتّٰى يَجُوْعَ وَ يَنْسِى جَوْعَهٗ۔ کوئی شخص اس وقت تک علم کی لذت نہیں پاسکتا جب تک وہ بھوکا نہ ہوجائے اور بھوک کی شدت کو بھول جائے۔

(تذکرہ الحفاظ، ج:۱،ص:۲۸۷۔ تبع تابعین، ج:۲،ص:۴۲۳)

محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا

ابوعبداللہ محمد بن قاسم الطّوسی خادم خاص تھے محمد بن اسلم کے۔فرماتے ہیں کہ وفات سے چار یوم قبل میں محمد بن اسلم سے ملنے گیا۔اس وقت ان کا قیام نیشاپور میں تھا۔تو انھوں نے مجھ کو

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوعبد اللہ! میرے قریب آجاؤ۔ میں تم کو وہ خوش خبری سناتا ہوں جو حق جل مجدہ نے تیرے بھائی یعنی میرے ساتھ خیر و بھلائی کا فیصلہ فرمایا ہے۔ میری اجل قریب آچکی ہے۔ وصالِ الٰہی کا پیام مل چکا ہے۔ ذائقہ موت کی لہریں محسوس ہورہی ہیں۔ حق جل مجدہ کا بڑا ہی احسان وفضل ہے کہ میرے پاس کوئی درہم و دینار نہیں جس کا عنداللہ حساب دینا پڑے۔ دیکھو تو سہی! رب کریم نے کس قدر عظیم کرم کا معاملہ فرمایا کہ وہ جانتا تھا کہ میں ضعیف و کمزور ہوں، حساب و کتاب کی تاب نہیں رکھتا ہوں، اس لیے ارحم الراحمین نے میرے پاس درہم و دینار کو جمع ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ مجھ سے حساب لے۔

پھر فرمایا: دیکھو! دروازہ بند کردو اور اندر آنے کی کسی کو اجازت نہ دینا۔ جب تک کہ میری روح جسدِ عنصری کی قید سے آزاد نہ ہوجائے۔ میری کتابیں وفات کے بعد دفن کردینا (مبادا کہ اس میں کتاب وسنت کے خلاف کوئی بات درج ہو جو اُمّتِ محمد ﷺ کی گمراہی کا ذریعہ و سبب بنے اور اس پر میرا مواخذہ ہو)

میں دنیا سے اس حال میں جارہا ہوں کہ میں نے نہ تو میراث چھوڑی نہ ہی مال و زر۔ ہاں! میری کتابیں اور جسم کے کپڑے، اوڑھنے کی ایک چادر، وضو کا ایک چھوٹا سا پیالہ، وہ دیکھو! تھیلا جس میں تیس درہم ہیں میرے بیٹے کو اس کے ایک عزیز نے ہدیہ کیا تھا۔ وہ سب سے حلال مال ہے میرے پاس کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ'' تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔ یعنی تیری ذات اور تیرے مال سے فائدہ لینے کا مستحق تیرا باپ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَطْیَبُ مَا یَأْکُلُ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ وَ وَلَدُہٗ مِنْ کَسْبِہٖ'' سب سے پاک مال جو انسان کھاتا ہے وہ ذریعہ کمائی سے ہے اور اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

لہٰذا اِنہی درہموں میں سے اگر دس درہم میں کفن کا کپڑا خریدا جاسکے تو پندرہ درہم استعمال نہ کریں۔ کفن میں فضول و اسراف درست نہیں۔ میری نعش کو میرے کپڑوں سے چھپا دینا اور تابوت کو میری چادر سے۔ لوگوں میں اعلان نہ کرنا جنازہ میں شرکت کے لیے۔ نہ ہی لوگوں کو خواہ مخواہ کی تکلیف میں ڈالنا۔ وضو کا پیالہ کسی مسکین پابندِ صوم وصلوٰۃ کو صدقہ کردینا کہ وہ اس سے

وضو کرے گا۔

ان وصایا کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اور موقع پر محمد بن اسلمؒ نے ابو عبداللہ کو یوں فرمایا:

اے ابو عبداللہ! تو میرے ساتھ ہے یا میں تیرے ساتھ ہوں۔ تجھ کو پتہ ہے میرے ساتھ میری قمیص کے اندر ایک ایسا شخص چھپا ہوا ہے جو کل قیامت میں میرے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہوگا۔ تو میں کیسے گناہ کرسکتا ہوں۔ جاہل تو یہ سوچتا ہے کہ مجھ کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے پھر معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ میں کس طرح اس پر غلبہ حاصل کروں جبکہ وہ ہر وقت میری قمیص سے مجھ کو جھانکتا ہے۔

اے ابو عبداللہ! میرا اور اس مخلوق کا کیا واسطہ؟ میں باپ کی پشت میں اکیلا، پھر رحمِ مادر میں تنہا۔ پھر دنیا میں آیا اکیلا۔ ملک الموت روح قبض کریں گے اکیلے۔ قبر میں داخل کیا جاؤں گا اکیلا۔ منکر ونکیر آ کر جب سوال کریں گے میں جوابدہ ہوں گا اکیلا۔ اگر خدانخواستہ جہنم میں ڈالا گیا تو اس وقت بھی رہوں گا اکیلا۔ اگر جنت میں گیا تو بھی اکیلا۔ محشر کے روز حق جل مجدہ کے سامنے پیش کیا جاؤں گا اکیلا۔ ﴿وَ كُلُّهُمْ آتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾۔ میزانِ عمل میں میرے حسنات و سیئات تولے جائیں گے تو میں ہوں گا اکیلا۔ پھر فیصلے کے بعد، جنت و جہنم میں خلودِ ابدی کا معاملہ اکیلا۔ پھر میں لوگوں سے کیوں واسطہ رکھوں اور لوگوں کی فکر میں کیوں رہوں۔ میں آیا ہوں اکیلا اور جاؤں گا اکیلا۔ پھر آپ نے ایک حسرت بھری چیخ ماری اور زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ میں سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی مگر تھوڑی دیر بعد آپ نے سانس لی۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا:

اسلام کی اصل - فرائض کا پورا کرنا ہے

اسلام کی اصل فرائضِ الٰہی کا پورا کرنا ہے اور فرائض کی دو لفظ میں تعریف کرتا ہوں، حق جل مجدہ نے جس چیز کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا وہ فرائض ہیں۔ اس کو پورا کرو۔ اور جس چیز سے اللہ و رسول نے منع کیا اس سے باز رہنا بھی فرض ہے۔

الغرض، اوامر کا امتثال، نواہی سے اجتناب دونوں ہی فرض ہیں۔ یہی بات قرآن میں کہی گئی ہے ''وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ''۔ لوگ اس کو قرآن مجید میں پڑھتے ہیں مگر غور وفکر نہیں کرتے کیونکہ لوگوں پر دنیا کی محبت غالب آ چکی ہے۔ جس کی وجہ سے فہم قرآن کی بصیرت کھو چکی ہے۔

اتباعِ سنت کی اساس

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا، فَقَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ۔ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ اِلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ: وَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكَ وَصَّاكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر آپ نے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچی اور فرمایا یہ بہت سی راہیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے قرآن مجید کی آیت بالا تلاوت فرمائی ''اور (یہ کہہ) یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسرا راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو''۔ (سورۂ انعام، ۱۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، رسولِ کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِفْتَرَقُوْا عَلٰی اِثْنَتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً وَ اُمَّتِیْ تَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثَةٍ وَ سَبْعِیْنَ كُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ الْیَوْمَ وَ اَصْحَابِیْ۔

بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹے گی، سب جہنم میں جائیں گے مگر ایک جماعت۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا وہ لوگ کون ہوں گے یا

رسول اللہ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: آج جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔ وہی لوگ نجات پائیں گے جو میرے صحابہ کے مسلک ومشرب پر ہوں گے۔

دیکھو! عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دونوں کی حدیث کا مفہوم و ماخذ ایک ہی نکلتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہے اور اس کا راستہ وطریقہ بھی ایک۔ لہٰذا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر اعمال کو ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں پرکھو، جانچو۔ جو اعمال ان احادیث کے موافق ہوں بحسن وخوبی بجالاؤ اور جن میں موافقت نہ ہو سکے ان کو چھوڑ دو۔ اور محض اپنی طرف سے تاویلیں نہ نکالو کیونکہ حدیث رسول اور اعمال صحابہؓ کے مقابلے میں خود تراشیدہ تاویلیں عنداللہ مردود کر دی جائیں گی۔

علماء کتاب وسنت، آثار صحابہؓ کے مقابلے میں حجت نہیں

ساتھ ہی یہ بات یاد رکھو کہ علماء اگر کتاب وسنت، آثارِ صحابہ کے خلاف کریں تو وہ حجت نہیں کیونکہ دنیا کی محبت اور شہوات، اموال کے فتنے، اس گروہ کو بھی نہیں چھوڑتے۔ تم الفاظ حدیث کو بار بار پڑھو کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: "كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ" سب ہی فرقے جہنم میں جائیں گے مگر ایک۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: كُلُّهَا فِي الْجَنَّةِ اِلَّا وَاحِدَةٌ، کہ سب جنت میں جائیں گے مگر ایک فرقہ جہنم میں۔ اب دیکھنا اور سوچنا یہ ہے کہ ہماری سوچ، سمجھ، خوشی وغم، تمام امور میں سرکار کا عمل یا صحابہؓ کا اثر موجود ہے یا نہیں۔ صحابہ، معیارِ شریعت میں بدعت کا ان میں گمان ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے رشد و ہدایت کی سند دی ہے۔ حق جل مجدہ نے ﴿كُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ اور ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ کہا ہے۔ یہ مقام علماء کو حاصل نہیں۔

راہِ احتیاط

راہ احتیاط اس میں ہے کہ جن اعمال میں امت اختلاف کر رہی ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ نہ کرنے میں ملامت و وعید کا امکان نہیں اور ان اعمال کے کرنے میں بدعت و گمراہی کا ازحد امکان ہے کیونکہ علماء اختلاف کرتے ہیں، اگر سنت ہوتی تو اختلاف ہی نہ ہوتا۔ حدیث میں

رسولِ کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ میری امت ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اس لیے جن اعمال کا وجود صحابہ کے مابین نہ تھا اور بعد میں لوگوں نے ایجاد کیے بہتر ہے کہ وہ نہ کیے جائیں کہ اس میں بدعت کا شبہ ہے اور ایمان شبہات سے بچنے ہی کا تو نام ہے۔ الغرض، مذکورہ دونوں حدیثوں کو یاد رکھو اور کسی بڑے سے بڑے عالم کا قول حدیث کے مقابلے میں مت قبول کرو۔ حجت عالم نہیں، حجت قولِ رسولؐ ہے۔ علماء بھی حبِّ دنیا میں آ کر اپنے مخترعات کی تائید میں حدیث نقل کرتے ہیں، خواہ اس حدیث کا مفہوم اور صحابہ میں بالکل ہی جدا کیوں نہ ہو۔ علماء اپنی تائید میں قرآن و حدیث پیش کرتے ہیں اور ہر شخص اپنے اقوال کو قرآن و حدیث سے مؤکد کرنے کی کوشش میں ہے۔ حالانکہ قرنِ اوّل کے علماء نے قرآن و احادیث سے اپنی زندگی کو مہذب و متادب بنایا تھا اور بعد کے لوگوں نے اپنی آراء کو مؤکد کرنا شروع کیا۔ اس لیے تم صرف اور صرف اقوالِ رسول، افعال رسول، آثارِ صحابہ کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ گرچہ بڑا صاحب لسان عالم اس کی مخالفت کرتا ہو۔ تمہارے لیے علماء کا علم باعثِ نجات نہیں۔ رسول کی سنت مدار نجات ہے اور ضمانت ہدایت۔ بدعت بہت ہی بری بیماری، نا قابلِ تلافی روگ، خطرناک ناسور ہے۔ جو صاحب بدعت کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۲۴۲)

(بدعتی کرتا ہے گناہ شمار کرتا ہے نیکی۔ اپنی من گھڑت چیزوں کو سرورِ عالم ﷺ کی جانب منسوب کرکے توبہ سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ بدعتی کو موت سے پہلے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اس لیے سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔ بدعت کو چھوڑ دو)

اولیاء اللہ کی علامات یہ ہیں: (۱) لطف لسان (۲) حسن اخلاق (۳) بشاشتِ چہرہ (۴) سخاوتِ نفس (۵) قلتِ اعتراض (۶) عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا (۷) اللہ کی مخلوق پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۱۵۰)

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مخدوم بہاری رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۶ رشوال ۷۸۲ھ، بروز جمعرات)

مقامِ کبریاء

کس کی مجال ہے کہ حق تعالیٰ سے یہ کہہ سکے کیوں فلاں کو یہ دولت دی اور فلاں کو نہیں دی جیسا کہ ایک بادشاہ (اس عالمِ شہود میں) ایک کو منصبِ وزارت سے سرفراز کرتا ہے اور دوسرے کو دربانی و کناسی پر مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح جب وہ کسی کو دین کی دولت عطا فرماتا ہے تو کبھی اس کو خرابات سے اُٹھا لاتا ہے۔ کبھی بے حیثیت لوگوں، خاکروبوں، وکڑیوں، ظالموں اور حرام خوروں کے گروہ سے نکال لاتا ہے۔ کس کا جگر ہے کہ کہے ﴿ آھٰـؤُلَاۤءِ مَـنَّ اللّٰـهُ عَلَيۡهِمۡ مِّـنۡۢ بَيۡنِنَا﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۵۳) (کیا اللہ کو ہمارے درمیان انہی پر احسان کرنا تھا) حکم ہوتا ہے فضیل بن عیاض کو اگر چہ وہ راہ زن ہے، لاؤ وہ ہمیں مطلوب ہے۔ بلعم باعور کو جو سات لاکھ برس تک مصلیٰ سے نہیں ہٹا، ہماری درگاہ سے باہر لے جاؤ کہ وہ ہمارے یہاں کا نکالا ہوا ہے۔ ہم تو عمر کو جو بت پرستی میں مشغول ہے چاہتے ہیں۔ عزرائیل کو جو سات ہزار سال سے عبادت میں مشغول ہے نہیں چاہتے ہیں۔ کس کی مجال ہے کہ کہے۔

گرگ از رمہ برو آنچہ مرادِ دل او بود
گو بادیہ پیمائی ہمی مرد شبانرا

اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو ہمارے سب عیب ہنر ہیں۔ ہمارے تمام نقص کمال اور ہماری تمام بدزیبی حسن و جمال۔ اے برادر! ایک مٹھی خاک تھی جو ذلت و خواری کی حالت میں راستہ میں پڑی اور پاؤں کے نیچے آ رہی تھی۔ لطف و نوازش کی نظر پڑی اور صدا آئی ﴿اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۳۰) (تاریخِ دعوت وعزیمت، جلد: ۳، ص: ۲۵۰)

چشمِ عبرت کھولو، آدمؑ کی حسرت، نوحؑ کی فریاد سنو، ابراہیمؑ خلیل اللہ کی ناکامی اور یعقوبؑ پیغمبر کی مصیبت کی داستان پر کان دھرو، کنویں میں یوسفؑ ماہ رو کو دیکھو، حضرت زکریاؑ کے سر پر آرہ اور حضرت یحییٰؑ کی گردن پر تلوار ملاحظہ کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوزشِ جگر و بے

تابیٔ دل پر غور کرو اور پڑھو ﴿كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ (قصص:۸۸)

ایک جگہ بارگاہِ الٰہی کی بلندی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

میرے بھائی! اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کھوٹے سکوں کے ساتھ ہماری تمھاری اس دربارِ عالی میں رسائی نہیں۔ جو لقمہ باز و شاہین کے معدہ کے لیے پیدا کیا گیا ہو وہ کنجشک اور چڑیوں کے معدہ میں کہاں سما سکتا ہے؟ وہ قبا جو صاحبِ اقبال و دولت کے جسم کے اندازہ سے سی گئی ہو، ہم بے دولتوں کے حقیر، قد و قامت پر کہاں درست آ سکتی ہے۔ (ایضاً، ص:۲۵۲)

لطفِ الٰہی کا جھونکا چلتا ہے اور ارادۂ الٰہی کا کوئی اشارہ ہوتا ہے تو خاک کو کیمیا اور مطرود و مردود کو مقبولِ بارگاہ بنتے دیر نہیں لگتی۔ یہ بات جہاں بہت ڈرنے کی ہے وہیں بڑی امید و حوصلہ کی بھی ہے۔...... ارشاد فرماتے ہیں:

یہ دولت فضلِ الٰہی پر منحصر ہے نہ کہ استحقاق پر۔ باللہ العظیم۔ اگر معاملہ استحقاق پر ہوتا تو میرے اور تمھارے حصہ میں ایک ذرہ بھی نہ آتا لیکن علت کو درمیان سے اُٹھا لیا یہاں تک کہ اب جس طرح پاک نفوس اس دولت کے امیدوار ہیں بیباک و ناپاک ہزار چند امیدوار ہیں۔ وہ مزبد (گھورا) جو کتوں کی نشست گاہ ہے ہو سکتا ہے کہ بادشاہوں کی شہہ نشین بن جائے۔ لیکن حکمتِ الٰہی نے اس کے کچھ اسباب بھی مقرر کر دیے ہیں۔ اگر تمھیں منظور ہے کہ کسی مقام پر پہنچو یا کوئی چیز بن جاؤ چونکہ تمہاری نہاد شوریدہ اور آلودہ ہے مردانہ وار اقدام اُٹھانے پڑیں گے اور شریعت کے زاد و راحلہ اور حقیقت سے بدرقہ لینا پڑے گا۔

(تاریخِ دعوت و عزیمت، ج:۳، ص:۲۵۳)

فضل بے علت و عدل بے علت

فضل بے علت ایک کو نوازتا ہے اور عدل بے علت دوسرے کو پگھلاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ بت خانے سے نکال کر مقبولِ بارگاہ بنائے جاتے ہیں اور عبد اللہ بن اُبی مسجد میں مخذول رہتا ہے۔ میرے بھائی! ہمیں تمہیں ایک جبار و قہار سے واسطہ ہے۔ اگر ہشت بہشت کو عین دوزخ قرار دیدے اور دوزخ کو عین بہشت بنا دے، کعبہ سے کلیسا برآمد کرے اور بتکدہ کو کعبہ بنا دے اس کی قدرت و قوت کے سامنے سب ایک ہے۔ کس کا زہرہ ہے کہ آب نہ ہوا ہو، خوف یہ ہے

کہ دم بدم ولحظہ بہ لحظہ لرزاں وترساں رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا دستِ قدرت بے علت پردۂ غیب سے نمودار ہو، اس کا قہر بھی بے علت ہے اور اس کا لطف بھی بے علت ہے۔ اپنے لطف و مہربانی سے ایک آلودہ (معاصی) کو طلب کرتا ہے تا کہ اس کو آبِ مغفرت سے دھوئے، تا کہ لطف کی پاکی دل سے ظاہر ہو۔ اس کا قہر کبھی کسی پاک کو طلب کرتا ہے تا کہ ہجر کے دھویں سے اس کا چہرہ سیاہ کرے تا کہ سلطانِ قہر کا اسباب سے بے نیاز ہونا ثابت ہو جائے۔ کبھی کسی شقی کے دامن کے نیچے سے نبی کو باہر لاتا ہے اور کبھی کسی نبی کے دامن کے نیچے سے شقی کو پیدا کرتا ہے۔ کسی کتے کو اولیاء کی صف میں بٹھاتا ہے اور کبھی ولی کو کتوں کے طویلے میں باندھ دیتا ہے۔ لیکن جب وہ کسی کو قبول کر لیتا ہے تو اس کو رد نہیں کرتا اور کسی کو رد کر دیتا ہے تو پھر کسی کے بدلے میں قبول نہیں کرتا۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت، ج ۳، ص: ۲۵۵)

نظر قدرت اور فضل پر رکھنی چاہیے

نظر قدرت اور فضل پر رکھنی چاہیے۔ اگر چاہے ہزار کلیسا اور بت خانہ کو کعبہ اور بیت المقدس بنادے اور ہزار عاصیوں اور فاسقوں کو حبیب اللہ اور خلیل اللہ کا خطاب دے، علت درمیان میں نہیں ہے، اگر چاہے ایک لحظہ میں ہزار کافروں کو مومن بنا دے اور ہزار مشرک اور بت پرستوں کو موحد کر دے۔ اس کے لیے کسی مہلت کی ضرورت نہیں۔ ہزار ہزار لعنتیوں کو رحمتی اور ہزار ہزار خراباتیوں کو مناجاتی بنا دے۔ کسی کو چوں و چرا کا زہرہ نہیں ہے۔

ہست سلطانی مسلّم ترا
نیست کس را زہرہ چون و چرا

حق جل مجدہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نہ کسی کی ہلاکت کی پرواہ ہے نہ کسی کی نجات کی۔ ایک صحرا میں پیاس سے جان دیتا ہے اور کہتا ہے کہ پانی کے اتنے دریا بہہ رہے ہیں اور میں پیاس سے جان دے رہا ہوں۔ غیب سے صدا آتی ہے کہ ہزاروں صدیقین کو ہم خونخوار جنگل میں لاتے ہیں اور اپنی تیغِ مشیت سے سب کو ہلاک کر دیتے ہیں تا کہ کچھ زاغ و زمن ان کے کلہ اور دیدہ سے اپنی روزی حاصل کریں۔ اگر کوئی معترض زبانِ اعتراض کھولتا ہے تو ہم اس کی زبان پر یہ کہہ کر مہر لگا دیتے ہیں کہ ﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ پرندے بھی ہمارے ہیں اور صدیق بھی

ہمارے۔ بیچ میں سوال و اعتراض کرنے والا کون؟ (تاریخِ دعوت وعزیمت، ص:۲۵۶)

کسی کو اپنے انجام کی خبر نہیں، جس سے آدمی کا پتّہ پانی ہوجاتا ہے۔ میرے بھائی! راستہ غیر محفوظ ہے اور منزل دور، محبوب و مطلوب نا متناہی، جسم ضعیف، دل بیچارہ، جان عاشق، سر مشتاق ؎

جز جان و جگر نیست شکار خور تو
زانست کہ سرے ندارد سر تو

کتنے خرمنِ طاعت ہیں، جو نزع کے وقت، ﴿وَ قَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا﴾ کی بے نیازی کی آندھی کے نذر ہوجاتے ہیں۔ اور کتنے آباد سینے ہیں جن کو سکرات موت میں ﴿وَ بَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ کا فرمانِ سلطانی ویران کر دیتا ہے۔ کتنے چہرے ہیں جن کو لحد میں قبلہ سے پھیر دیتے ہیں، کتنے آشنا ہیں جن کو پہلی ہی شب میں بے گانہ کہہ دیتے ہیں، کتنے ہیں جن سے کہا جاتا ہے، 'نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ' دوسرے سے کہا جاتا ہے، 'نَمْ كَنَوْمَةِ الْمَنْحُوْسِ' کبھی ایسا رد کرتے ہیں جو کسی طاعت پر بھی واپس نہیں لیتے ہیں اور کبھی ایسا قبول کرتے ہیں کہ پھر کسی معصیت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ خلیل اللہ کو بت خانہ سے نکلتا ہوا دیکھو اور، ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ پڑھو۔ کنعان کو نوح کے گھر سے باہر آتا ہوا دیکھو اور ﴿يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ کو یاد کرو۔ آدم کے نقش کو ایسا دوام بخشا کہ لغزش کا نقصان بھی اس کو نہ مٹا سکا۔ ابلیس کو حرفِ غلط کی طرح ایسا مٹایا کہ بڑی طاعتوں کے حق نے بھی اس کو فائدہ نہ پہنچایا۔ جس طرح کسی کیلئے ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ کی بشارت ہے اسی طرح راندۂ درگاہ کے لیے، ﴿لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ کا اعلان بھی۔ جیسے کہیں ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ ہے ایسے ہی ﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ﴾ بھی۔

جہاں تک ہو سکے دل شکستہ رکھو۔ کبھی لطفِ بے علت کہتا ہے کہ اندر آ جا کہ یہاں کتے کے پاؤں کی گرد کو بھی دوستوں کی آنکھ کی توتیاں بناتے ہیں۔ اور ﴿وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ کہہ کر قیامت تک کے لیے کتے کا مرتبہ بڑھاتے ہیں اور کبھی قہرِ بے علت آواز دیتا ہے کہ خبردار خبردار یہاں معلم الملکوت کے سر سے جو سات لاکھ سال معتکفِ درگاہ رہا ہے لباسِ

ملکی اتار کر ﴿وَ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ﴾ کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیتے ہیں۔ کبھی عمر کو جو بیگانہ تھا بت کے سامنے سے ہٹا کر اپنے پاس بلا کر کہتے ہیں کہ 'میں تمہارا ہوں، چاہو یا نہ چاہو، اور تم میرے ہو چاہو یا نہ چاہو۔ اور کبھی بلعم باعور کو جو یگانہ تھا اور اسمِ اعظم کی خلعت سے سرفراز تھا، مسجد سے باہر کھینچ کر کتوں کے طویلہ میں باندھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ﴾ (اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی ہے) کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔) کبھی ہزار بلاؤں اور تکلیفوں کی چکّیاں طالب کے دل وجگر پر چلاتے ہیں، کبھی کبھی ہزار در ہزار ساکنین حظیرۃ القدس کو اس کے استقبال کے لیے بھیجتے ہیں اور بڑی مہربانی اور دلنوازی کے ساتھ اس کو اپنے پاس بلاتے ہیں۔ کبھی کبھی پورا پہاڑ بخش دیتے ہیں اور کبھی کبھی ایک تنکا بھی نہیں چھوڑتے۔ کبھی بہشت کے صدر مقام پر بٹھاتے ہیں اور کبھی ایسا باہر نکالتے ہیں کہ دروازے پر بھی نہیں چھوڑتے۔ یہاں عقل وعلم نگونسار ہیں اور پیر ومرید نقش بر دیوار۔ یہاں ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ کا ظہور ہے اور ﴿يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾ کی تجلی۔

(تاریخِ دعوت وعزیمت ج ۳۔ص ۲۶۱)

دریائے رحمت کا جوش

میرے بھائی! جب اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں کرامت ومغفرت کی موج اُٹھتی ہے تو تمام لغزشیں اور معاصی معدوم وفنا ہوجاتے ہیں۔ اور سب عیب ہنر بن جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ذلت ومعصیت حادث اور فانی ہے اور رحمتِ حق لم یزلی۔ حادث وفانی، ابدی اور لم یزلی کا کیا مقابلہ کرسکتے ہیں؟ اس مشتِ خاک کا سارا دار ومدار رحمت ہی پر ہے۔ ورنہ ہمارے اس وجود کی یہ سیاہ گلیم اور ہماری خاکِ ناپاک کے اس ذرہ کا کیا حوصلہ تھا کہ مالک الملک کے حاشیۂ بساط پر قدم رکھتا۔ کتنے اہلِ خرابات ہیں جن کے چہرے پر شیطان نے سیاہی مل دی ہے اور جن کی قسمت کا درخت خواہشاتِ نفسانی کے مزبلہ میں اُگا ہے۔ ناگاہ قبولیتِ حق کا قاصد نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ محبوبِ حقیقی تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔

(تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۶۲)

صلائے عام و دروازۂ کرم
تو نگو مارا بداں شربار نیست
بر کریماں کارھا دشوار نیست

دروازۂ کرم کھلا ہوا ہے اور دستر خوان لگا ہوا ہے۔ جلدی کرو اور اپنے کو پالو۔ اے بھائی! بشر کیا اور بشر کی طلب کیا؟ لیکن کرمِ بے نہایت نہ آقا کو چھوڑتا ہے نہ غلام کو، نہ غنی کو نہ فقیر کو، جس طرح کہ آفتاب جب اپنے برج سے طلوع کرتا ہے اگر اہلِ عالم کمر باندھ لیں کہ ان کے نور کا ایک ذرّہ اپنے ہاتھ میں لے لیں اس پر وہ قادر نہیں لیکن وہ خود اپنی سخاوت وفیضِ عام کی بناء پر جس طرح کوشکِ سلطانی پر اور سرائے امراء پر چمکتا ہے فقیروں اور بےنواؤں کے کلبۂ احزاں کو بھی روشن کرتا ہے۔ تم خاک وآب کو مت دیکھو، اس دولت واقبال کو دیکھو کہ ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ﴾ ارشاد ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾۔ دوسری جگہ فرماتا ہے ﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ﴾۔ مقرب فرشتے کو بھی یہ عزت وخلعت حاصل نہیں جو تم کو حاصل ہے۔ ملائکہ مقرب ہیں، معصوم ہیں، پاک ہیں، مقدس ہیں، بڑی تسبیح وتقدیس کرنے والے اور بڑے روحانی ہیں۔ لیکن آب وگل کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ (ایضاً)

کریم نکتہ نواز

اے بھائی! تم کتنے ہی آلودہ اور ملوث ہو، دامنِ توبہ تھام لو اور امیدوارِ رحمت بن جاؤ کہ تم نہ ساحرانِ فرعون سے آلودہ تر ہو اور نہ اصحابِ کہف کے کتے سے زیادہ گندے، نہ طورِ سینا کے پتھر سے زیادہ بڑھ کر جماد، اور نہ ستونِ حنانہ (جو دردِ فراقِ نبوی سے رویا تھا) سے بڑھ کر بے قیمت۔ غلام کو اگر حبش سے پکڑ کر لاتے ہیں تو کیا عیب کی بات ہے جبکہ اس کا آقا اس کو کافور لقب دیتا ہے۔ جبکہ ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم کو اس مشتِ خاک کے فساد کی طاقت نہیں۔ آواز آئی کہ اگر ہم اس کو تمہارے دروازے بھیجیں رد کر دینا۔ اگر تمہارے ہاتھ بیچیں تو مت خریدنا، تم ڈرتے ہو کہ ان انسانوں کی معصیت ہماری رحمت سے زیادہ ہوگی، اس سے ڈرتے ہو کہ ان کی آلودگی ہمارے کمالِ قدوسیت پر داغ ڈال دے گی۔ یہ مشتِ خاک ہیں جو ہماری بارگاہ میں مقبول ہیں۔ ان کی معصیت وآلودگی سے کیا نقصان۔ (ایضاً، ص:۲۶۶)

سراسر ما ہمہ عیبم بدیدی و خریدی تو
زہے کالائے پُرعیب وزہے لطفِ خریداری

توبہ کی تاثیر،توبہ کی کیفیت

توبہ ترقی اور کمالِ طہارت کا ذریعہ ہے۔توبہ اس طرح ہوتی ہے اور مرید اس موقع پر تائب ہوتا ہے اس کوگردش کہتے ہیں۔یعنی پلیدگی اور آلودگی کی حالت سے پاکی کی حالت میں وہ تبدیل ہوگیا۔کلیسا تھا مسجد ہوگیا۔بتخانہ تھا عبادت گاہ بن گیا۔سرکش تھا انسان بن گیا،مٹی تھا سونا بن گیا۔اندھیری رات تھی روزِ روشن ہوگیا۔اس وقت مومن کے دل پر ایمان کا آفتاب طلوع کرتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے اور کوئے معرفت کی وہ راہ پاتا ہے۔(تاریخِ دعوت وعزیمت)

مرتبۂ انسانیت-خالق کی نظرِ رحمتِ خاص

موجودات بے شمار اور مصنوعات بے شمار تھے،لیکن کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہ تھا جو اس مٹی پانی کے مجموعہ کے ساتھ تھا۔ جب ربّ العزت کومنظور ہوا کہ اس خاکی پتلے کو وجود کا لباس پہنائے اور خلافت کے تخت پر بٹھائے .....ملائکہ ملکوت نے عرض کیا کہ.....آپ زمین میں ایک ایسی ہستی کوخلیفہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کرے گی۔لطفِ قدیم نے جواب دیا، ''محبت میں مشورہ نہیں ہوتا، اور عشق وتدبیر جمع نہیں ہوتے۔'' تمہاری تسبیح وتحلیل کی کیا قیمت ہے، اگر ہمیں قبول نہ ہو، اور ان کو گناہوں سے کیا نقصان اگر ہمارے لطف وعنایت کا ساقی عفوو معافی کا پیمانہ ان کے ہاتھ پر رکھ دے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کردے گا۔ ہاں تم ہمیشہ سیدھے راستے میں چلنے والے ہو اور وہ ہر طرف چلیں گے۔لیکن جب ہم نے ان کو چاہا تو رحمت کا فرش ان کے لیے بچھا دیا۔اگر ان کی پیشانی پر گناہ کوئی لکیر ڈال دے گا ہماری مہربانی اس کو مٹا دے گی۔تم یہ تو دیکھتے ہو کہ معاملات میں ہم ان کے مطلوب ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ محبت میں وہ ہمارے مطلوب ہیں۔کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ محبوب سے ایک گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے محاسن ہزار سفارشی لاکھڑا کردیتے ہیں۔

(تاریخِ دعوت وعزیمت،ص:۲۷۰)

امانت، محبت اور انسان کی محبوبیت اور اختصاص

دوسری مخلوقات کو محبت سے کوئی سروکار نہ تھا کہ وہ ہمت بلند نہیں رکھتی تھیں، ملائکہ کے کام میں جو تم کو یکسانی اور یک رنگی نظر آتی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدیثِ محبت کے مخاطب نہیں۔ اور یہ جو آدمیوں کے راستے میں نشیب و فراز نظر آتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ محبت کا معاملہ ہے۔ پس جس کے مشامِ جاں تک محبت کی خوشبو پہنچی اس کو چاہیے کہ سلامتی کو سلام کرے اور خود کو وداع، کہ محبت کسی چیز کی روادار نہیں۔ شاعر نے کہا ہے۔

عشق تو مرا چنیں خراباتی کرد

ورنہ بسلامت و بساماں بودم

جب آدم کی قسمت و اقبال کا ستارہ بلند ہوا تو کائنات میں ایک تلاطم برپا ہوا، کہنے والوں نے کہا کہ اتنے ہزار سال کی ہماری تسبیح و تحلیل کو نظر انداز کر دیا اور خاک کے پتلے آدم کو سرفراز کیا گیا اور ہم پر ترجیح دی گئی۔ آواز آئی کہ تم خاک کی صورت کو مت دیکھو، اس پاک جوہر کو دیکھو جو ان کے اندر ودیعت ہے۔ ﴿يُحِبُّوْنَهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ﴾۔ (سورۂ مائدہ: ۵۴) محبت کی آگ ان کے دلوں میں لگائی گئی۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت، ص: ۲۷۱)

اللہ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے لیکن یہ سب مخلوقات سوز و محبت سے بے تعلق ہیں اور ان کو اس کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ یہ دولت تو آدمی ہی کے حصے میں آئی۔ موجودات کی دوسری اقسام میں سے کسی کو بھی یہ شرف عطا نہیں ہوا۔ اسی لیے کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

پناہے بلندی و پستی توئی

ہم نیستند آنچہ ہستی توئی

(مکتوب: ۵۹، دعوت وعزیمت)

حاصلِ وجود

(انسان حاصلِ وجود اور اس پورے نظامِ خلق و تکوین کا مقصود ہے۔)

میرے بھائی مٹی پانی کا اقبال کچھ کم نہیں اور آدم و آدمیوں کا مرتبہ معمولی نہیں۔ عرش و کرسی، لوح و قلم، آسمان و زمیں سب انسان ہی کے طفیل ہیں۔

استاد ابوعلی دقّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آدم کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ حضرتِ ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کا لقب دیا ﴿وَ اتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاً﴾ اور حضرت موسیٰ کے لیے ارشاد ہوا کہ ﴿وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت: ۴۰) میں نے تم کو اپنے لیے منتخب کیا۔ اور مومنین کے لیے ارشاد ہے ﴿یُحِبُّوْنَهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت: ۵۴)

لوگوں نے کہا ہے کہ اگر اس حدیثِ محبت کو دلوں سے مناسبت ہوتی تو دل دل کہلانے کا مستحق نہ ہوتا اور اگر آفتابِ محبت آدم و اولادِ آدم کے جان و دل پر ضیاء پاشی نہ کرتا تو آدم کا معاملہ بھی دوسری موجودات ہی کی طرح ہوتا۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳، ص:۲۷۲)

بارِ امانت

آب و خاک کا مرتبہ بلند ہے اور ہمت بڑی۔ ہر چند فقر و فاقہ، گدائی و بینوائی اس کے خمیر میں داخل ہے لیکن جب آفتابِ امانت آسمانِ وجود میں درخشاں ہوا، ملائکۂ ملکوت نے جو سات لاکھ سال سے تقدیس و تسبیح کے چمنستان سے اپنی غذا حاصل کر رہے تھے عاجزانہ اپنی بے بسی کا اظہار اور اپنے عجز کا اعتراف کیا، ﴿فَاَبَیْنَ اَنْ یَحْمِلْنَهَا﴾ اور اس بارِ گراں کے اُٹھانے سے معذوری ظاہر کی۔ آسمان نے کہا کہ میرا خلعت فرشِ خاکی ہے، پہاڑ نے کہا کہ میرا منصب پہرے داری اور ایک پاؤں پر کھڑا رہنا ہے۔ جواہرات نے عرض کیا کہ کہیں ہمارے شیشے میں بال نہ آ جائے۔ اس خاکِ بے باک کے ذرے نے فقر و فاقہ کی آستین سے دستِ نیاز نکالا اور اس بارِ امانت کو سینے سے لگایا اور دو عالم میں کسی چیز کا غم نہ کیا۔ اس نے کہا میرے پاس کیا ہے جس کو چھین لیں گے۔ جب کسی چیز کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ مٹی کو کس میں ملائیں گے؟ مردانہ وار بڑھا اور اس بوجھ کو جس کو سات آسمان و زمین نہ سہار سکے ہنسی خوشی اُٹھا لیا اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا نعرہ لگایا۔ (مکتوب ۹۴۔ دعوت وعزیمت، ج:۳، ص:۲۷۴)

ذرۂ خاک کا اقبال

(شہبازِ محبت کو سینۂ آدم کے سوا کوئی آشیانہ نہ ملا، آسماں کی بلندی اور عرش و کرسی کی وسعت سے گزرتا ہوا اس نے دلِ عاشق کو اپنا نشیمن بنایا۔)

آب وخاک کو کم نہ سمجھو۔ جو کچھ کمالات ہیں آب و خاک ہی کے اندر ہیں۔ اور جو کچھ

اس دنیا میں آتا ہے، آب و خاک ہی کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ نظر آتا ہے نقش بدیوار سے زیادہ نہیں۔ کہنے والوں نے کہا ہے کہ شہبازِ محبت نے آشیانۂ عزّت سے پرواز کی، عرش کے پاس سے گزرا، عظمت دیکھی گزر گیا، کرسی پر پہنچا، وسعت دیکھی گزر گیا، آسمان پر پہنچا، رفعت دیکھی، آگے بڑھ گیا، خاک پر پہنچا محنت دیکھی اُتر گیا۔

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پاسکیں
وہ میرا ہی دل ہے کہ جہاں تو سماسکے

اے بھائی، خالق کا اس آب و خاک کے ساتھ خاص معاملہ اور خاص عنایات ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ملک الموت اس اُمت میں سے کسی کی روح قبض کرتا ہے تو رب العزّت کی طرف سے ان کو خطاب ہوتا ہے کہ میرا اسلام پہنچانا پھر روح قبض کرنا۔ تم نے قرآن میں پڑھا ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے واسطہ مومنوں کو سلام کہے گا فرمایا:

﴿سَلَامٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ﴾ (سورۂ یٰسین، آیت: ۵۸)

جس طرح لا الہ الا اللہ اس کا کلامِ ازلی ہے اس کا سلام بھی ازلی ہے۔ اگر اس مشتِ خاک کے ساتھ یہ قدیم نظرِ عنایت نہ ہوتی تو ازل میں اس کو سلام بھی نہ کیا جاتا۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو بیان کیا ہے ؎

آں را کہ ز محبوب سلامے باشد
وز حضرتِ او بدو پیامے باشد
در حلقۂ بندگانش خورشید منیر
قصہ چہ کنم از غلامے باشد

(مکتوب ۵۱۔ دعوت و عزیمت، جلد ۳، ص: ۲۷۶)

سرِّ الٰہی کا حامل

(انسان کی اشرفیت یہ ہے کہ وہ سرِ الٰہی کا حامل اور 'نَفَخۡتُ مِنۡ رُّوۡحِیۡ' کے شرف سے مشرف ہے۔)

حق تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی گروہ انسان کے گروہ سے زیادہ عالی ہمت پیدا نہیں کیا اور انسانوں کے سوا کسی گروہ کے متعلق یہ ارشاد نہیں ہوا کہ 'نَفَخْتُ مِنْ رُّوْحِیْ' اور کسی گروہ میں پیغمبروں کو مبعوث نہیں فرمایا، اور نہ آسمانی کتابیں نازل کیں اور نہ کسی گروہ کو سلام کہلایا، نہ کسی گروہ کو اپنے دیدار کی نعمت عطا فرمائی۔ وہ آدمی ہی تھے جو اپنی محبت کی قوت اور اپنی ہمت کی بلندی کی وجہ سے طاقتِ فراق نہیں رکھتے تھے، دنیا میں ان کے دل سے حجاب اٹھالیا اور عقبیٰ میں ان کی آنکھوں سے پردہ اُٹھایا، اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں وہ اس کے سوا کسی کے طالب نہیں اور عقبیٰ میں اس کے جمالِ جہاں آرا کے سوا ان آنکھوں نے کچھ نہ دیکھا اور یہ سبق انہوں نے مکتب مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی میں پڑھا تھا۔ کسی شاعرِ عارف نے خوب کہا ہے ؎

الا اے مرغِ حکمت و آں زمانے
چو خواہی یافت بہ زیں آشیانے
بہ پروازِ معنی بازکن پر
سرائے ہفت در را باز کن در
چوں تو برسدۂ حضرت نشینی
تو باشی جملہ و خودرانہ بینی

(مکتوب ۵۳۔ تاریخِ دعوت وعزیمت، جلد: ۳، ص: ۲۴۸)

شعر کا ترجمہ: (۱) اے مرغِ حکمت مجھ سے نے (لے) جانو اور سیکھو۔ جب تو اس سے بہتر آشیانہ پانا چاہے۔

(۲) معانی کے اُڑان کے پر کھولو۔ سات دروازوں والے سرائے کے لیے در کھولو۔

(۳) جب تو حضوری کے چھجے پر بیٹھ جائیو، تو وہاں پوری طرح موجود رہو، اور اپنے آپ کو نہ دیکھو۔

مسجود و محسود

ایک دوسری جگہ انسان کا وہ مرتبہ بیان کرتے ہوئے جس کی وجہ سے وہ مسجودِ ملائک اور محسودِ خلائق بن گیا۔ تحریر فرماتے ہیں:

میرے بھائی! جس چیز نے تم کو فرشتوں کا مسجود اور افلاک کا محسود بنا دیا ہے وہ بہت بڑی چیز ہے۔ انسان اپنے وجودِ خاکی میں کیسا ہی مکدر ہو، معنوی اعتبار سے ایسا منوّر و مقدس ہے کہ ملکوتی راز اور بشری اوہام اس کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ جب اس معنی کی شعاع جلوہ فگن ہوتی ہے، ملائک حیران اور سرگرداں ہوتے ہیں۔ وہ تواضع سے سربگریباں اور یہ ہیبت سے لرزہ براندام۔ خواجہ فرید الدین عطارؒ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فرشتہ گر بہ بیند جوہرِ تو
وگر رہِ سجدہ آرد بر درِ تو
نہ مسجودِ ملائک جوہرِ تست
نہ تاجے از خلافت برسرِ تست

خلیفہ زادۂ گلخن رہا کن
بہ گلشنِ شو گدا ، طبعے رہا کن
بمصر اندر برائے تست شاہی
تو چوں یوسف چرا در قعرِ چاہی

(مکتوب ۵۸۔ تاریخِ دعوت وعزیمت، جلد: ۳، ص: ۲۷۹)

شعر کا ترجمہ: (۱) تیرا جوہر اگر فرشتہ دیکھے گا، تو تیرے در پر پھر سجدہ کرے گا۔
(۲) تیرا جوہر کیا ملائک کا مسجود نہیں ہے، تیرے سر پر کیا خلافت کا تاج نہیں ہے۔
(۳) اے خلیفہ زادہ، آتش کدہ کو چھوڑ، گلشن کیلئے گدا بن جا۔ اپنی طبیعت کو چھوڑ دے۔
(۴) مصر میں تختِ شاہی تیرے لیے موجود ہے، تو یوسف کی طرح کیوں کنویں کی تہہ میں (پڑا) ہے۔

دل آگاہ

لیکن انسان اور نوعِ انسانی کی اشرفیت اور خصوصیت اس مضغۂ گوشت کی وجہ سے ہے جس کو دل کہتے ہیں اور دل کی قدر و قیمت اور زندگی وقوت اس جوہر کی وجہ سے ہے جس کو محبت

کہتے ہیں۔ دل کے متعلق فرماتے ہیں ۔

عرش پیدا کیا مقربین کے سپرد کیا، بہشت پیدا کی رضوان کو اس کا پاسبان بنایا اور دوزخ پیدا کی، مالک کو اس کا دربان بنایا، لیکن جب مومن کا دل پیدا کیا فرمایا "اَلْقُلُوْبُ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ" دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ (مکتوب ۴۳، دعوت وعزیمت، ۳/۲۷۹)

ایک دوسرے مکتوب میں دل کی وسعت وقوت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کوئی چیز دل سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہوتی تو اپنی معرفت کا موتی اسی میں رکھتا، یہی معنی ہے اس ارشاد کے کہ

'لَا یَسِعُنِیْ سَمَائِیْ وَ لَا اَرْضِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُوْمِنِ'

نہ میرا آسمان مجھے سما سکتا ہے نہ میری زمین، اگر میرے لیے گنجائش ہے تو مومن بندے کے دل میں۔ آسمان میری معرفت کا اہل نہیں، زمین اس بات کی متحمل نہیں، بندۂ مومن کا دل ہی ہے جس نے اس بوجھ کو اُٹھایا۔ رستم کا گھوڑا ابھی رستم کو اُٹھا لیتا ہے، لیکن جلالِ الٰہی کا آفتاب جب پہاڑ پر جس سے زیادہ عالمِ اجسام میں جمنے والی اور عظیم کوئی چیز نہیں جب ایک بار چمکا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا۔ وَ جَعَلَهٗ دَكًّا۔ تین سو ساٹھ مرتبہ مومن کے دل پر چمکتا ہے اور وہ 'هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ' کا نعرہ لگاتا رہتا ہے اور پکارتا رہتا ہے 'الغیاث الغیاث' پیاسا ہوں۔

شکستہ تر، عزیز تر

دل کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر چیز ٹوٹ کر بے قیمت ہو جاتی ہے، لیکن یہ جتنا ٹوٹا ہوا ہوتا ہے، اتنا ہی بیش قیمت ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اے بھائی! ٹوٹی ہوئی چیز کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ مگر دل جتنا ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی بیش قیمت ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ایک سرگوشی میں فرمایا کہ

اِلٰهِی اَیْنَ اَطْلُبُكَ؟ آپ کو کہاں تلاش کروں؟ جواب ملا اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبِهِمْ میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

اسی کو اقبال نے اس طرح کہا ہے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

(مکتوب ششم، تاریخِ دعوت وعزیمت، جلد:۳،ص:۲۸۱)

محبت کی فرمانروائی:

دل کا سرمایہ محبت ہے، اور محبت تمام عالم اور سارے زمانوں کو محیط ہے۔ اِس عالم سے اُس عالم تک اس کا سکہ رواں ہے۔فرماتے ہیں:

حدیثِ محبت تینوں زمانوں پر محیط ہے۔ اول و آخر درمیان اسی کا دور دورہ ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ یہ عالم اور وہ عالم سب طلب کے لیے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ وہ عالم، عالمِ طلب نہیں، یہ ناممکن ہے۔ ہاں نماز روزہ نہیں ہوگا، لیکن طلب ہوگی۔ روزِ قیامت تمام احکام پر قلمِ نسخ پھر جائے گا لیکن دو چیزیں ابدالآباد تک رہیں گی۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ!

(تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۸۲)

خواہشاتِ نفسانی کا ازالہ مقصود نہیں، شکستگی مقصود ہے

(مقصود ازالۂ شہوات نہیں شکستگیٔ شہوات ہے قرآن مجید میں تعریف کے موقع پر۔ وَ الْفَاقِدِیْنَ الْغَیْظَ نہیں کہا، وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ فرمایا۔ اگر سرے سے غصہ ہی نہ آتا ہو تو غصّے کو پی جانے اور اس کو دبانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوسکتا ہے۔)

مخدوم بہار کی ہدایت

یہ اس شخص کی جہالت وحماقت ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ خواہشِ نفس اور صفاتِ بشریت سے مطلقاً پاک ہونا چاہیے۔ اس نے یہ غور نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں، کسی وقت مجھے غصہ آجاتا ہے اور غصّے کا اثر بھی اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوجاتا تھا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، ﴿وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ﴾۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف فرماتا ہے جو غصّے کو دباتے ہیں۔ اس کی تعریف نہیں کہ غصّے کا مادّہ ہی نہیں اور کس طرح شریعت خواہشِ نفس کے بالکل ازالہ کا مطالبہ کرسکتی ہے، جبکہ آنحضرت ﷺ کی نو

بیویاں تھیں۔ اگر کسی کی خواہشِ نفس بالکل زائل ہوگئی تو اس کو علاج کرنا چاہیے کہ پھر پیدا ہو جائے۔ اس لیے کہ گھر والوں اور اولاد پر شفقت، جہاد میں کافروں پر غصہ اور اولاد کا سلسلہ اور نیک نام کا بقا، یہ سب چیزیں نفس کے احساسات اور خواہشات سے تعلق رکھتی ہیں۔ پیغمبروں نے اس کی تمنا کی ہے کہ ان کا سلسلۂ نسبی چلے، لیکن شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ خواہشات کو مغلوب رکھا جائے اور احکامِ شریعت کے ماتحت۔ جس طرح گھوڑا، سائیس اور کتا شکاری کے قبضے میں ہوتا ہے۔ کتا بھی ایسا چاہیے جس کی تربیت ہوچکی ہو، ورنہ شکاری ہی پر حملہ آور ہو جائے گا۔ شکار کے لیے گھوڑے کی بھی ضرورت ہے، لیکن ایسا گھوڑا درکار ہے جو رام کرلیا گیا ہو ورنہ اپنے ہی سوار کو گرا دے گا۔ اسی طرح شہوت اور غصہ کتّے اور گھوڑے کی طرح ہیں۔ آخرت کی سعادت کو اور ان دونوں کے بغیر شکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ماتحت اور قابو کے ہوں۔ اگر غالب ہوں گے تو ہلاکت کا سبب بن جائیں گے۔ پس ریاضت اور مجاہدت کا مقصود یہ ہے کہ یہ دونوں صفتیں شکستہ اور مغلوب ہو جائیں اور یہ ممکن ہے۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۹۱)

کرامت بھی ایک بت ہے

(کرامات بھی اہل اللہ کیلئے ایک حجاب اور غیر اللہ کے ساتھ مشغولی کا حکم رکھتی ہیں اور اس طرح سے وہ بھی ایک طرح کا بت ہے جس کی نفی اور اس سے استغنا بعض اوقات ضروری ہے۔)

کرامات بھی ایک بت ہیں۔ جس طرح کافر بت سے تعلق رکھتے ہیں، دشمن ہوتے ہیں، جب بت سے بے تعلقی اور برأت کا اظہار کرتے ہیں دوست بن جاتے ہیں۔ عارفوں کا بت کرامت ہے۔ اگر کرامت پر قانع اور مطمئن ہو جائیں محجوب اور معزول ہوں اور اگر کرامت سے بے تعلقی کا اظہار کریں مقرب اور واصل۔

کسی عارف نے کہا ہے ۔

زاہداں را جنت و فردوس باید نز نگاہ
عاشقاں را لذت اندر قصرِ زنداں است و بس
لطفِ او را عام و خاص و نیک و بد یابندہ اند
قہرِ او را پیش رفتن کارِ مرداں است و کس

اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں سے کرامات ظاہر فرماتا ہے تو ان کے دل میں خشوع اور خضوع زیادہ ہوجاتا ہے۔ فروتنی اور تواضع پہلے سے بڑھ جاتی ہے اور ان کے خوف اور ڈر میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ (مکتوب ۸، تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۹۲)

کشوف وکرامات اور استدراج

صدیقین پر کشف اور فراستِ صادقہ میں سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور ہونے والے واقعات میں سے جو واقعات ان پر منکشف ہوجاتے ہیں ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں پر اس طرح کی چیزیں منکشف نہ ہوں۔ لیکن اس سے ان پر کوئی اعتراض اور ان کے کمالات میں کوئی نقص ثابت نہیں ہوتا۔ اعتراض اور نقص کی چیز جادۂ استقامت سے ہٹ جانا ہے۔ صدیقین پر اس طرح کی جو چیزیں منکشف ہوتی ہیں وہ ان کے یقین میں اضافہ کا سبب ہوتی ہیں۔ اور اس سے ان کے مجاہدہ میں اور پختگی اور اخلاقِ حمیدہ میں اور ترقی ہوتی ہے۔ اگر یہ حالات ایسے کسی شخص کو پیش آئیں جو احکامِ شریعت کا پابند نہیں وہ اس کے بُعد کا سبب اور اس کے فریب وحماقت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ وہ اس کے دھوکے اور غرور میں لوگوں کو مغلوب اور حقیر سمجھنے لگتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسلام کا رشتہ اس کی گردن سے باہر ہوجاتا ہے اور وہ احکامِ الٰہی کی حدود اور حلال وحرام کا منکر بن جاتا ہے۔ اور سمجھنے لگتا ہے کہ عبادت کا مقصد ذکرِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ سنت کی پیروی چھوڑ دیتا ہے اور الحاد وزندقہ کا شکار ہوجاتا ہے۔ نعوذ باللہ
(مکتوب نمبر ۹۶، تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۹۳)

فضیلتِ خدمت

سالک کے لیے ایک اونچا کام خدمت ہے۔ خدمات میں وہ فوائد اور خاصیتیں ہیں جو کسی دوسری عبادت واطاعت میں نہیں۔ ایک یہ کہ نفس مردہ ہوتا ہے اور بڑائی وسرداری کبر ونخوت نکال دیتی ہے اور تواضع اور عجز پیدا ہوتا ہے۔ خدمت اس کو مہذب اور مؤدب بناتی ہے، اخلاق کو آراستہ کرتی ہے اور سنت وطریقت کے علوم سکھاتی ہے۔ نفس کی ظلمت اور گرانی کو دور کرتی ہے۔ انسان کو لطیف اور سبک روح بناتی ہے اور اس کا ظاہر وباطن روشن ہوجاتا ہے۔ یہ سب فوائد خدمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایک بزرگ نے کسی سے پوچھا، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے

کے کتنے راستے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ موجودات اور دنیا میں جتنے ذرات ہیں اتنی ہی اللہ تک پہنچنے کی راہیں ہیں لیکن کوئی راستہ دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ بہتر اور نزدیک تر نہیں۔ اور ہم نے اسی راہ سے اللہ تعالیٰ کو پایا ہے۔ اور اپنے تعلق والوں کو اسی کی وصیت کی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اس گروہ کے اوراد طاعاتِ بیان سے باہر ہیں، وہ جب ان سب سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر کوئی ورد و طاعت ایک دوسرے کی خدمت کرنے سے زیادہ افضل اور مفید نہیں۔ (مکتوب ۷۱۔ تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳، ص:۲۹۵)

نفس کی اصلاح کا معیار

نفس کی اصلاح کا معیار ان حضرات کی نظر میں بہت بلند ہے۔ حقیقتاً اس بات کا اطمینان بہت مشکل ہے کہ نفس دعویٰ خدائی سے دست بردار اور خواہشات وشہوات کی گرفتاری سے آزاد ہوگیا ہے اور تربیت و اصلاح کے اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اب اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین کے نزدیک اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش سے قدم نہ اٹھائے، شریعت کے احکام پر چلے اور احکامِ شریعت میں رخصت وتاویل سے کام نہ لے۔ اگر نفس پر کسی خاص نفسانی خواہش اور طبیعت کا غلبہ ہے تو حقیقتاً وہ اس جانور کے مشابہ ہے جو اس خواہش کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: میرے بھائی! آدمی کا نفس مکار، دھوکا دینے والا ہے۔ وہ ہمیشہ جھوٹے دعوے اور لاف زنی کرتا ہے کہ خواہشِ نفس میری محکوم ہوگئی ہے۔ اس سے اس کا ثبوت مانگنا چاہیے اور اس کا ثبوت صرف یہ ہے کہ وہ اپنے حکم سے ایک قدم نہ اُٹھائے، شریعت کے حکم سے چلے۔ اگر ہمیشہ وہ شریعت کی اطاعت میں سرگرمی دِکھاتا ہے تو صحیح کہتا ہے اور اگر احکامِ شریعت میں اپنی ہوا وخواہش کے موافق رخصت وتاویل چاہتا ہے تو وہ بے اقبال ابھی تک اسیرِ کمندِ ہَوا ہے۔ اگر غصّے کا غلام ہے تو وہ ایک کتا ہے آدمی کی شکل میں، اگر پیٹ کا غلام ہے تو ایک جانور ہے، اور اگر وہ فاسد خواہشاتِ نفسانی کا اسیر ہے تو وہ ایک سور خنزیر ہے، اور اگر وہ لباس وزینت کا غلام ہے تو وہ عورت ہے مرد کی صورت میں۔ لیکن جو شخص اپنے کو احکامِ شریعت کے مطابق آراستہ کرتا ہے اور نفس کا امتحان لیتا رہتا ہے اور اس نے اپنی باگ شریعت کے ہاتھ

دے دی ہے جس طرف وہ پھیرتی ہے اسی طرف وہ پھر جاتا ہے، اس وقت اس کو کہا جا سکتا ہے کہ اس کی صفات اس کی محکوم اور زیرِ فرمان ہوگئی ہیں۔ پس جن لوگوں کو اللہ نے بصیرت دی تھی اور جو حقائق پر نظر رکھتے تھے وہ دمِ واپسیں تک اپنے نفس کو تقویٰ اور خوفِ الٰہی کی لگام دیے رہے۔ (مکتوب ۹۶، تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳ص:۲۹۲)

نبوت ولایت سے افضل ہے

انبیاء کی ایک سانس اولیاء کی تمام عمر سے افضل ہے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے بڑی محققانہ اور عارفانہ باتیں لکھی ہیں اور چونکہ وہ خود ولایت ومعرفت کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اس لیے ان کا فرمانا محض ذہانت اور زورِ علم کا نتیجہ نہیں، تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے کہ : ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''برادرِ عزیز شمس الدین کو معلوم ہو کہ باتفاق جملہ مشائخِ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام اوقات واحوال میں اولیاء پیغمبروں کے تابع ہیں اور انبیاء اولیاء سے افضل ہیں، جو ولایت کی نیابت ہے، وہ نبوت کی ہدایت ہے۔ تمام انبیاء ولی ہوتے ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی نبی نہیں ہوتا۔ علماء اہلسنّت والجماعت اور اس طریق کے محققین میں اس مسئلہ کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں ملحدین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اولیاء انبیاء سے افضل ہیں اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ اولیاء تمام اوقات میں مشغول بحق ہوتے ہیں اور انبیاء اکثر اوقات دعوتِ خلق میں مشغول رہتے ہیں، پس جو شخص مشغولِ بحق ہو وہ افضل ہوا اس سے جو کسی کسی وقت مشغول بحق ہوتا ہے۔ اگروہ (جس کو صوفیہ سے محبت کا دعویٰ ہے اور وہ ان سے نیک گمان رکھتا ہے اور ان کی پیروی کا دم بھرتا ہے) اس کا قائل ہے کہ مقامِ ولایت مقامِ نبوت سے برتر ہے۔ نبی کو علمِ وحی ہوتا ہے اور ولی کو علمِ اسرار۔ ولی کو ایسے اسرار معلوم ہوتے ہیں جن سے انبیاء بے خبر ہوتے ہیں۔ انھوں نے اولیاء کے لیے علمِ لدنی ثابت کیا ہے اور اس کا استنباط حضرت موسیٰ اور خضر علیہم السلام کے قصہ سے کیا۔ انھوں نے کہا کہ خضر ولی تھے اور حضرت موسیٰ نبی۔ حضرت موسیٰ پر وحی ظاہر آتی تھی جب تک وحی نہ آتی ان کو کسی واقعہ کا راز اور کسی بات کا بھید معلوم نہ ہوتا۔ حضرت خضر کو علم لدنی

حاصل تھا اس کی وجہ سے وہ بغیر وحی کے غیب تک جان لیتے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کو ان کا شاگرد بننے کی ضرورت پیش آئی اور سب کو معلوم ہے کہ استاد شاگرد سے افضل ہوتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس طریق کے پیشوا جن کے دین پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، وہ ایسے اقوال و عقائد سے بیزار ہیں اور اس کو ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کسی کا مرتبہ انبیاء سے بلند ہو سکتا یا ان کے برابر ہو سکتا ہے۔ باقی موسیٰ اور خضر کے قصہ کا جواب یہ ہے کہ خضر کو فضیلتِ جزئی حاصل تھی اور وہ خاص واقعات کا علمِ لدنی ہے۔ اور حضرت موسیٰ کو مطلق فضیلت حاصل تھی۔ فضیلتِ جزئی فضیلتِ مطلق کو منسوخ نہیں کرتی، جیسے کہ مریم کہ ان کو ایک طرح کی فضیلت حاصل تھی کہ مرد کے تعلق کے بغیر حضرت عیسیٰ ان سے پیدا ہوئے لیکن یہ فضیلت حضرتِ عائشہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی فضیلت پر غالب نہیں اس لیے کہ ان کو فضیلتِ مطلقہ حاصل تھی تمام دنیا کی عورتوں پر۔ یاد رکھو اگر تمام اولیاء کے تمام احوال و اعمال، انفاس و زندگی کو نبی کے ایک قدم کے مقابلے میں تصوّر کیا جائے تو وہ ہیچ اور معدوم نظر آئیں گے۔ اولیاء جس چیز کے طالب ہیں اور جس چیز کے لیے سفر طے کرتے ہیں اور محنتیں کرتے ہیں انبیاء اس مقام پر پہنچ چکے ہیں اور اس کو پا چکے ہیں۔ انبیاء دعوت کا کام بحکمِ الٰہی انجام دیتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں بندگانِ حق کو حق رسیدہ اور واصل بناتے ہیں۔“

انبیاء کی ایک سانس اولیاء کی پوری زندگی سے افضل ہے

پس انبیاء کی ایک سانس تمام اولیاء کی تمام زندگی اور عمر سے افضل ہے۔ اس لیے کہ جب اولیاء نہایت کو پہنچتے ہیں تو مشاہدہ کی خبر دیتے ہیں اور حجابِ بشریت سے خلاصی پاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس حالت میں بھی بشر ہی رہتے ہیں۔ انبیاء پہلے قدم میں ہی مقامِ مشاہدہ پر فائز ہوتے ہیں۔ جو اولیاء کی انتہا ہوتی ہے وہ انبیاء کی ابتدا۔ اولیاء کو انبیاء پر قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ انبیاء کے حالات کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا: توبہ توبہ ہمارا اس عالم میں کوئی دخل نہیں۔“ بس جس طرح اولیاء کا مرتبہ مخلوق کے ادراک و تصوّر سے مخفی ہے اسی طرح انبیاء کا مرتبہ اولیاء کے ادراک سے بالاتر ہے۔ اولیاء انبیاء کی صفایت میں اپنے قدموں سے تیز چلنے اور دوڑنے والے ہیں اور انبیاء اولیاء کے مقابلہ

میں اُڑنے والے ہیں۔ دوڑنے والا اڑنے والے کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

انبیاء کا جسم اور اولیاء کا قلب

انبیاء کا جسمِ خاکی اپنی صفائی اور پاکیزگی اور قربِ باری تعالیٰ میں اولیاء کرام کے دل اور ان کے سر اور راز و نیاز کے برابر ہے، پس عظیم الشان فرق ہے، اس شخص کے درمیان جس کے جسم کو وہاں لے جائیں جہاں دوسرے کا راز و نیاز پہنچ سکتا ہے۔

شریعت کا لزوم و دوام

اسی طرح تصوف کے بعض حلقوں میں ایک مغالطہ یہ پھیلا ہوا تھا کہ شریعت کی پابندی اور پیروی کی ضرورت ایک خاص وقت اور ایک خاص حد تک رہتی ہے۔ جب سالک مقامِ تحقیق اور مرتبۂ یقین پر پہنچ جاتا ہے اور واصل باللہ ہوجاتا ہے تو پھر وہ شریعت کی پابندیوں اور فرائضِ شرعی سے آزاد اور مستغنی ہوجاتا ہے۔ اس عقیدہ نے اچھی خاصی مقبولیت حاصل کرلی تھی اور بہت سے ملحد اور بےعمل صوفیوں اور جاہل مشائخ نے اس کے ذریعہ بڑا فتنہ برپا کررکھا تھا اور بعض حلقوں میں اس سے نہ صرف انتشار و بےعملی بلکہ الحاد و زندقہ پھیل رہا تھا، بعض پڑھے لکھے لوگ بھی اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی مشہور آیت "وَ اعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰی یَاۡتِیَكَ الۡیَقِیۡنُ" (سورۂ حجر، آیت: ۹۹) سے استدلال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عبادت و اتباعِ شریعت کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہنا چاہیے جب تک یقین حاصل ہوجائے۔ یقین حاصل ہوگیا تو پھر تمام تکالیفِ شرعیہ ساقط ہوجاتی ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین نے اس گمراہ کن عقیدہ اور مغالطہ کی زبردست تردید کی۔ ان کے متعدد مکتوبات اس موضوع پر ہیں جن میں انھوں نے پوری قوت اور جوش کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ شریعت کی پابندی دمِ واپسیں تک رہتی ہے اور کسی حال اور کسی وقت میں نہ تکالیفِ شرعیہ اور فرائض دینیہ ساقط ہوتے ہیں اور نہ کوئی انسان اس سے مستثنیٰ ہے۔

شریعت کی پابندی ہمیشہ ضروری ہے

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''برادرِ اعز شمس الدین کو معلوم ہو کہ شیطان کبھی کبھی صوفیوں اور اہلِ ریاضت پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ ترکِ معصیت کا مقصد یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس شکستہ اور صفاتِ بشریت مغلوب ہوجائیں۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یاد ان پر غالب آجائے اور دل ظلماتِ بشریت سے ذکرِ الٰہی کے اثر سے صاف ہوجائے اور اس کے نتیجے میں معرفتِ ربانی کی حقیقت اس کو حاصل ہوجائے۔ شریعت کی پابندی کعبۂ وصال تک پہنچنے کی ایک راہ ہے۔ جو شخص کعبۂ وصال کو پہنچ گیا، اس کو راستہ، توشے اور سواری کی اب کیا ضرورت ہے۔ پس شیطان اس گروہ کو یہ سمجھاتا ہے کہ اگر وہ نماز پڑھیں گے تو وہ ان کے لیے حجاب ہوجائے گی، اس لیے کہ ان کو وصول حاصل ہوچکا ہے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو دائمی مشاہدہ میں رہتے ہیں اور نماز، رکوع وسجود کا مقصود یہ کہ غافل دل کو حضوری ہوجائے، ہم تو خود ایک لمحہ بھر غافل نہیں ہوتے۔ عالمِ ملکوت کو آشکار دیکھتے ہیں، انبیاء کے جوارِ مقدس میں رکھائے جاتے ہیں، ہم کو ان عبادات اور فرائضِ شرعی کی کیا ضرورت ہے۔

درحقیقت یہ خود ابلیس کا حال اور اس کا واقعہ ہے۔ اس نے اپنا کمالِ قرب دیکھا اور کہا کہ آدم کو سجدہ سے کیا حاصل۔ آدم اس سے کم ہیں۔ مجھے اس کا سجدہ کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کا قصہ افسانے کے طور پر بیان نہیں کیا ہے، وہ انھی لوگوں کی عبرت کے لیے بیان کیا جو اس مغالطۂ شیطانی میں گرفتار ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ کسی بھی مقرب کو شریعت کی فرمانبرداری سے چارہ نہیں۔ بزرگانِ دین نے جو یہ فرمایا ہے کہ شریعت کی پیروی حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ انھوں نے بالکل سچ فرمایا ہے۔''

بقاءِ شریعت کا راز

شیطان نے یہاں ایک نکتہ اس گروہ کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اس نے یہ باور کرایا کہ شریعت کا مقصود صرف اتنا ہے کہ (حضوری حاصل ہوجائے) لیکن یہ غلط ہے۔ شریعت کا اس کے علاوہ بھی مقصود ہے۔ مثلاً پانچ وقت نمازیں ایسی ہیں جیسے کسی دریچۂ کمال میں پانچ کیلیں لگی ہوں۔ اگر کیلیں الگ ہوجائیں تو وہ دریچۂ کمال سے جدا ہوکر گرجائے جیسے خود ابلیس گر گیا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ پانچ نمازیں کس طرح پانچ کیلوں کی طرح ہیں جن سے کمال کا یہ دریچہ تھما ہوا

ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پہچاننا انسان کی طاقت میں نہیں۔ یہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اشیاء اور ادویہ کے خواص، عقل اس کی وجہ دریافت نہیں کرسکتی۔ جیسے سنگِ مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے۔

ایک بلیغ مثال

فرائضِ شرعی اور شریعت کے احکام کی پابندی میں کیا کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں اور وہ انسان کے دین وایمان اور اپنے خالق کے ساتھ تعلق اور منصبِ بندگی کی کس طرح حفاظت کرتے ہیں اور ان کی زد سے کس طرح انسان کا دین وایمان اور اس کا تعلق برباد ہوجاتا ہے اور وہ کس طرح نفس وشیطان کا شکار، درجۂ اعتبار سے ساقط اور راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے، اس کی ایک بلیغ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس کو ایسا سمجھو کہ ایک شخص نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر محل تعمیر کیا، وہاں انواع واقسام کی چیزیں جمع کیں، جب اس کا اخیر وقت ہوا تو اس نے لڑکے کو وصیت کی کہ اس محل میں جو ترمیم وتصرف چاہنا کرنا، لیکن ایک خوشبودار گھانس کا ایک حصہ جو میں چھوڑ کر جارہا ہوں وہ چاہے خشک ہوجائے اس کو باہر نہ کرنا۔ جب پہاڑ کی چوٹی پر بہار آئی تو پہاڑ ومیدان سب سرسبز ہوگئے۔ بہت سی تازہ اور خوشبودار گھاس پیدا ہوگئی جو اس پرانی گھاس سے زیادہ تر وتازہ تھی۔ اس میں بہت سی گھاس اور پھول اس محل میں آئے جن کی خوشبو نے سارے محل کو معطر کردیا۔ اور اس کے سامنے اس پرانی سوکھی ہوئی گھاس کی خوشبو دب گئی۔ لڑکے نے سوچا کہ میرے والد نے یہ پرانی گھاس اس محل میں اس لیے رکھی تھی کہ اس کی خوشبو پھیلے اور یہ جگہ اس سے معطر ہو۔ اب یہ سوکھی گھاس کس کام آئے گی۔

اس نے حکم دیا کہ اس گھاس کو پھینک دیا جائے۔ جس وقت محل اس گھاس سے خالی ہوگیا ایک کالے سانپ نے سوراخ سے باہر سر نکالا اور لڑکے کو ڈس لیا اور اس کا کام تمام ہوگیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ اس گھاس کے دو فائدے تھے: ایک یہ کہ وہ خوشبو دے، اور دوسرے اس میں یہ خاصیت تھی کہ وہ جہاں ہوتی ہے سانپ اس کے قریب نہیں جاسکتا، گویا وہ سانپ کا تریاق تھی۔ یہ خاصیت کسی کو معلوم نہیں تھی۔ لڑکے کو اپنی ذہانت پر ناز تھا۔ وہ سمجھا کہ جو اس کے معلومات کے

دائرہ میں نہ ہو گویا کہ قدرتِ ربانی کے خزانہ میں موجود ہی نہیں ہے۔اس کو اس آیت کا مفہوم ہی معلوم نہ تھا "وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" وہ اپنی ذہانت کے غرہ میں مارا گیا۔اسی طرح یہ صاحبِ کشف وکرامت گروہ اس مغالطہ کا شکار ہوا کہ شریعت کا جو راز ہم پر منکشف ہو گیا اور اس کی جتنی حکمت انھوں نے سمجھی اس کے علاوہ نہ کوئی راز ہے اور نہ کوئی حکمت۔ حالانکہ یہ ایک بڑی زبردست غلطی ہے جو اس راہ کے سالکین کو کبھی کبھی پیش آتی ہے۔ اور بہت سارے لوگ اس کا شکار ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں نے راہِ شریعت کا ایک ہی مقصود سمجھا اور یہ نہیں سمجھے کہ اس میں دوسرے اسرار بھی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اگر دوسری حکمتیں نہ ہوتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی نمازوں کی کیا ضرورت تھی جس سے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ امت پر واجب ہے پیغمبر پر نہیں!"

علماء ومشائخینِ کاملین کا اسوہ

وہ علماء و مشائخ وصوفی جو درجۂ کمال کو پہنچے انھوں نے سمجھا کہ شریعت کی پابندی میں ہر پابندی ایک راز ہے جس سے آخرت کی سعادت مربوط اور وابستہ ہے۔ یہاں تک کہ ان بزرگوں نے اپنے دمِ واپسیں تک آدابِ شریعت میں سے ایک ادب بھی ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خادم انتقال کے وقت وضو کرا رہا تھا، وہ ڈاڑھی میں خلال کرانا بھول گیا، آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ وہ سنت بجالائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسے وقت میں اتنی بھی رخصت نہیں۔ فرمایا، "ہم اللہ تعالیٰ تک اسی کی برکت سے پہنچے ہیں"۔ اہلِ کمال کا یہی شعار تھا اور فریب خوردہ لوگ جلدی دھوکے میں آجاتے ہیں۔ جس چیز کو وہ نہیں دیکھ سکے اور جو چیز ان کی سمجھ میں نہیں آئی وہ سمجھے اس کا وجود نہیں۔ فجر کی نماز دو رکعت ہے، ظہر کی چار رکعتیں، عصر کی چار، مغرب کی تین، عشاء کی چار، پھر ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ ان سب میں ایک سِر اور خاصیت ہے جن کا حصولِ کمال میں خاص دخل ہے اور انتقال کے وقت تک ان کی پابندی کرنے کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی کمال مفید نہیں۔ اگر سالک ان کو چھوڑ دے گا اور دنیا سے چلا جائے گا، اپنے کو تباہ دیکھے گا۔ اس وقت کہے گا کہ میرا وہ کمال کیا ہوا؟ جواب دیا جائے گا کہ کمال کے تختے میں کیلیں نہیں تھیں۔ مرنے کے وقت وہ جڑ

سے اکھڑ گیا، جیسے کہ ابلیس کے تمام کمالات ایک نافرمانی کی وجہ سے خاک میں مل گئے۔''

حضرت شیخ شرف الدین اس بارے میں اتنے راسخ العقیدہ اور متشدد تھے کہ ایک مکتوب میں اس عقیدہ کی (کہ شریعت کی پابندی خاص حالات و مقامات پر ضروری نہیں) تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ غلط ہے اور ملحدین کا مذہب ہے جو کہتے ہیں ایک دوسرے کے بغیر روا ہے، اور کہتے ہیں جب حقیقت تک رسائی ہوگئی اور کشف وشہود حاصل ہوگیا تو شریعت کا حکم اُٹھ گیا۔ لعنت ہے اس عقیدہ اور اس مذہب پر۔''

شریعت کی شرط

وہ تمام محققین صوفیاء کی طرح شدت کے ساتھ اس بات کے قائل اور داعی ہیں کہ سلوک وطریقت شریعت کی پیروی اور پابندی کے بغیر ممکن نہیں۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''جو شخص طریقت میں شریعت کا تابع نہیں ہوگا اس کو طریقت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، یہ ملحدین کا مذہب ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی، شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس عقیدہ پر، ظاہر بے باطن نفاق ہے، اور باطن بے ظاہر زندیقہ۔ ظاہر شریعت بے باطن نقص ہے اور باطن بے ظاہر ہوس۔ ظاہر ہمیشہ باطن کے ساتھ پیوستہ ہے، ظاہر باطن کے ساتھ ایسا پیوستہ ہے کہ کوئی شخص اس کو علیحدہ نہیں کرسکتا۔

اتباعِ محمدیؐ کے بغیر چارہ نہیں

حضرت مخدوم مکتوبات میں بڑے جوش خروش اور بڑے وثوق ویقین کے ساتھ اس بات کی تبلیغ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوبِ ربّ العالمین ہیں، آپ کی پیروی کے بغیر نہ نجات ممکن ہے نہ حقیقت تک رسائی، نہ کمالات وسعادتِ اخروی کا حصول۔ ایک مکتوب میں ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آلِ عمران، آیت: ۳۱) کی تلقین وتفسیر کرتے ہوئے کسی پیش رو شاعر عارف کے یہ اشعار جو خود ان کے دلی جذبات اور

کیفیت کے ترجمان ہیں، نقل کرتے ہیں،

او دلیل تو بس ، تو رہ مجوئی
او زبانِ تو بس ، تو یا وہ مگوئی
ہر چہ او گفت ز رازِ مطلق داں
ہر چہ او کرد ، کردۂ حق داں
خاک او باش بادشاہی کن
آن او باش ہر چہ خواہی کن
ہر کہ چوں خاک نیست بر درِ او
گر فرشتہ است خاک بر سرِ او

حضرت داتا گنج بخشؒ کو پیر کی وصیت

بیٹا! زندگی کی سختیاں صبر کے ساتھ برداشت کرنا، کبھی بھی شکایت کے الفاظ ہونٹوں پر نہ لانا۔ (اللہ والوں کے قصے، ص: ۷)

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ

ہر ایک فقیر پر میں چار آداب ہونا ضروری ہیں، اگر نہیں ہیں تو اس کو اور مٹی کو برابر سمجھو۔ آداب یہ ہیں؛ چھوٹوں پر رحم کرنا۔ بڑوں کی عزت کرنا، اپنے نفس سے انصاف چاہنا اور اپنے لیے انصاف کو چھوڑ دینا۔ آپ کا انتقال ۶۵۴ھ میں ہوا۔ (نفحات الانس، ص: ۸۲۹)

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کا بیان ہے کہ میرے حبیب ﷺ کی وصیت ہے کہ جہاں ثواب کی اُمید ہے وہاں جاؤ، جہاں گناہ نہ ہوسکنے کا یقین ہو وہاں بیٹھو، اس کے ساتھ رہو جو اطاعتِ الٰہی کی تلقین کرتا رہتا ہو۔ اپنے نفس کی اس وقت تعریف کرو جبکہ یقین زیادہ ہو۔ حسبِ ضرورت تھوڑا سا کہو۔ (اخبار الاخیار، ص: ۵۴۰)

شیخ محمد بن زکریا ملتانیؒ کی وصایا

آپ نے اپنے بیٹے رکن الدین ملتانی کو وصیت فرمائی:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۴۱)

اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔

جب بندہ کے ساتھ اللہ جل مجدہ بھلائی وخیر کا ارادہ فرماتا ہے اور اس کا نام نیک بخت و سعید لوگوں میں لکھا جاتا ہے تو اس کو دوام ذکر باللسان مع تیقظ قلب (یعنی زبان و قلب کی بیداری کے ساتھ ذکر کی توفیق عطا فرماتا ہے) اور یہی ذکر تدریجاً دیدۂ باطن میں جاگزیں ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ اگر زبان ذکر سے خاموش ہوجائے تو قلب خاموش نہیں ہوتا۔ یہی اس آیت میں ذکرِ کثیر سے مراد ہے۔

ہاں! مگر بندہ اس مقام تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ نفاق خفی سے تبری و برأت نہ کرے۔ یعنی جب تک قلب نفاقِ خفی سے مکمل خلاصی حاصل نہ کرلے)

جناب رسالت مآب ﷺ نے جس کی نشاندہی "كَثِیْرُ مُنَافِقِیْ اُمَّةٍ قُرَّاءُ هَا" میں کی ہے۔ مراد اس حدیث میں نفاق سے غیر اللہ کے ساتھ قلب کا وقوف ہے اور باطن کا غیر اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجانا ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔ (نزہۃ الخواطر، ج:۱، ص:۲۱۰)

بندہ پر واجب ہے کہ اللہ پاک کی عبادت صدق و اخلاص کے ساتھ کرے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اغیار کی نفی نہ کرلے۔ عبادات و اذکار کے وقت جملہ اشخاص کو ذہن سے نکال دے اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ جملہ احوال، ظاہر و باطن کے مستحسن نہ کرلے۔ اور اپنے اقوال و افعال میں مکمل محاسبہ نفس کرتا رہے۔ شدید حاجت کے علاوہ نہ کوئی کام کرے نہ ہی زبان سے بولے اور بوقت ضرورت بھی ہر فعل وقول سے پہلے حق جل مجدہ سے التجا وتضرع کرے راہ حق وصواب کی۔ خوب خوب مدد طلب کرے تاکہ حق تعالیٰ خیر العمل اور حسنِ عمل کی توفیق بخشے۔

بعض احباب کو آپ نے دوام ذکر کے التزام کی وصیت کی کیونکہ ذکر اللہ کے ذریعے ہی

طالب مطلوب و محبوب تک پہنچ سکتا ہے۔ اور محبت ہی وہ آگ ہے جس سے قلب کی گندگیاں دور ہوتی ہیں، جب محبت کامل پیدا ہوتی ہے تو پھر ذکر حقیقت میں ذاکر کو مذکور کا مشاہدہ کرادیتا ہے۔ یہی وہ ذکر کثیر ہے جس پر فلاحِ دارین کا حق تعالیٰ نے اپنے ارشاد "وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ سورۂ جمعہ، آیت: ۱۰) میں وعدہ فرمایا ہے۔

دیکھو! قلب کی سلامتی قلّتِ طعام میں ہے اور روح کی سلامتی ترکِ انام میں ہے اور دین کی سلامتی صلاۃ وسلام علی خیر الانام محمد ﷺ میں ہے۔ (نزہۃ الخواطر، ج:۱،ص:۱۵۸)

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ

(تاریخِ وفات: ۷ ارصفر المظفر ۶۶۶ھ بمقام ملتان)

آپ کے ملفوظات

فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کی عبادت و افکار میں شرک اور بدعت سے پرہیز کیا جائے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب بندہ اپنے باطنی احوال کو درست کرے۔ ہر قول وفعل کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ ضرورت کے مطابق اس کے سوا کوئی بات نہ کہے اور نہ کوئی کام کرے۔ جب بھی کوئی بات کہنا چاہے یا کوئی کام کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق چاہے۔

دوسرے موقع پر اپنے مریدین کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ ذکر ہی سے طالب ذاتِ باری تک پہنچ سکتا ہے۔ محبت ایک ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ ذکر ہی وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔

ایک نصیحت میں اپنے مرید سے کہا: بدن کی سلامتی تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی سلامتی گناہ سے دور رہنے میں ہے۔ اور دین کی سلامتی حضور اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے میں ہے۔ (تذکرہ اولیاء پاک و ہند،ص:۶۸)

حضرت شاہ ابوالرضا محمد بن شاہ وجیہہ الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بڑے چچا ہیں یعنی شاہ عبدالرحیم دہلوی کے بھائی۔ آپ نے ہی شاہ عبدالرحیم کو پڑھایا لکھایا اور تعلیم وتربیت دی تھی۔شاہ ولی اللہ کے خاندان کو چار چاند لگانے میں شاہ ابوالرضا محمد کا بڑا ہاتھ تھا۔آپ کی پیدائش ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہ جہاں کے عہد میں ۱۶۳۵ء مطابق ۱۰۴۵ھ میں ہوئی۔اکتسابِ علم ظاہری وفیضِ باطنی خواجہ باقی باللہ کے چھوٹے صاحبزادے خواجہ عبداللہ المعروف خواجہ خرد سے کیا، لیکن روضہ قیومیہ کے مصنف شاہ عبدالرحیم نے لکھا ہے کہ آپ مرید حضرت آدم بنوری سے تھے اوران کے مشہور خلفاء میں سے بھی۔

آپ کا وصال ۱۷/محرم الحرام ۱۱۰۱ھ مطابق ۲۱/اکتوبر ۱۶۹۰ء کو بعد نماز عصر دہلی میں ہوا۔مدفون بھی دہلی نظام الدین میں ہوئے۔مگر افسوس صد افسوس کہ ان کی قبر پر او برائے ہوٹل تعمیر ہوگیا۔اور اَنگنت اللہ والوں کی قبریں اس او برائے ہوٹل کانٹی نینٹل کے نیچے آگئی ہیں۔

(ماہانہ 'برہان' دہلی، جولائی ۱۹۸۳ء۔ص: ۴۹)

ایک بار علماء وعرفاء کی ایک بڑی جماعت میں میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود کو متکلمین کی عبارتوں سے تمسّک کر کے ثابت کیا اور عقلیہ ونقلیہ دلائل پیش کیے لیکن لفظ وحدت الوجود استعمال نہیں کیا۔سب نے اس کو قبول کرلیا (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ) اہلِ رسوم کا تعصب الفاظ سے کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔

آگے چل کر وحدۃ الوجود کی وضاحت کرتے ہوئے مزید رقم طراز ہیں:

(ترجمہ) وجودِ عالم وہم کے مرتبہ میں ہے اور حق تعالیٰ شانہ وجودِ خالص ہے۔ایک عارف نے کہا ہے کہ وجودکُل میں ساری ہے اور تعیناتِ امور اعتباریہ میں سے ہیں۔لہٰذا عالَم حق تعالیٰ عزوجل سے بعیدتر اشیاء میں سے ہے کیونکہ موجود حقیقی اور موہوم میں باہم تضاد ہے اور ان کے درمیان میں کوئی جامع نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سراب دریا سے بعیدتر اشیاء میں سے ہے کیونکہ نورِ شمس دریا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں ان کے درمیان

بالکلیہ بعد ہے۔

حضرت شاہ ابو الرضا اُویسی المشرب تھے اس لیے آپ اپنے سلسلۂ طریقت کے خود ہی بانی بھی تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے آپ کے سلسلہ کو 'طریقۂ سلسلۂ رضایہ' لکھا ہے جس کی بنیاد اِن دس کلمات پر ہے:

(۱) تنزیہ مقصود (۲) تفریدِ ہمت (۳) تجریدِ توحید (۴) مطالعۂ جمال در انس و آفاق واطلاق (۵) فناء لاہوتی (۶) بقاء ہاہوتی (۷) ذکرِ اجتماعی (۸) جمع درمیانِ جہر و اخفاء (۹) حد مع الاصفیاء (۱۰) اول و آخر درود شریف۔

ایک مقام پر سالکِ راہِ طریقت کو پیش آنے والی منزل 'فناء' کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فناء لوازمِ بشریت کے فقدان کو کہتے ہیں۔ حصولِ فنا کے نو مراتب ہیں:

۱۔ ذہول یعنی اہلِ حجاب کو ذکرِ حق میں مستغرق ہونے کے وقت جو کیفیت ہوتی ہے اور اہلِ کشف کو انوارِ جمال کے ظاہر ہونے پر اپنے نفس کا شعور نہیں رہتا۔

۲۔ ذہاب یعنی مشاہدۂ حق میں بندہ کا افعال کے عدم شعور سے دوچار ہونا۔

۳۔ سلب یعنی صفاتِ حق کے سامنے بندہ اپنی ذات کو فنا سمجھے۔

۴۔ انعدام یہ فناء الفناء کا مرتبہ ہے جس میں فنائیت کا بھی احساس نہ رہے۔

۵۔ اصطلام یعنی ذاتِ حق کے سامنے بندہ اپنی ذات کو فنا سمجھے۔

۶۔ سحق یعنی نفس کی اچھائی ختم کر کے بندہ بلا تامل صفاتِ الٰہیہ قبول کرلے۔

۷۔ محق جس میں بندہ کی جسمانیت و روحانیت کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔

۸۔ طمس یعنی انسان کے طبعی، عادتی، ظاہری اور باطنی تمام تقاضے ختم ہو جائیں۔

۹۔ محو یعنی آثارِ حقیقیہ کے ظاہر ہو جانے پر بقیہ تمام آثارِ خلقیہ مٹ جائیں۔ ان میں سے پہلے پانچ مراتب اہلِ فنا کے لیے مخصوص ہیں۔ اور آخری چار مراتب اہلِ بقاء کے لیے مخصوص ہیں۔ بقاء وہ صفتِ الٰہیہ ہے کہ بندہ فناء نفس کے بعد ہی اس سے متصف ہو سکتا ہے۔ (شوارق المعرفۃ، ص: ۵۴)

شاہ ابو الرضا محمد کی تصنیفات میں سے اب صرف ایک رسالہ کا پتہ چلتا ہے جس کا نام

'اصول الولایۃ لاھل العنایۃ' ہے۔ اس میں آپ نے باطنی علوم و معارف کے دریا بہائے ہیں۔ ایک جگہ آیت ﴿یٰـاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۳۵) کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ولایتِ کبریٰ کے حصول کے لیے چھ چیزیں ضروری ہیں جن میں سے چار چیزیں نصِ قرآنی کی ترتیب کے مطابق ہیں۔

اول : ایمان بتصدیق قلب و باقرارِ زبان۔

دوم : تقویٰ بذریعہ پابندی احکامات و اجتنابِ منہیات۔

سوم : طلبِ شیخ کہ جس کی بدولت راہِ وصول حاصل ہوتی ہے۔

چہارم : جہاد بذریعہ فنائے انانیت و اثباتِ باری تعالیٰ۔

بقیہ دو چیزیں یہ ہیں: ایک تو اپنی ذات سے چھٹکارا حاصل کرنا اور دوسری دوام مشاہدۂ دوست۔ یہی چیزیں ولایتِ کبریٰ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اس رسالہ میں آپ نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک سالکِ راہِ طریقت کو کس طرح شب و روز عبادتِ الٰہی میں صرف کرنا چاہیے اور کیا کیا عبادتیں اور کن کن ادعیہ ماثورہ کا ورد کرنا چاہیے۔ اس طرح ایک سالک کے لیے آپ نے پورے چوبیس گھنٹے کا ایک پروگرام تیار کر کے پیش کیا ہے۔ رسالہ کے اندر آپ نے جن اصول و فرائض کا ذکر کیا ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی خود اپنی زندگی کس اعلیٰ پیمانے کی ہوگی۔

ملفوظات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شوارق المعرفۃ میں آپ کے بہت سے ملفوظات جمع فرمائے ہیں جن میں سے سب کا ذکر تو یہاں ممکن نہیں ہے، البتہ ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ فرمایا: ایمان کی ایک حد معین ہوتی ہے، جب وہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر کبھی اس پر زوال نہیں آتا۔ اسی طرح اعمال کی بھی ایک حد معین ہوتی ہے کہ جب وہ وہاں تک عروج کر جاتے ہیں تو پھر مردود نہیں ہوتے۔ ایمان کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ ایمان دار کے سینے میں ایک محسوس نور ظاہر ہو جائے جس کی روشنی اور چمک سے اس کے باطنی آثار اچھی طرح نمودار

ہو جائیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک رات اپنے سینے میں ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح روشن تھا اور اس کی روشنی میں مجھے گھر کے سارے گوشے اور سارا ساز و سامان اچھی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام فرمایا کہ ادنیٰ درجہ کا ایمان جو میرے یہاں مقبول ہے وہ اسی نور کے مانند ہے جس کو میں کسی ایماندار سے سلب نہیں کرتا۔

۲۔ فرمایا: انسان فلاحِ دارین اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جبکہ عقائد میں انبیاء علیہم السلام کی تقلید کرے اور بلا کم و کاست ان کی پیروی کرے جیسا کہ قدماء اہلسنّت و جماعت کا مذہب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی صاحبِ کشف کی صحبت اختیار کرے جو ان عقائد کی تفصیل و تحقیق پر پوری طرح توجہ کرتا رہے۔

۳۔ فرمایا: تمام ریاضتوں میں عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہے کہ آدمی دائمی توجہ کے ساتھ کھانے پینے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرے اور افراط و تفریط سے ہمیشہ مجتنب و محترز رہے۔

۴۔ فرمایا: اہلسنّت و جماعت، معتزلہ و شیعہ کے درمیان دیدارِ الٰہی کے سلسلے میں جو نزاع ہے وہ صرف لفظی نزاع ہے۔ معتزلہ اور شیعہ اس لیے انکار کرتے ہیں کہ اس سے رویتِ باری جہت کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ جہت سے پاک و منزہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ انکشافِ اتم برفع حجاب کو ثابت کرتے ہیں مگر اہلسنّت اس بات کے قائل ہیں کے دیدارِ الٰہی بے کیف و جہت ہوگا اور یہی عین انکشافِ اتم ہے۔

۵۔ فرمایا: جو چیز عام لوگوں کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہی اولیاء اللہ کو دنیا میں میسر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ دنیا ہی میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ اس کی ذاتِ مقدسہ کو اشکال سے منزہ دیکھتے ہیں۔ اس بارے میں مختلف بزرگوں کے مختلف مقامات ہوتے ہیں۔ بعضوں کو صرف ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک بجلی اِدھر سے اُدھر کوند کر چلی گئی اور کسی کو اس سے کسی قدر زائد لیکن جو حضرات کامل اور اکمل ہیں ان کا رتبہ ولایت معراجِ کامل کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ دیدارِ الٰہی میں محو رہتے ہیں جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لَمْ اَعْبُدُ رَبًّا لَمْ اَرَهُ

۶۔ فرمایا: ہمارے عرفاء زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہیں ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و عزیز و

اقارب کی حصولِ اغراض کے لیے سلاطین کے محتاج نہ ہوتے۔

۷۔ فرمایا جس کو ذوقِ مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو پھر وہ کسی معصیت سے زائل نہیں ہوتا۔

۸۔ فرمایا: ایک دفعہ یہ عبارت 'اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ' آپ کے پیشِ نظر تھی جس کی تفسیر و توضیح آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اصحابِ قبور سے مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حالات یاد کر کے عبرت پذیر ہو کیونکہ مردوں کے حالات یاد کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے سے دنیاوی تعلقات کی رگ کٹ جاتی ہے اور فکرِ معاش مضمحل ہو جاتی ہے۔

۹۔ فرمایا: حدیث 'اِنَّ الدُّنْیَا اَقْبَحُ مِنْ جِیْفَةٍ مُنْتَنِةٍ' کی تفسیر میں فرمایا کہ دنیا انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے روکتی ہے کیونکہ انسان کا دِلی تعلق اس کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے بخلاف مردار کے کہ اس میں یہ صفت نہیں پائی جاتی ہے۔ اس لیے دنیا مردار سے زیادہ قبیح و شنیع ہے۔

۱۰۔ فرمایا: شریعت کے مخالف کوئی بات منہ سے نکالنا 'کذب فی الاقوال' اور شریعت کے خلاف کوئی بات کرنا 'کذب فی الافعال' ہے۔ اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا 'کذب فی الاحوال' ہے۔

سفرِ آخرت

شیخ محمد مظفر روہتکی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ ابو الرضاء محمد کے بہت زیادہ عقیدت مند اور ہم نشیں تھے، بیان کرتے تھے کہ شاہ صاحب اپنی عمر کے ابتدائی زمانے میں فرمایا کرتے تھے کہ میری عمر پچاس سال اور ساٹھ سال کے درمیان ہوگی چنانچہ جب آپ نے پچاس سال کی زندگی کا عرصہ طے کر لیا تو مجھے اکثر اس بات کا خدشہ لگا رہتا تھا، بالآخر وہ وقت آ ہی گیا۔ ابتداءً کچھ کسل اور تکان عارض ہوا پھر اشیاءِ خورد و نوش سے بے رغبتی پیدا ہوگئی۔ لہٰذا مسلسل تین روز تک کچھ تناول نہ فرمایا، اس عرصہ میں دنیاوی امور سے انتہائی بے رغبتی و بے تعلقی ظاہر ہونے لگی۔ اسی حالت میں جب کئی روز گزر گئے تو لوگوں کو تشویش ہونے لگی۔

۱۷ محرم الحرام ۱۱۰۱ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۶۹۰ء کو نماز عصر کے وقت جب مسجد تشریف

لانے لگے تو گھر والوں کو رخصت کرتے وقت چند الوداعی کلمات ارشاد فرمائے جس سے پورے ماحول پر ایک گہرے رنج کی فضا طاری ہوگئی۔ نمازِ عصر سے فراغت کے بعد ''مقاماتِ نقشبند'' طلب فرمایا اور جستہ جستہ اس میں سے کچھ پڑھا اور نہایت فرحت و شادمانی کے ساتھ تکیہ پر سہارا دے کر بیٹھ گئے اور اسی عالم میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔

آپ کے صاحبزادوں میں دو حضرات کے نام ملتے ہیں جن میں سے ایک شاہ فخر العالم (م ۱۱۲۸ھ) تھے جو صاحبِ علم وفضل بھی تھے۔ دوسرے صاحبزادے شاہ رضا حسین تھے جن کی شادی شیخ مفیض اللہ کی دختر مسماۃ نعمت سے ہوئی تھی۔ شاہ رضا حسین نے لاہور میں وفات پائی اور ان کی نسل منقطع ہوگئی۔ (عہدِ رفتہ چند علماء ومشائخ۔ ص: ۴۵)

حضرت شاہ ابوعبداللہ ابوالخیر دہلوی کو والد کی ابتدائی وصایا

یوم جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۴ھ کو حضرت ایشاں حضرت والد کے حضور سے مشرف ہوا۔ آپ نے مراقبہ احدیت اور لطیفۂ قلب ولطیفہ نفس سے اسم ذات کا ذکر شریف دو دو ہزار اور باقی لطائف (روح، سر، خفی، اخفی) سے ایک ایک ہزار، اور نفی واثبات گیارہ سو مرتبہ اور دو ساعت انتظار فیض اور دو رکعت اشراق اور دو رکعت اول نہار میں استخارہ کے، اور چار رکعت چاشت کی مداومت کی ہدایت فرمائی۔ اور صبح وشام سورۂ یٰسین شریف پڑھنے کی وصیت فرمائی اور یہ کہ ان اُمور میں خلل و ناغہ نہ کرنے کی تاکید کی۔ اور ارشاد فرمایا: کام کے دن یہی ہیں، جو شئے بھی اس کام سے مانع ہو وہ لہو ولعب میں داخل ہے۔ (مقامات خیر، ص: ۱۷۴)

پیر حیدر علی شاہؒ کے والد کی وصیت

پیر حیدر علی شاہ کی عمر ابھی سترہ برس ہی کی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا سایۂ شفقت سر سے اُٹھ گیا، وفات سے پہلے انھوں نے اپنے ہونہار فرزند کو وصیت فرمائی کہ کسی کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ جانے دینا، بڑوں کا ادب کرنا، چھوٹے پر شفقت کرنا اور اقرباء اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آنا۔

شیخ سہروردی کی وصیت

سہروردی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ: اے میرے پیارے بیٹے! اس شخص میں عقل نہیں جس میں وفاداری نہیں اور اس شخص میں مروّت نہیں جس میں سچائی کا مادّہ نہ ہو اور اس شخص میں علم نہیں جس میں رغبت نہ ہو۔ اور اس کیلئے عزت نہیں جس میں حیا نہ ہو۔ اور علم سے زیادہ فائدہ مند کوئی خزانہ نہیں۔ اور بردباری سے زیادہ نفع بخش کوئی مال نہیں اور کوئی حسب و نسب ادب سے بڑھ کر نہیں اور نہ کوئی ساتھی عقل سے زیادہ صاف ستھرا ہے اور نہ حق سے زیادہ واضح کوئی دلیل ہے اور نہ توبہ سے زیادہ کامل کوئی سفارش کرنے والا ہے۔ اور نہ قرض سے بھاری کوئی بوجھ ہے اور نہ کوئی برائی جھوٹ سے بڑی ہے۔ اور نہ جہالت سے زیادہ ضرررساں کوئی تنگدستی ہے، اور نہ لالچ سے زیادہ ذلیل کوئی ذلت ہے۔ (مختارات الادب: زیدان بدران: ۸)

سلطان بغراخان کی وصایا

سلطان بغراخان نے اپنے بیٹے شہزادہ معز الدین کیقباد کو حسبِ ذیل نصیحتیں کیں:

۱- اپنی جان کا خیال رکھو، اور علاج معالجے کی طرف پورا دھیان دو۔ ذرا آئینے میں اپنی صورت تو دیکھو، یہ چہرہ کبھی گلاب کے پھول کی طرح تازہ اور شاداب تھا، اور اب جوانی کی غلط کاریوں کی وجہ سے لکڑی کی طرح خشک اور زرد ہے، عیاشی نے تمھیں کمزور اور ضعیف کردیا ہے۔ ان عادات کو ترک کردو، کیونکہ جب تک تمہاری جان ہی سلامت نہیں، دنیاوی لذتوں سے کس طرح لطف اندوز ہوسکو گے۔

۲- اب اپنے امیروں اور حاکموں کی خونریزی سے اجتناب کرو تاکہ تمہارے خیرخواہ تم پر کچھ بھروسہ کرسکیں۔ ان امیروں یعنی ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کو ناراض مت کرو۔ یہ تجربہ کار اور دوراندیش ہیں، اپنے پختہ کار امیروں میں سے دو امیروں کو منتخب کرکے اپنا شریک کار بناؤ۔ ان چاروں امیروں کو ایوانِ سلطنت کے چار ستون سمجھو۔ ایک کو وزارت، دوسرے کو رسالت، تیسرے کو دیوانی اور چوتھے کو انشاء کا عہدہ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرو اور ہر کام میں ان کا مشورہ لو۔ ان کے مرتبے ان کے عہدے کے لحاظ سے کم و بیش ضرور ہوں گے، اس لیے

انھیں کسی کو بھی دوسروں پر اتنی فوقیت نہ دو کہ انھیں سرکشی اور بغاوت کا موقع ملے۔

۳- اگر کسی راز کو فاش کرنا منظور ہو تو وہ ان چاروں ہی کے گوش گزار کرنا۔ ایسا نہ کرنا کہ صرف کسی ایک ہی کو بتانا ورنہ باقی تینوں تجھے قابل اعتماد نہ سمجھیں گے، اور تجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔

۴- نماز اور روزے کی پوری پوری پابندی کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو ان فرائض کو ترک کر کے دنیا اور آخرت میں ناکام و محروم رہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ بعض عالموں نے حیلہ گری سے تجھے اس شرط پر رمضان کے روزے نہ رکھنے کی اجازت دی ہے کہ تو روزانہ ایک غلام آزاد کر دے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ تجھے انھوں نے بتایا ہے کہ اس طرح روزے کا کفّارہ ادا ہو سکتا ہے۔ (مَیں نے سنا ہے کہ) تو اس فتوے پر عمل کرتا ہے لیکن اے میرے بیٹے! عالموں کے قول و فعل سے تمہارا الگ رہنا ہی اچھا ہے۔ دینی مسائل کو ایسے عالموں سے نہ پوچھنا چاہیے جنھوں نے لالچ اور ہوس میں مبتلا ہو کر دنیا پرستی کو اپنا شعار بنالیا ہو۔ مذہب کے بارے میں ایسے برگزیدہ عالموں سے مشورہ لینا چاہیے جنھوں نے دنیا سے منہ موڑ لیا ہو اور جن کی نگاہوں میں دنیا کی تمام دولت کی وقعت ایک ذرّہ کے برابر بھی نہ ہو۔ (تاریخ فرشتہ، ج:۱،ص:۳۰۹۔ مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے والد کی وصیت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد نے ہم کو تحریر فرمایا کہ ''ملائے خشک و ناہموار نہ باشی'' اے بیٹے! بے عمل اور بدوں تربیت نہ رہنا۔

(ماہنامہ البلاغ، شمارہ رمضان المبارک۔۱۴۰۳ھ)

حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی

(ولادت: ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء۔ وفات: ۶ رصفر ۱۲۶۷ھ مطابق دسمبر ۱۸۵۰ء)

(۱) جب تک اتباعِ سنت وشریعت کا التزام نہ ہوگا حکومت کا خواب منّت کشِ تعبیر نہ ہو سکے گا اور مسلمانوں کی پریشانیاں کم نہ ہوں گی۔ ارشاد فرمایا: مسلمانوں نے اچھے اعمال چھوڑ دیے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان پر مسلط کر دیا ہے۔ (مشائخِ چشت، ج:۵، ص:۳۲۸)

(۲) مسلمان رسول عربی ﷺ کے آئینہ میں اپنے اخلاق و عادات کو سنواریں۔ اچھے فضائل اور عادات صرف متابعتِ رسولؐ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) متابعت سے مراد وہ چیزیں ہیں جو کچھ اللہ اور رسول اللہ نے حکم دیا ہے اسے کرنا اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے بچنا۔

(۴) آدمی ہونا بہت مشکل ہے۔ غرور و تکبر سے بچو۔ کسی کو حقارت سے نہ دیکھو۔ عجز سے رہو۔ اپنے آپ کو سب سے بدتر اور کمتر سمجھو۔ کبر سے بچو۔ توحید کا پھول اس زمین میں نہیں اُگتا ہے جہاں شرک، حسد اور ریا کے کانٹے موجود ہوں۔ عیب جوئی سے بچو۔ اپنے عیوب کی تلاش مقدم ہے غیبت سے بچو۔ ﴿لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ (سورۂ حجرات:۱۲)

علماء کو ہدایت

علماء کی گمراہی ساری قوم کی گمراہی کے مترادف ہے۔ عوام کی گمراہی خود اسی تک رہتی ہے لیکن علماء کی گمراہی کا عوام بھی شکار ہو جاتے ہیں۔

وہ علماء نہ جنت میں تنہا جاتے ہیں نہ دوزخ میں دونوں جگہ جماعت کثیر ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ عالم کو چاہیے کہ اپنے علم پر عمل کرے اور نہیں تو وہ ایسا ہی ہے جیسے گدھے نے کتابوں کا انبار اٹھا رکھا ہو۔

علم سے مقصود عمل، ہدایت اور حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا ہے۔ اگر یہ مقصود پورا نہ ہو تو سب علم گمراہی ہے اور اس کا حاصل عبث ہے۔

(۲) علماء کو فقہ اور تفسیر پر زور دینا چاہیے۔ اس سے مذہبی زندگی سنورتی ہے۔

علمِ فقہ اور تفسیر لازمی ہے۔ فرض، واجب، سنت، مستحب اور مکروہ کا جاننا علمِ فقہ پر منحصر ہے۔

علمِ بغیر عمل اور عمل بغیر عقیدۂ اہلسنّت و الجماعت فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو سب فضول ہے۔

(۳) مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت بھی اس لیے نکلی ہے کہ انھوں نے متابعتِ نبی ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔

اس زمانہ میں چونکہ مسلمانوں نے اتباعِ رسول ﷺ چھوڑ دیا ہے اس لیے حق تعالیٰ نے ان پر کفار کو مسلط کر دیا ہے۔ کامیابی کا انحصار رسول اللہ ﷺ کے اتباع پر ہے۔ بے متابعت حصولِ مقصد ناممکن ہے۔ جب زندگی کے ہر شعبہ میں اس اکمل ترین انسان کا اتباع ہو اور روح کی کمالیت بھی اسی وقت ممکن ہے جب حضور ﷺ کے نقش قدم پر گامزن ہو۔ سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسول کے طے نہیں کی جا سکتیں۔ (مشائخ چشت، ج: ۵، ص: ۳۶۴)

حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کی والدہ کی نصیحت

حضرت سلیمانؒ کی والدہ نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ بیٹا! اللہ کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا۔ (قصے اللہ والوں کے، سعد اللہ ممتاز، یوسف پبلشرز، راولپنڈی، ص: ۱۱۵)

حضرت شاہ کلیم اللہؒ کی نصیحت

شاہ صاحبؒ اپنے مریدوں کو نصیحت و ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی جفا برداشت کریں اور لب نہ ہلائیں اور فرماتے کہ ہمارا کام دلوں کو ایک جگہ کرنا ہے، اس میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔ (انوار الصفا، ص: ۳۰۹)

حضرت علی دہقان رحمۃ اللہ علیہ

آدمی فضول سوچ بچار کرنے سے دو برس کی راہ تک اللہ ربّ العزت سے دور جا پڑتا ہے۔ (خزینۂ معرفت، ص: ۶۱)

شہیدِ اکبر بنام ابن عربیؒ

ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے شہیدِ اکبر سے سنا ہے کہ بڑے غبن اور خسارہ میں ہے وہ آدمی جس کی عمر ساٹھ سال ہوئی، اس میں سے آدھا وقت تیس سال رات کو سونے میں گزر گئے اور چھٹا حصہ یعنی دس سال دن کو آرام کرنے میں گزر گیا تو ساٹھ سال میں سے صرف بیس سال کام میں لگے۔ (معارف القرآن، ج: ۶، ص: ۴۸۷)

شیخ طرطوسیؒ بنام ابن عربی

ابن عربی فرماتے ہیں ہمارے شیخ طرطوسیؒ فرمایا کرتے تھے کہ تمھاری عمرِ عزیز کے اوقات اپنے ہمعصروں سے مقابلے اور دوستوں سے میل جول ہی میں نہ گزر جائیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے بیان کو اس آیت پر ختم فرمایا ہے، ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۱۱۰) یعنی جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ عمل نیک کرے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو حصہ دار نہ بنائے۔ (قرطبی۔ معارف القرآن، ج: ۵۔ ص: ۶۶۴)

شیخ علی ابن ابی بکرؒ

ہر انسان کا حسن و کمال تمام امور میں ظاہراً و باطناً، اصولاً و فروعاً، عقلاً و فعلاً، عادتاً و عبادتاً کامل اتباعِ رسولؐ میں مضمر ہے۔ انسان کو چاہیے کہ ورع و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے اور منہیات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راہِ سلوک میں نواہی سے باز رہنا درحقیقت اوامر کے امتثال سے زیادہ ترقی بخش اور سودمند ہے۔ (اقوالِ سلف، ج: ۳، ص: ۱۴۹)

قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ

میرے عزیزو! جو جماعت حق سبحانہ و تعالیٰ سے محبت کا جھوٹا دعویٰ کرتی ہے اس کی شان میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۳۱) آپ فرما دیجیے کہ اگر تم حق سبحانہ و تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے، اس سے ظاہر ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت و دوستی اپنے بندوں کے ساتھ حضور ﷺ کی اتباع کرنے پر موقوف ہے۔ بس آج ہدایت کی نشانی اور نیک بختی کی علامت شریعت کی اتباع میں ہے، اس لیے کہ ظاہر باطن کا عنوان ہوا کرتا ہے۔ یعنی ظاہر سے باطن کا اندازہ و سراغ لگتا ہے۔ اس سلسلے میں شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے، اے سعدی! حضور ﷺ کے نقشِ قدم کو چھوڑ کر راہِ صفا یعنی سیدھے راستہ پر چلنا محال ہے۔

یعنی جس شخص کو محمد ﷺ کے راستہ پر چلنا نصیب نہ ہوا تو جنابِ الٰہی سے اس کو حقیقی نعمت تو کیا گرد بھی میسر نہ ہوگا۔ ہر نور و سرور جو شریعت کی حمایت و حفاظت میں نہ ہو اس کو مکر و فریب اور وسوسئہ شیطان جاننا چاہیے۔ اور بغیر پناہ شریعت، اکثر اہلِ سلوک راستہ سے ہٹ گئے ہیں اور اکثر اہلِ توحید شریعت پر استقامت کے بغیر گمراہی اور بے راہ روی میں پڑ جاتے ہیں۔ یعنی جو شریعت کے داعیہ و تقاضے کے تحت نہ ہو تو وہ بلا خوف شیطانِ ملعون کا وسوسہ ہے۔

میرے عزیز! اگر کسی معرفت اور وحدانیت کے علم پر کمال حاصل ہو اور وہ صاحبِ نسبت اور صاحبِ خرق عادات و کرامات بھی ہو مگر وہ بھی شریعت کے احکام کے استحکام کے بغیر مکر کے خوف سے خالی نہ ہوگا، اس لیے کہ باوجود شریعت کی مخالفت اللہ کی نعمتوں کا کسی پر مسلسل آتے رہنا اور بے ادبی کے باوجود حالِ باطنی کو باقی رہنا بھی مکر ہے۔ (لطائف قدسی، اعترافِ ذنوب، ص:۵۷)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی نصیحت بنام فرزند رکن الدین

علم حاصل کرنے میں انتہائی کوشش کرو کیونکہ بغیر علم کے اسلام اور دین نامکمل رہتا ہے اور کم خوری سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کھانے میں اعتدال قائم رکھو۔ اپنی والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ملحوظ رکھو، ہر جائز کام جو کچھ بھی تم کرو حسبۃً للہ کرو یعنی اللہ کے لیے کرو۔

بنام فرزند شیخ احمد

عزیزوں کی تیمارداری کو غنیمت جانو۔ مشائخ کے طریقے پر رہو، علم و عمل میں مشغول رہو، تصوف کی اور دوسری علمی کتابیں جو ملیں اُن کو خریدو۔ (شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات)

مغل امراء میں سے میر تردی بیگ کو نصیحت فرماتے ہوئے لکھا: شاہانِ اسلام اور ان کے اراکینِ سلطنت کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی مملکت میں اسلام کو ترقی دیں علماء و مشائخ کا احترام کریں اور ظالموں کا قلع قمع کر کے ملک کو عدل و انصاف سے آراستہ کریں تا کہ اہلِ ملک امن و سکون سے زندگی بسر کریں۔ (بحوالہ بالا)

مغل بادشاہ بابر کے نام

مغل بادشاہ بابر کے نام جب وہ برسر اقتدار آیا۔ سب سے پہلے اس مغل بادشاہ کو آپ

نے ناصحانہ خط لکھا اور اسے اتباعِ شریعت، آئینِ اسلام، عدل و انصاف، پیرویٔ خلفائے راشدین اور نماز با جماعت کی طرف توجہ دلائی: تمھارے لیے مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے سارے عالم پر انصاف کا سایہ اس طرح کرو کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے، اور تمام مخلوق اور فوج کو دوست رکھو، اور شریعت پر مستقیم اور پابند رہو، اور نماز با جماعت ادا کرو، علم اور علماء کو دوست رکھو، اور ہر شہر کے بازاروں میں محتسب مقرر کرو تا کہ وہ شرعِ محمدیؐ کے انصاف کے مطابق ان بازاروں کو آراستہ کریں جن شرائط کے ساتھ زمانہ سابق اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ (انوار الصفا، ص: ۲۸۳)

حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

(ولادت: ۵۶۹ بمقام ملتان۔ وصال: ۵؍محرم الحرام ۶۶۴ھ)

آپ کے ملفوظات

آپ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی بابت سات سو مشائخ اور بزرگوں سے سوال کیا اور سب نے ایک جواب دیا۔ ایک یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ اس کا جواب دیا دنیا کو ترک کرنے والا۔ دوسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ اس کا جواب دیا گیا جو کسی چیز سے متغیر نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دولت مند اور مالدار کون ہے؟ جواب دیا گیا: قناعت کرنے والا۔ چوتھے یہ کہ سب لوگوں میں محتاج کون شخص ہے؟ جواب دیا گیا قناعت ترک کرنے والا۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بندہ ربّ کریم کے سامنے ہاتھ اُٹھائے اور وہ اُسے نامراد لوٹا دے اس سے ربّ کریم شرمندہ ہوتا ہے۔

صوفی کے متعلق فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کی برکت کی وجہ سے تمام چیزیں صفائی قبول کریں اور اسے کوئی چیز زنگ آلود نہ کر سکے۔ یہ بھی فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو دل کو غافل کر دیتی ہیں۔ اگر بات کا اوّل و آخر اللہ کے لیے ہو تو اُسے منہ سے نکالنا چاہیے ورنہ خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

حضرت بابا صاحبؒ سے مندرجہ ذیل مختصر اقوال بھی صاحبِ سیر الاولیاء نے نقل کیے ہیں: جاہل نادان کو زندہ نہ خیال کر۔ دنیاوی جاہ و مال کے لیے اندیشہ وفکر نہ کر۔ موت کو کبھی اور کسی جگہ نہ بھولو۔ گناہ کر کے شیخی کرنا سخت معیوب ہے۔ نفس کو مال و دولت کے لیے ذلیل و بے قدر نہ کرو۔ نعمتِ خداوندی کی شکر گزاری کرو۔ جب اہلِ دولت کے ساتھ بیٹھو تو دین کو فراموش نہ کرو۔ اپنے عیب کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔ اگر تم ذلیل و رسوا نہیں ہونا چاہتے تو کبھی کسی سے لڑائی نہ کرو۔ اگر عزت و سربلندی کے طالب ہو تو مفلسوں اور شکستہ دلوں کے پاس بیٹھو۔ اگر تمھیں آسودگی و سربلندی آسائش پیش نظر ہو تو حسد نہ کرو، اس میں بہت کوشش کرو کہ مرنے سے ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ جو تم سے ڈرتا ہے تم اس سے ڈرو۔ جس نے تمھارے ساتھ نیکی کی ہے اس کی نسبت نیکی کرنے کا خیال کرو۔ اپنے قدیم خاندان کی عزّت و حرمت قائم رکھو۔ جہاں تک ہو سکے عورتوں کو گالیاں دینے کی عادت پیدا نہ کرو۔ ہر روز نئی دولتِ اخلاق کی طلب میں رہنا چاہیے۔ باطن ظاہر سے عمدہ اور بہتر رکھو۔ آرائش و نمائش میں کوشش نہ کرو۔ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی تکلیف تیری طرف ہو تو اس سے اعراض نہ کرو۔ دشمن سے مشورہ مت لو۔ خدا ترس وزیر کی سپردگی میں ملک دینا چاہیے۔ دوست کو اچھے اخلاق کے ذریعے اپنا گرویدہ بنا لو۔ دنیا پرستی کو ناگہانی بلا جانو۔ اگر تم ساری مخلوق کو دشمن بنانا چاہتے ہو تو تکبر کی صفت پیدا کرو۔ علمِ دین کی حفاظت ونگہداشت کرو۔ اپنے اچھے برے کو لوگوں سے مخفی رکھو۔ (تذکرۂ اولیاء پاک و ہند، ۶۱)

محبوبِ الٰہی سلطان الاولیاء خواجہ محمد نظام الدین اولیاءؒ کی تعلیمات

(ولادت: ماہ صفر المظفّر ۶۳۴ھ شہر بدایوں۔ وفات: ۱۸ / ربیع الاوّل ۷۳۵ھ دہلی)

فرمایا کہ جب سالک عبادت اور ریاضت کا آنا ذکر کرتا ہے تو اس کو نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے لیکن جب وہ صدق دِل سے اس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو توفیق ہوتی ہے اور اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

علم اور علماء کے متعلق فرمایا کہ علم کتابی ہے اور عقل فطری۔ ایک دفعہ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز گرامی نے مکحول شامی کو لکھا کہ تو نے علم سیکھا تو لوگوں میں عزیز گرامی قدر رہوا۔ اب تو

اس پر عمل کرتا کہ ربّ کریم کے نزدیک عزیز اور گرامی قدر ہو۔ ابنِ مبارک کا قول ہے کہ جب میں نے علمِ دنیا طلب کیا تو اس نے میرا اُخروی علم مٹا دیا اس لیے ترک کر دیا۔

سالک کے متعلق فرمایا کہ سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے: کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، لوگوں سے کم میل جول رکھنا۔

حق العباد کے حقوق کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ مومن کے دل کو ستانا ربّ کریم کو تکلیف پہنچانا ہے۔ مومن وہ ہے کہ اگر مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کو درد یہاں محسوس ہو۔ درویش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بددعا نہ نکلے۔

ہمسایہ کے حقوق کے متعلق فرمایا کہ وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اس کی کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو، بیماری میں اس کی عیادت کرو، ہر مصیبت میں اس کی غمخواری کرو۔

شریعت کی پابندی کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مقام سے گرے تو شروع میں گرے۔ اگر اس سے گر گیا تو پھر اس کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں۔

بار بار فرماتے تھے وہی لوگ مشائخ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں ہی آراستہ ہیں۔ نمازِ جمعہ کے متعلق فرمایا کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ میں شرکت نہیں کرتا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر دو جمعے شرکت نہ کرے تو دو سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں اور تین جمعے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے تمام سیاہ ہو جاتا ہے۔

سماع کو چند شرطوں کے ساتھ جائز کہتے ہیں۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

سنانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو۔ جو چیزیں سنی جائیں وہ تمام لغویات اور خلافِ شرع اُمور سے پاک ہوں۔ جو سنے اللہ کے لیے سنے۔ بجانے کے آلات جیسے ڈھول، چنگ و رباب نہ ہوں۔ (تذکرۂ اولیاء پاک و ہند، ص:۹۸)

جسم کی حفاظت کے بعد شریعت کے ناپسندیدہ اُمور سے پرہیز کیا جائے۔ اپنے اوقات کی نگہبانی کرنا چاہیے اور عمر عزیز جس کے ذریعے تمام مُرادیں حاصل ہوتی ہیں اسے غنیمت سمجھا جائے۔ زندگی بے کار کے کاموں میں نہ گزاری جائے۔ اگر دل میں انشراح کی قوت پیدا ہو تو انشراحِ قلبی کی پیروی کی جائے کیونکہ یہی راہِ طریقت میں معتبر ہے اور تمام اُمور میں طلبِ خیر کو مقدم رکھا جائے۔ (اخبار الاخیار، ص: ۱۴۹)

حضرت خواجہ محمد نصیر الدین چراغ دہلویؒ

(وفات: ۱۰؍رمضان المبارک ۷۵۷ھ شب جمعہ)

ایک بار ارشاد فرمایا جب کوئی طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اس کو چاہیے کہ آستین چھوٹی کرے، دامن کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اپنے سر کو منڈوائے۔ آستین کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ اب اس کو مخلوق کے سامنے نہیں پھیلائے گا۔ دامن اونچا کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا سر کاٹ لیا ہے۔ اب کسی جگہ نہیں جھکے گا جہاں معصیت ہوگی۔ سر منڈانے کا مطلب یہ ہے کہ راہِ محبت میں اس نے اپنا سر کاٹ دیا ہے لہٰذا کوئی بات خلافِ شرع نہ ہوگی۔

حضرت چراغ دہلویؒ اپنی مجالس میں زیادہ تر قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیم پر گفتگو فرماتے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں نے قرآن کریم و حدیث شریف کو چھوڑ دیا ہے، اس لیے خراب و پریشان ہیں۔

فرمایا کہ ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد صرف دو چیزیں ہیں جو اللہ اور رسول نے فرمایا اس کی متابعت کرے اور جس سے منع کیا گیا ہے اس کو چھوڑ دے۔

فرمایا ایک مرید کے لیے تین قسموں کا غسل ضروری ہے: غسل شریعت یعنی جسم سے ناپاکی کو دور کرنا۔ غسلِ طریقت یعنی خلوت و انجمن میں اختیار کرنا۔ غسلِ حقیقت یعنی توبۂ باطن کرنا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو فائدے ہیں ایک یہ کہ آنکھ کی بینائی

کبھی کم نہیں ہوتی اور قرآن کریم پڑھنے والا ہمیشہ امراضِ چشم سے محفوظ رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی کسی کے دل کو راحت پہنچائے۔

ایک بار کسی نے باجوں کے ساتھ گانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا: باجوں کے ساتھ گانا مباح نہیں ہے۔ اگر کوئی طریقت سے کرے تو کم از کم اس کو شریعت میں تو رہنا چاہیے۔ اگر وہ شریعت کا بھی نہ ہوگا تو پھر کہاں جائے گا اور کس طرح نجات پائے گا۔ اوّل تو گانے میں علماء کا اختلاف ہے، اگرچہ بعض شرائط کے ساتھ۔ اس کو مباح کہا گیا ہے لیکن باجے تو بالاتفاق حرام ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: سماع میں ذوق و دردِ دل اور سوزِ قلب ہوتا ہے نہ کہ مزامیر سے۔ (تذکرۂ اولیاء پاک و ہند، ص: ۱۰۷)

مرتے وقت آپ نے وصیت کی کہ میری تدفین کے وقت حضرت سلطان المشائخ کا خرقہ میرے سینے پر رکھ دیں۔ میرے پیر کا عطا کردہ عصا میرے پہلو میں ہو۔ ان کی تسبیح میری شہادت کی اُنگلی کے گرد لپیٹ دیں۔ ان کا کاسۂ چوبیں میرے سر کے نیچے رکھا جائے اور ان کی کھڑاویں، نعلینِ چوبیں بھی میرے ساتھ دفن کی جائیں۔

یہ چیزیں وہ تبرکات تھیں جو حضرت سلطان المشائخؒ کو بابا فریدؒ سے ملے تھے۔

(آبِ کوثر، ص: ۴۲۱)

حضرت چراغ دہلویؒ کی وصیت

وفات سے قبل آپ نے وصیت فرمائی کہ سیّد محمد گیسو درازؒ مجھے غسل دیں اور وہی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جو خرقہ مجھے حضرت محبوبِ الٰہیؒ سے مرحمت ہوا ہے اس میں میرا جسم لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔ (قصے اللہ والوں کے، سعد اللہ ممتاز، یوسف پبلیشرز، راولپنڈی، ص: ۱۵)

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی وصیت بنام خواجہ معین الدین چشتیؒ

اے عزیز! جس کو موت آنے والی ہو اور اس کا حریف فرشتہ موت ہو اس کو سونے، ہنسنے اور خوش ہونے سے کام کیا۔ اے عزیز! اگر تمھیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جو زیر خاک ایسی کوٹھری میں ہیں جس میں بچھو بھرے ہوئے ہیں تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح پگھل

جاؤ گے جیسے نمک پانی میں پگھل جائے۔ اے عزیز! دنیا میں بندہ کو اس قدر مشغول نہ ہونا چاہیے کہ حق سے غافل ہو جائے۔ ملک الموت جس کے پیچھے لگا ہوا ہو اور زیر خاک سانپ بچھو کے درمیان اس کا گھر اس کو ہنسی سے کیا تعلق۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ملفوظات

آپ نے فرمایا کہ نماز اور شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے۔ صدقہ دینا ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن سے زنا کرنا ہے۔ ایسے شخص کی دعا سو دن تک قبول نہیں ہوتی۔ پیشہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ پیشہ ہی کے ذریعے روزی ملتی ہے وہ کافر ہے کیونکہ رازقِ مطلق اللہ ہے۔ مصیبت میں چلاّنا نوحہ کرنا اور کپڑے پھاڑنا ستّر مسلمانوں کا خون کرنے کے برابر ہے۔ مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے: درویشی، بیماری، موت۔ حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اگر کوئی شخص درود و وظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آ جائے تو لازم ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے۔ افضل ترین زہد موت کو یاد کرنا ہے۔

تین شخص بہشت کی بو تک نہ پائیں گے: ایک جھوٹ بولنے والا درویش، دوسرا کنجوس، تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔ نماز کی اہمیت کے سلسلے میں فرمایا کہ نماز رکنِ دین ہے اور رکن ستون کے مترادف ہے۔ اگر ستون قائم رہے گا تو کھڑا رہے گا اور جب ستون ہی گر جائے گا تو گھر بھی گر جائے گا جس نے نماز میں خلل ڈالا اس نے اپنے دینِ اسلام کو خراب کیا۔ کلامِ پاک کی تلاوت کی بڑی فضیلت بتائی اور اس کو ایک بڑی عبادت قرار دیا اور فرمایا سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو معلوم کیا کہ ربّ کریم نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جواب دیا ایک رات میں کسی قصبے میں مہمان تھا۔ جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق میں قرآن کریم کا ایک ورق رکھا ہوا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ یہاں ورقِ مصحف رکھا ہوا ہے سونا نہ چاہیے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھ دوں اور خود آرام کروں۔ پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی

ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورقِ مقدس کی جگہ تبدیل کردوں۔ اس ورق کو دوسری جگہ نہ بھیجا اور تمام رات جاگتا رہا۔ میں نے قرآن کریم کے ساتھ جو ادب کیا اسی کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

حضرت نے اہلِ سلوک کی منجملہ عبادتوں میں سے پانچ اور عبادتیں بتائی ہیں: والدین کی خدمت، قرآن کریم کی تلاوت، علماء و مشائخ کی تعظیم، خانۂ کعبہ کی تعظیم اور زیارت، پیر کی خدمت۔ حضرت کا ارشاد ہے کہ راہِ سلوک میں چار گناہِ کبیرہ ہیں: گورستان میں قہقہہ لگانا، گورستان میں کھانا پینا کیونکہ یہ عبرت کا مقام ہے، مردم آزاری کرنا، اللہ کا نام لے کر لرزہ بر اندام نہ ہونا۔ سالک کو ان گناہوں سے بچنا لازمی ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ عارف علم کے تمام رموز سے واقف رہتا ہے۔ اسرارِ الٰہی کے حقائق اور انوارِ الٰہی کے دقائق کو آشکارا کرتا ہے۔ عارف عشق میں کھو جاتا ہے اور اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کی قدرتِ کاملہ میں محو رہتا ہے اور متحیر رہتا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ عرفان ایک ایسی حالت ہوتی ہے کہ عارف ایک قدم بڑھا کر عرش سے حجابِ عظمت اور حجابِ عظمت سے حجابِ کبریا تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرے قدم میں واپس آجاتا ہے۔ وہ ربّ کریم ہی جانتا ہے عارف دونوں جہاں سے قطع تعلق کرکے یکتا ہوجاتا ہے اور جب یہ یکتائی حاصل کرلیتا ہے تو وہ ہر چیز سے بیگانہ نظر آتا ہے۔ عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں صفاتِ الٰہی کا ظہور ہو اور ربّ کریم سے عارف کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے دل کے نور کو ظاہر کردے اور کوئی شخص اس کے سامنے دعوے سے آئے تو اس کو اپنی کرامت سے ملزم ٹھہرائے۔ عارف وہ ہے جو اپنے دل سے ساری باتیں نکال کر یگانہ ہوجائے۔

عارف کا کمال یہ ہے کہ دوست کی راہ میں اپنے آپ کو جلا کر خاک سیاہ کردے۔ عارف کی فضیلت اس میں یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور غم واندوہ میں عارف دنیا کا دشمن اور ربِّ کریم کا دوست ہوتا ہے۔ اس کو دنیا کے شور اور ہنگامے کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ عارف گریہ کرتا ہے لیکن جب اس کو قربت نصیب ہوتی ہے تو وہ گریہ بند کردیتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت یہ ہے کہ بندہ مخلوق سے ہمیشہ بھاگتا

رہے اور معرفت میں سدا خاموش رہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب ہم ان جسمانی تعلقات سے باہر قدم رکھ کر نگاہ کرتے ہیں تو عاشق اور معشوق کو ایک ہی چیز پاتے ہیں یعنی عالمِ توحید میں یہ تینوں باتیں ایک ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مرید فقر کا نام ہے اسی وقت مستحق ہوتا ہے جبکہ عالمِ فانی میں بقا کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ مرید کب ثبات و استقلال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جب فرشتہ کامل بیس سال تک اس کے دفترِ اعمال میں گناہ نہ لکھ سکے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ آدمی معصیت میں آلودہ رہے پھر بھی اس بات کا اُمیدوار رہے کہ میں بارگاہِ ربّ العزت میں نگاہِ لطف و کرم سے دیکھا جاؤں گا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ کریم فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سلگاؤ۔ جب وہ سلگانا شروع کریں گے تو دوزخ ایک ایسا سانس لے گا جس سے تمام محشر غبار آلود اور دھواں دھار ہو جائے گا۔ لوگوں کا دم گھٹنے لگے گا اور سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا جو شخص اس سخت روز کی مصیبت سے محفوظ رہنا چاہے اس کو چاہیے کہ ایک ایسی عبادت کرلے جو تمام عبادتوں سے بہتر و افضل ہے۔

حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کون سی عبادت ہے؟

فرمایا: مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد رسی کرنا ضعیفوں اور لاچاروں کی حاجت رَوائی کرنا، بھوکوں کا پیٹ بھرنا۔

آپ کا ارشاد ہے جس شخص میں ذیل کی تین خصلتیں جمع ہو جائیں تو یوں سمجھنا چاہیے کہ اللہ ربّ العزت اس کو دوست رکھتا ہے۔ ایک دریا جیسی سخاوت، دوسرے آفتاب جیسی شفقت، تیسرے زمین کی مانند تواضع۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس نے بھی نعمت پائی سخاوت کی وجہ سے پائی اور گزشتہ لوگوں نے جو عرض و کرامت حاصل کی باطن کی صفائی سے حاصل کی۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے جو اپنے رنج و محنت کو خلق سے وابستہ نہ جانے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کی وجہ سے انسان کو قرار و استقامت حاصل ہوتی ہے: ادبِ

عبودیت کی وجہ سے، ربّ کریم کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے۔

حضرت سیّد خواجہ محمد گیسو درازؒ

(ولادت: ۷۲۱ھ۔ وصال: ۱۶/ذی قعدہ ۸۲۵ھ۔ مدفون: گلبرگہ)

۱۔ سالکوں کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے۔ ہر فرض نماز کے لیے تازہ وضو کرنا بہتر ہے۔ وضو کے بعد تحیۃ الوضوء ادا کریں۔ بے وضو نہ سوئیں۔ اگر رات کے وقت بیدار ہوجائیں تو وضو کرلیں اور دوگانہ ادا کریں۔ وضو کرتے وقت کسی سے کوئی بات چیت نہ کریں۔

۲۔ فجر کی نماز کو اوّل وقت ادا کریں اور نماز میں حضورِ قلب مقدم ہے۔

۳۔ اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد تلاوتِ کلام پاک کریں۔ تلاوت کے بعد سلوک کی کتابیں پڑھیں۔

۴۔ رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ پہلے حصے میں درود و وظائف میں مشغول رہیں۔ دوسرے حصّے میں سوئیں۔ تیسرے حصّے میں ذکر اور مراقبہ کریں۔

۵۔ اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے تو وہ کافر ہے، اور اگر کوئی سالک شہرت کے ڈر سے عبادت و ریاضت کو ترک کرتا ہے تو وہ ریاکار اور منافق ہے۔

۶۔ سالکوں کے لیے تقلیل طعام ضروری ہے۔ جو چیز کھائیں وہ بالکل حلال ہو۔ اپنی روزی کو حلال ثابت کرنے کے لیے کوئی تامل نہ کرے۔

۷۔ جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہوجائے راہِ سلوک میں گامزن نہ ہو اور جب وہ کسی کا مرید ہوکر خلوت میں بیٹھے تو اپنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ اس کے پاس عورتیں اور بیویاں اور کنیزیں زیادہ نہ ہوں۔ اس میں مطلق ریا اور عفو نہ ہو۔ دنیا داروں کی مجلسوں اور محفلوں سے دور رہے۔ اگر کوئی اس کا مال بھی لے لے تو اس کے لیے شور وغوغا نہ کرے۔ کسی دوسرے کے خیر وشر سے واسطہ نہ رکھے۔ کسی حال میں اپنے نام کو شہرت نہ دے۔

بازار صرف ضرورت کے وقت جائے۔ فقہاء نے طہارت و لطافت کی باتیں بتائی ہیں،

ان پر عمل کرے۔ ان سے زیادہ پر عمل کرنا بے کار ہے۔ شب بیداری کو دوست رکھے۔ لوگوں کی آمد و رفت اپنے یہاں زیادہ نہ ہونے دے۔ امیروں کی صحبت سے گریز کرے۔ (تذکرہ)

حضرت بندہ نوازؒ نے فرمایا مجھے کشائش و کامیابی تلاوتِ قرآن و سماع سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کرنا چاہیے تاکہ دل میں واقع ہو۔ جب دل ذاکر ہو تب زبان بند کرو۔ کیونکہ الذکر باللسان لقلقہ ہے۔ جب سرّی ذکر ہووے تو دل روکو۔ کیونکہ الذکر بالقلب وسوسہ ہے۔ اور الذکر بالسر معائنہ ہے۔ دل کو محافظت دم کے ساتھ روکنا چاہیے تاکہ دل کھلے اور منہ کھلے۔ جب منہ کھل جائے گا تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ یعنی کشائش و فتح کے بعد کوئی رکاوٹ نہیں۔ (تذکرۂ اولیاء دکن، ص: ۷۸۸)

(نوٹ: منہ کھلے سے مراد بندہ کمترین کے نزدیک دل کی زبان کا کھلنا ہے جس کو حدیث میں "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ لِذِكْرِكَ" آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ، جس نے زبان کو گویائی عطا فرمائی ہے، دل کو گویائی دے دے، دل کو روشن کر دے۔ مصنف)

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ کو پیر و مرشد ابوالفضل محمد بن الحسن ختلیؒ کی وصیت

اے بیٹے! اعتقاد کا مسئلہ تم کو بتاتا ہوں، اگر تم اپنے آپ کو اس کے مطابق درست کر لو گے تو مصائب و تکالیف سے تم کو رہائی ہو جائے گی۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ربّ کریم ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بروں کو پیدا کرتا ہے مگر اس کے فعل سے دشمنی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ مختصر سی وصیت کی اور جان اللہ ربّ العزت کے سپرد کر دی۔ (تذکرۂ اولیاء پاک و ہند، ۳۱)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

۱۔ سالک کو کم کھانا کھانا چاہیے۔ اگر وہ پیٹ بھرنے کے لیے کھاتا ہے تو وہ نفس پرست ہے۔ کھانا صرف اس لیے ہے کہ بندہ میں عبادت کی قوت قائم رہے۔ اس کے لباس میں تزئین و آرائش نہ ہو مگر وہ دکھانے کے لیے لباس پہنتا ہے تو راہِ سلوک سے بہت دور ہے۔

۲۔ سالک وہ ہے جو ہر وقت محبتِ الٰہی میں غرق رہے اور حالتِ تحیر وسکر میں اس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اس کے سینے میں زمین وآسمان بھی داخل ہوجائیں تو اس کو خبر نہ ہو۔

۳۔ شریعت کی پابندی سالک کے لیے لازمی امر ہے۔اس سے کسی حالت میں بھی روگردانی نہ کرے خواہ سکر میں ہو یا ہوش میں۔ دونوں حالتوں میں شریعت کی پابندی لازمی ہے۔

۴۔ سالک کے لیے لازمی امر ہے کہ اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھے۔ اپنا راز کسی سے نہ کہے۔ جو شخص کامل ہوتا ہے وہ کبھی اپنے دوست کے راز کو فاش نہیں کرتا۔ (تذکرہ،ص:۵۰)

حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ

۱۔ اگر کوئی سالک مقامِ معصیت میں پھنسا ہوا ہے یا دنیا کی طرف اس کی رغبت ہے تو اس کا سبب چند اسباب میں سے کوئی ایک ضرور ہوگا: (۱) وہ ضرورت کے مطابق معاش پر اکتفا نہ کرتا ہوگا۔ (۲) یا عوام سے اختلاط رکھتا ہے۔ (۳) یا اس کے اوقات ذکرِ حق سبحانہ سے معمور نہیں۔ (۴) یا اللہ سے غیر اللہ کا طالب ہے۔ (۵) یا وہ اپنے نفس سے مجاہدہ نہیں کرتا ہے۔ (۶) یا وہ اپنے اوپر اور اپنے احوال اور اپنی قوت پر نظر رکھتا ہے۔ (۷) احکامِ ازلیہ پر سر تسلیم ختم نہیں کیے ہوئے ہے۔

۲۔ حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونے والوں کو کشف مطلق درکار نہیں کیونکہ کشف دو قسم کا ہے: ایک دنیوی۔ وہ تو بالکل ہی غیر ضروری ہے۔ دوسرا اخروی۔ وہ کتاب وسنت میں واضح طور پر موجود ہے۔عمل کے لیے وہی کافی ہے اور کوئی کشف اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (ماشاء اللہ کیا خوب حقیقت بیان فرمائی)

۳۔ اعتقاد درست، رعایتِ احکام شریعت، اخلاص اور دوامِ توجہ بجانب حق سبحانہ عظیم ترین نعمت ہے۔اس نعمتِ عظمیٰ کے برابر کوئی ذوق ووجدان نہیں ہے۔
(فائدہ: سبحان اللہ! نعمتِ عظمیٰ کی شناخت یہ بھی عظیم نعمت ہے۔)

بروز شنبہ ۲۵ر جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو اللہ اللہ کہتے ہوئے جان جانِ جاناں کے سپرد کردی۔ دہلی بنی کریم میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ (خزینۂ معرفت۔ مشائخ نقشبندیہ)

ایک طالب علم نے حضرت خواجہ سے کچھ نصائح تحریر فرمانے کی درخواست کی تو آپ نے اس کی درخواست پر تحریر فرمایا: ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جس کا کوئی نفع نہ ہو، لہٰذا ایک عاقل اور دوراندیش شخص کا یہ فریضہ ہے کہ وہ صرف ان علوم کو حاصل کرے جن کے مطابق عمل کرنا اس کے لیے ضروری ہو۔ اس کے بعد وہ اپنی باقی زندگی کو صفائیٔ قلب اور تزکیۂ نفس میں صَرف کرے کیونکہ نفسانی وسوسوں اور دنیاوی ضرورتوں کی طرف متوجہ رہنا اور نفسانی خواہشوں اور بیہودہ تمناؤں میں اُلجھے رہنا بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجابِ اکبر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس کے قریب ہے۔

ان اندھیروں اور تاریکیوں سے باطن کو صاف کرنے اور نورانی بنانے کا ذریعہ روشن ضمیر اہلِ دل بندۂ خاص کی توجہ اور التفات ہے، جو اہلِ دل کی بارگاہ میں مقبول ہو گیا تو سمجھو کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے، اور جو ان کا مردود بارگاہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی خارج ہو جاتا ہے لہٰذا تمھارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اہلِ دل حضرات کے نیازمند بنو اور ان کے سامنے انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ اپنے دردِ دل کا اظہار کرو۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں معرفتِ الٰہی کی طلب نہ ہو، تم اس کی صحبت میں نہ بیٹھو، اور ان دنیادار عالموں سے جنھوں نے علم کو جاہ و مرتبہ اور فخر و شہرت کا ذریعہ بنا رکھا ہے، ایسے دور بھاگو جیسے شیر سے دور بھاگتے ہو، تم ہمیشہ تقرب الی اللہ اور عبادت کو اپنا وسیلہ بنائے رکھو، اور سرورِ کائنات ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگتے رہو، تاکہ وہ تمھارے دل سے اپنی ذات کے علاوہ دیگر نفسانی خواہشوں کو فنا کر دے اور "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (سورۂ مومن، آیت: ۱۶) (آج یہ ملک کس کا ہے؟ اسی اللہ واحد و قہار کا ہے) کی صورت میں تمھارے سامنے ہمیشہ جلوہ گر رہے۔

حضرت خواجہ خورد کی وصیت بنام شاہ عبدالرحیم

شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ خواجہ خورد نے مجھے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ "غیر ضروری کتب و حکایات کے مطالعہ و درس سے اپنے آپ کو دور الگ رکھو، کیونکہ جب تک یہ مشاغل رہیں گے

اس وقت تک اس روحانی سلسلے کے عجیب وغریب آثار نظر نہیں آئیں گے۔‘‘

خواجہ خورد نے اپنے آخری زمانے میں مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ ’’مجھے خواجہ باقی باللہؒ کی درگاہ میں اس مقام پر دفن کرنا جہاں جوتیاں اُتاری جاتی ہیں، تم مجھے فرزندی کے تعلق سے مقبرہ کے اندر دفن نہ کرنا، کیونکہ میں صرف اسی جگہ کے لائق ہوں۔‘‘

میں نے کہا، کام اس وقت دوسروں کے سپرد ہوگا، اس وقت میرا کیا اختیار ہوگا؟ آپ نے فرمایا ’’تم انھیں اطلاع دے دینا۔‘‘ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد میں نے ان کے وارثوں سے کہا کہ خواجہ صاحب کی یہ وصیت ہے۔ (از حیاتِ باقیؒ، ص:۱۰۳)

حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ، رائے بریلی

۱) ایک شخص عقیدت مندانہ ملاقات کو حاضر ہوا۔ اس کی مونچھیں بہت دراز تھیں۔ آپ نے ایک دوست سے قینچی طلب فرمائی۔ جب قینچی آ گئی تو اس کی مونچھوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا ’مونچھیں ترشوانے کا فائدہ معلوم ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ شاہؒ نے فرمایا: ’’مَنْ قَصَرَ شَارِبَهٗ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اَرْبَعَةَ اَنْوَارٍ : نُوْرٌ فِی وَجْهِهٖ وَ نُوْرٌ فِی قَلْبِهٖ وَ نُوْرٌ فِی قَبْرِهٖ وَ نُوْرٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ‘‘ جو شخص مونچھ تراش لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو چار طرح کا نور دیتے ہیں: چہرہ کا نور، دل کا نور، قبر کا نور اور قیامت کے دن کا نور۔

اور مونچھیں بڑھانے کی سزا یہ ہے: ’’مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ عُوْقِبَ بِثَلَاثَةِ عِقَابٍ : لَمْ یَشْرَبْ حَوْضِیْ وَ لَمْ یَنِلْ شَفَاعَتِیْ وَ سَلَّطَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مُنْکَراً وَّ نَکِیْراً بِالْغَضَبِ‘‘ اور جو اپنی مونچھ دراز رکھتا ہے اس کو تین طرح کی سزا ملتی ہے۔ میرے حوض سے سیراب نہیں کیا جائے گا۔ میری شفاعت اس کو نصیب نہیں ہوگی۔ اور منکر نکیر کو اس پر غصہ وغضب کے ساتھ مسلط کر دیا جائے گا۔‘‘ (تذکرۂ شاہ علم اللہ، ص:۹۳)

۲) طالب کو جس طرح زبان سے سوال کرنا ممنوع ہے اس سے کہیں زیادہ دل سے سوال کرنا بھی ممنوع ہے۔ دل کے سوال سے حضوریٔ قلب میں خلل واقع ہوتا ہے۔ حدیث شریف ہے: ’’قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَرَمُ اللّٰهِ، حَرَامٌ یَلِجُ فِیْهِ غَیْرُ اللّٰهِ‘‘ مومن کا دل حق تعالیٰ کا

حرم ہے، حرام ہے کہ اس میں حق جل مجدہ کے سوا اس میں کوئی اور چیز داخل ہو۔ طالبانِ حق کو چاہیے کہ تمام عمر اسی جدوجہد میں گزار دیں کہ دل ماسوی اللہ سے خالی ہو۔ اگر اسی جہان میں یہ دولت مل جاتی ہے تو زہے سعادت، اور اگر نہیں ملتی تو اسی طلب میں مردانہ وار جان دیدیں۔

۳) طالبِ حق کو چاہیے کہ اللہ جل جلالہ کے سامنے حضور در حضور کے سوا کسی اور چیز کا طلب گار نہ ہو۔ "کُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ" جو چیز تمھیں اللہ سے مشغول کر دے وہی تمھارا بت ہے۔ (تذکرہ شاہ علم اللہ، ص:۱۰۹)

سیّد شاہ محمد جی فرزند شاہ علم اللہ رحمہما اللہ تعالیٰ

بیعت وصحبت کی ضرورت

۱) جو لوگ اپنے مطالعہ وتحقیق یا اپنے مجوزہ مجاہدہ وریاضت کے ذریعے وصول الی اللہ کے طالب ہیں ان کی مثال اس وضو کرنے والے کی سی ہے جو باوجود پاک وصاف ہونے اور جذبۂ صادق کے امام کا محتاج ہے اور کسی حال میں اس سے مستغنی نہیں۔ ان سب ریاضتوں و مجاہدات کے بعد بھی اس کی مثال اس شخص کی سی ہوگی جو اپنی طہارت کے شرائط پورے کر چکا ہے لیکن اب بھی اس کو امام کی ضرورت ہے جس کی وہ اقتداء کر سکے۔ اسی لیے کلامِ مجید میں آیا ہے: ﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے اور مخلص بندوں کے ساتھ رہو۔

آگاہی وبے قراری

۲) وصول الی اللہ کے راستے میں جو بے آرامی و بے قراری نظر آتی ہے وہ خود بہت بڑی دولت ہے اور حفاظت کے قابل ہے۔ عبدیت اور محبت کا تقاضا یہی ہے کہ اس درد کو سینے سے لگایا جائے اور اس کو حق تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت اور نعمت سمجھا جائے۔ ذکر کی روح یہ ہے کہ حق سبحانہ کی آگاہی نصیب ہو، اور آگاہی یہی ہے کہ وہ دل کو اپنے ساتھ آرام دیتا ہے اور اپنے غیر سے ہٹا دیتا ہے۔ کمالِ سعادت بس یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ مشغول بنا لے اور اپنے کاموں میں لگائے رکھے، خواہ کچھ بھی ہو، اس سے بہتر بات کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گرفتار ہے۔ ﴿لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ جو کچھ مطلوب ہے وہ بے آرامی اور دردو

فرقت کے ساتھ گریہ وزاری کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بے قراری و بے آرامی اس کی علامت ہے کہ کمالِ بندگی اس کو حاصل ہے، اگر عنایت ہوگی تو مشرف و سرفراز کریں گے اور مقصود تک پہنچادیں گے۔ یہ کام حق تعالیٰ کا ہے بندے کا نہیں۔

ذکر کے اثرات

جاننا چاہیے کہ استعداد و قابلیت انسانوں میں مختلف ہوا کرتی ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ذکر کے مقصود تک ذرا سی دیر میں پہنچ جاتا ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ جس کو زیادہ دیر لگتی ہے، کسی کو ذکر کی حقیقت جو غیر اللہ کی طرف التفات سے دل کو پاک کرنے کے مرادف ہے، اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ کوئی جذبہ اس مناسبت سے مل کر جو اس میں پہلے سے موجود ہوتی ہے اس کو اس درجے پر اچانک پہنچا دیتا ہے لیکن اس دولت کی حفاظت دشوار ہوتی ہے۔

حضرت مخدوم علی احمد صابر چشتی کلیریؒ کی ہدایت خواب میں حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کو

اپنے انفاس کو ہمیشہ اللہ کی یاد میں صَرف کرو۔ اور کبھی ذکر اللہ کو نہ چھوڑو۔ میں (الٰہی بخش) نے عرض کیا: نفی اور اثبات یا محض اسم ذات؟ فرمایا اسم ذات۔ میں نے اسی وقت آپ کی موجودگی میں ذکر اسمِ ذات دوضربی شروع کیا اور دیر تک کرتا رہا۔ اس وقت مجھ پر گریہ کا سخت غلبہ ہوا۔ (تذکرہ اسلاف حالات مشائخ کاندھلہ، ص: ۸۴)

الشیخ قاضی محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی

(ولادت: ۱۱۷۳ھ- وفات: ۱۲۵۰ھ)

اب یہ بندہ اس اللہ سے سوال کرتا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ حکیم و کریم ہے، عرشِ عظیم کا رب ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور دارین کے مقاصد حسنہ سے بہرہ ور فرمائے اور اس کے اقوال و افعال میں صحت و درستگی عطا فرمائے اور اس کے قلب سے حب دنیا کو نکال دے تاکہ حقیقت بیں ہو جائے اور دقائقِ طریقت سے بہرہ ور ہو جائے۔

اے اللہ! اس بندے کو اپنی جنابِ عالی تک اس طرح جذب فرما لیجیے کہ وہ اپنے دھوکہ کے نشے سے ہوش میں آجائے اور اس کے لیے اپنی طرف ایسا روشن دان کھول دیجیے کہ تاریک حجاب سے نکل کر معارفِ حقیقیہ کے نور تک پہنچ جائے۔

اور اے اللہ! اس بندے کو دارِ دنیا سے اس وقت تک جدا نہ فرمائیے جب تک کہ یہ آپ کے بحرِ محبت میں تیر نہ لے اور آپ کے آبِ قرب سے اپنے قلب کے میل کچیل کو دھو کر پاک صاف نہ ہو جائے۔

اے اللہ! آپ کی ذات تو ایسی قدرت والی ہے کہ جب چاہیں مرید کو مراد بنالیں

چند اشعار کا ترجمہ

(۱) میں اس کے فیصلہ پر راضی ہوں اور اس کے فیصلہ کے تحت کھڑا ہوں۔

(۲) میں اس کا طلبگار ہوں کہ حسن خاتمہ سے فائز المرام ہو جاؤں۔

(۳) لغو و درگزر کی امید تو آدمیوں تک سے کی جاتی ہے تو پھر ربّ کریم سے کیوں کر نہ کی جائے۔ وہ تو سب سے زیادہ مجمع پر رحمت و رافت کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہ میرے لیے کافی ہے۔ وہ مجھے کافی ہے۔ وہ مجھے کافی ہے۔ (اقوال سلف، ج:۳، ص:۳۴۱)

حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادیؒ

(ولادت: ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء۔ وفات: ۲۴ربیع الاول ۱۱۴۲ھ/ ۱۷/اکتوبر ۱۷۲۹ء مدفون دہلی)

نارسائی سے دم رکے تو رکے
میں کسی سے خفا نہیں ہوتا

(۱) مریدوں کو ہدایت تھی کہ جفا و قضا برداشت کریں اور لب نہ ہلائیں۔ ہمارا کام دلوں کو ایک جگہ کرنا ہے اس میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں اس کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔ (اکابر کی عبرت انگیز وصایا، ص: ۱۰۲)

شاہ کلیم اللہ کی ہدایات بنام شاہ نظام الدین دکن

(۱) اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان و مال کو اسی کام میں صرف کردو۔ دینی و دنیوی فیض

دنیا کو پہنچاؤ! اپنا عیش و آرام، راحت انسانوں پر فدا کرو۔

(۲) بندگانِ حق کے دل سے دنیا کی محبت ختم کردینا چاہیے۔

(۳) اے دوست! دنیا نفس پروری اور تن آسانی کی جگہ نہیں ہے (یعنی عیش پرستی اور نفس پروری کے لیے بندہ دنیا میں نہیں بھیجا گیا ہے۔)

(۴) اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہو کہ بے اجازت قدم نہیں اُٹھاتے۔ جس نے بھی (عزّت وعظمت و روحانی سعادت) حاصل کی ہے اسی ادب سے حاصل کی ہے۔ (مشائخ چشت، ص:۱۱۲)

مشہور ہے باادب بانصیب ...... بےادب بےنصیب۔ اَلطُّرُقُ کُلُّھَا آدَابٌ۔

(۵) خطوں کے بھیجنے میں دیر نہ کریں خط نصف ملاقات ہے۔ خط میں تاخیر کا عذر اگر ہماری طرف سے ہو تو قبول کیا جاسکتا ہے اور سنا جاسکتا ہے لیکن اگر تمھاری طرف سے ہو تو نامقبول و نامسموع ہے۔ (اس طریق کا مدار ہی اتباع و اطلاع پر موقوف ہے۔)

(۶) جو ضبط اوقات نہیں رکھتے وہ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ کے مصداق ہیں۔ تم اپنے کام میں اور زیادہ سرگرم ہوجاؤ۔ یہاں تک کہ جو تمھارے پاس پہنچے تمھارا کام کرنے لگے۔

(۷) راہِ شریعت پر چلنا چاہیے۔ سب داخلانِ طریقت کو تاکید کرنی چاہیے کہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھیں اور اپنا باطن عشق مولیٰ سے پیراستہ۔

جو شریعت میں راسخ نہیں ہے وہ ناقص ہے بلکہ اس کی طریقت و حقیقت کی کوئی حقیقت و اصلیت نہیں۔ مرد وہ ہے جو شریعت و طریقت اور حقیقت کا جامع ہو۔

شریعت سے ہٹ کر روحانی ترقی کے لیے جو کوشش کی جاتی ہے وہ نقش بر آب ثابت ہوگی۔ جو شریعت پر نہیں چلتا گمراہ ہے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(۸) جو کچھ کرو اللہ تعالیٰ کے لیے کرو۔ قبول کرنا یا رد کرنا اگر حق تعالیٰ کے لیے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

شاہ فخر الدین بن شاہ نظام الدین اورنگ آبادی

(ولادت:۱۱۲۶ھ/ ۱۷۷۶ء۔ وفات: جمادی الاخری ۱۱۹۹ھ/ ۱۸۸۴ء مدفون دہلی)

مریدوں کو ہدایت: اگر کوئی شخص برا کہے تو اس سے مقابلہ نہ کرو۔

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

(اقوال سلف، ج:۳،ص:۳۵۵)

حضرت خواجہ ضیاء اللہ

حیف ہے تمھارے حال پر کہ محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمھارا یار محبوب بیدار اور تمھاری طرف متوجہ ہے اور تم خفتہ و غافل ہو۔ تم دعوائے محبت میں دروغ گو ہو، ورنہ عاشقوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ (ترجمہ) مجنوں لیلیٰ کی طلب وجستجو میں جنگل و بیاباں میں گھوم رہا ہے۔ اور اس کی زبان جب تک چلتی رہی بس لیلیٰ ہی کی رٹ تھی۔

طالب مولیٰ کی زبان ودل پر مولیٰ کی رٹ ہوتی ہے۔

حضرت ابوالبرکات خواجہ امام علی رحمۃ اللہ علیہ

توبہ ہر شخص پر واجب ہے۔ بقول باری تعالیٰ عز وجل: ﴿تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۱) ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (سورۂ تحریم، آیت:۸) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۲۲)

بقول حضور ﷺ: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ

عوام کی توبہ ممنوعہ اشیاء سے باز رہنا اور گناہوں سے بچنا ہے، اور خواص کی توبہ اپنی حالت کی نگہداشت ہے۔

عام را توبہ بود از کار بد
خواص را توبہ بود از دید خود

توبہ اس طرح کرے کہ بعد توبہ کرنے کے گناہ کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آوے۔
توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ کرنا توبہ کے پہلے ستر گناہوں سے بدتر ہے، کیونکہ توبہ کے بعد گناہ کرنا ایک توبہ کا توڑنا اور معاہدہ کی شکستگی ہے اور نقضِ عہد موجب نزولِ بلا اور سبب مسخ ہونے کا ہے، نقضِ توبہ سے بعض اوقات ایسی بلائیں اور آفتیں ظاہری و باطنی نازل ہوتی ہیں کہ معاذ اللہ ان سے خلاصی ہی مشکل ہوجاتی ہے۔

چونکہ اس اُمت میں جسم یا چہرے کا مسخ ہونا ربّ کریم نے روا نہیں رکھا، لہٰذا توبہ کے توڑنے سے ان لوگوں کے دل مسخ ہوجاتے ہیں اور دیگر بار توبہ کی توفیق سے محروم ہوجاتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔ (خزینہ معرفت، ص: ۱۱۸)

سب عبادتوں کا مغز اور مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ﴾ (سورۂ عنکبوت: ۴۵)
دوسری جگہ فرمایا: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ (سورۂ طہٰ، آیت: ۱۴)

اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت اور حج سے بھی مقصود حق تعالیٰ کا ذکر ہی ہے، بلکہ اصل اسلام اور افضل ارکان لا الٰہ الا اللہ ہے اور یہ عین ذکر ہے اور باقی جس قدر عبادات ہیں سب ذکر ہی کی تاکید کے لیے ہیں، اگر ذرا غور کریں تو فوراً یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے کیوں کہ نماز بعض حالتوں میں جائز نہیں، حج خاص صورتوں میں فرض ہے، مگر ذکر کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:
﴿یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۹۱)
دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً دُوْنَ الْجَھْرِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۲۰۵) اور ذکر کے مقابلے ہی فرمایا: ﴿فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۵۲)

اس سے بڑھ کر ذکر کی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے اور چونکہ ذکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ذاکر کا دل ذکر کی برکت اور نورانیت کی وجہ سے ماسوی سے پاک ہوجاتا ہے جو عبادات کا اصل مقصود ہے، اس لیے سوائے فرائض کے مرید کو چاہیے باقی سب اوراد اور اشغال پر ذکر کو ترجیح دیوے اور ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے، تاکہ باری تعالیٰ ذکر کی برکت سے دین و دنیا کے مقصود

میں کامیاب کرے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ذِکْرًا دَائِمًا بِحَقِّ وَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ، آمین۔
(خزینۂ معرفت،ص: ۱۱۹)

حضرت شاہ حسین صاحبؒ المعروف بھورے والے

جاننا چاہیے کہ جذب کی دو قسم ہے، ایک جذبِ حقیقی جس سے سوائے محبت باری تعالیٰ کے کسی چیز کی خواہش باقی نہ رہے، جو عنایت بے نہایت پرودگار سے حاصل ہو۔ جس شخص کو ایسا جذب حاصل ہوتا ہے وہ خواہ پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا کسی دوسری جگہ چلا جائے، اس حالت میں فرق آنے کا اندیشہ نہیں ہوگا اور ایسے سالک کے وجود سے ہر قسم کی خواہشات مفقود ہو جاتی ہیں۔ جن کا دوبارہ عود کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم کا جذب عارضی ہوتا ہے، جو پیر کامل کی صحبت اور توجہ سے سالک میں پیدا ہو جاتا ہے، مگر جب تک پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا صحبت کا اثر باقی رہے وہ حالت بھی جو ماسوا اللہ سے فراغت ہے باقی رہتی ہے، مگر صحبت کا اثر کم ہونے کے ساتھ ہی اس حالت جذب میں فرق آ جاتا ہے۔ اس جذب کی تکمیل کے لیے پیر کامل کی صحبت دائمی شرط ہے، تا کہ عود خواہش نفسانی کا اندیشہ نہ رہے۔ جذب حقیقی کا درجہ بڑا عظیم تر ہے، جس کو حق تعالیٰ چاہے عطا کر دیتا ہے۔ (خزینہ معرفت،ص: ۱۰۹)

حضرت سیّد محمد امین صاحب نصیر آبادیؒ

ایک اہم نکتہ یہ ملحوظ ہونا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے جن باتوں کا اہتمام فرمایا ہے مثلاً نمازِ باجماعت اور فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ وغیرہ، اگر کوئی اس پر عمل کرتا اور پابندی اختیار کرتا ہے تو نہ خود اس کو وسوسہ و شبہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کامل بزرگ اور ولی اللہ ہو گیا ہوں اور نہ دوسرے اسے ولی اللہ اور بڑا متقی سمجھتے ہیں، لیکن اگر ان امور کا پابند ہو جائے جن کا آنحضرت ﷺ نے اہتمام نہیں فرمایا مثلاً نماز چاشت و اشراق وغیرہ تو وہ خود بھی سمجھتا ہے کہ اب میں بایزید، جنید، شبلی سے کم نہیں ہوں اور دوسرے بھی فریب میں پڑ جاتے ہیں۔ بس یہیں نفس اور شیطان کو گمراہ کرنے کا بڑا موقع ہاتھ آ جاتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام نے احسان کو مطلوب و مقصود

قرار دیا ہے اور بس۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۳۵۹)

شیخ ابو جیو تمیمی برہانپوری

صوم میں چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں، صوم میں اصل خاموشی ہے اور خاموشی فکر کا مادہ ہے، اور فکر معرفت کا جزوِ اعظم ہے اور معرفت ایک ایسا جوہر ہے کہ اس سے اشیاء کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ جب سالک اصلی حقیقت سے واقف ہوتا ہے تب اس پر کشف ہوتا ہے، کشف ایک نور ہے، ریاضت ومشقت کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے، اس سے عالم علوی وسفلی کی حقیقت منکشف ہوتی ہے، جیسا کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے۔

(تذکرۂ اولیاءِ دکن، ص:۴۰)

حضرت ابوالبرکات سیّد شاہ حافظ حسین بیجاپوری

آپ حضرت سیّد اشرف سمنانی کے برادرزادے ہیں۔

آپ نے اپنے لختِ جگر شاہ حمزہ حسینی کو وصیت کی کہ جب میری روح جسم وقالبِ عنصری سے پرواز کر جائے پھر تجہیز وتکفین کر کے ادائے نماز میں تاخیر کرنا فلاں جھاڑی کے طرف دیکھتے رہنا، ایک بزرگ نقاب پوش برآمد ہوں گے وہ میری نماز جنازہ ادا کریں گے۔ حسبِ وصیت بزرگ تشریف لائے اور نماز جنازہ ادا کرائی۔ (ایں سرغریب اولیاء دانند)

(تذکرہ اولیاء دکن، ص:۴۴)

مخدوم شیخ حسام الدین پروانہ ملتانی پٹنی گجراتی

۱۔ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا انسان کا کام ہے اور ذکر اللہ کے چھ رکن ہیں: ایک خلوت نشینی، دوسرا ہمیشہ باوضو رہنا، تیسرا روزہ رکھنا، چوتھا خاموشی، پانچواں دل کو شیخ سے مربوط رکھنا، چھٹا دل کو دوئی حق سے پاک رکھنا۔

۲۔ فقیر مخلوق کے دروازہ پر گدائی کرے۔ درویش خلوت میں بیٹھے اور اس کا دل امراء کے دروازہ پر بھٹکتا پھرے یہ بہت ہی برا ہے۔ درویش کو چاہیے کہ ایک درگیر ومحکم گیر پر کاربند

رہے۔ (تذکرہ اولیاء دکن، ص: ۲۸۰)

حضرت مولانا قاضی خادم محمدؒ

میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد اظہارِ رنج وغم کے بجائے زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت کر کے مجھے اس کا ثواب بخشا جائے۔ میں کافی عرصہ تک مدرسے کا خادم رہا ہوں، ہوسکتا ہے مدرسے کے معاملے میں کوئی کمی بیشی ہوئی ہو، اس کے لیے میرے ذاتی مال میں سے بیس ہزار روپئے مدرسے کے فنڈ میں جمع کر دیے جائیں۔ (اکابر کی شامِ زندگی)

حضرت سردار بیگ قدس سرہ

۱۔ فسق وفجور سے احتراز کرو۔
۲۔ شرع محمدی واتباع سنت نبوی کی پیروی میں مستعد رہو۔
۳۔ جہاں تک ممکن ہو خلاف شرع نہیں کرنا چاہیے۔
۴۔ بزرگان طریقت کو نیکی وخیر کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔
۵۔ تکبر وغرور سے منزلوں دور رہنا چاہیے۔
۶۔ پیر ومرشد جو کچھ فرمائیں اس کے حکم کی تعمیل واجب ولازم جاننا چاہیے۔

مولانا سیّد خواجہ احمد نصیر آبادی

(ولادت: ۷؍جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ۔ وفات: ۳؍جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ھ)

مشائخِ طریقت کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ معلوم ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا راستہ روشن شریعت کی اتباع میں ہے۔ جو شخص شریعتِ مصطفویہ کے علاوہ کسی اور راستہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گمان کرتا ہے وہ یقیناً جھوٹا اور گمراہ ہے اور اس کا دعویٰ باطل اور نامعقول ہے۔ اور شریعت مصطفویہ کی بنیاد دو چیز پر ہے: اوّل شرک کو ترک کرنا، دوم بدعات کو ترک کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام عبادات اور معاملات اور امورِ معاش وآخرت میں خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے طریقہ کو پوری قوت اور ہمت سے پکڑے۔

مزارات پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر نہ پڑھے۔ نہ سر جھکائے، مردوں کا کھانا اور ہندو اور اہلِ تشیع کی دعوت قبول نہ کرے، طَعَامُ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقَلْبَ مردوں کا کھانا دل کو مردہ کر دیتا ہے، قلب کی حیات ختم ہو جاتی ہے۔ جن ناموں سے شرک کی بو آتی ہے بچوں کا نام نہ رکھے۔ روزہ میں جھوٹ بولنے، غیبت کرنے اور برا بھلا کہنے سے اجتناب کیا جائے۔ والدین کے ساتھ نیکی اور ہم سایہ کی خبر گیری اور سلوک کی پابندی کرے۔ والدین کے انتقال کے بعد ان کے حق میں صدقہ خیرات کرے۔ (اقوالِ سلف، ج: ۴، ص: ۳۴۱)

شیخ شرف الدینؒ زندہ دل شیرازی کو والدہ کی وصایا

(۱) کسی قطب سے مرید ہونا، (۲) کبھی وطن کی مراجعت کا ارادہ نہ کرنا۔ آپ عراق سے چل کر ہندوستان میں شیخ محمد گوالیاری احمد آباد گجراتی سے مرید ہوئے۔

(تذکرہ اولیاء دکن، ص: ۴۳۱)

شاہ صبغۃ اللہ نائب رسول اللہ بھروچی

کی وصیت ابراہیم عادل شاہ بادشاہ کو

(۱) اول شراب فروشی کی ممانعت کر۔ اس کے عوض حکومت گجرات ملے گی۔

(۲) زنانِ فاحشہ کا نکاح کرا دے، اس کے عوض دوسری حکومت۔

(۳) روافض کو حکومت کے عہدے عطا نہ کر۔ اس کے عوض کسی اور ملک کی حکومت ملے گی۔ (تذکرۂ دکن، ص: ۴۶۶)

(۴) شیخ عبد العظیم مکی کو آپ نے وصیت کی کہ میرا برادرزادہ حج کے لیے آئے گا۔ یہ خرقہ اور دستار اور اجازت نامہ رکھیے۔ میری طرف سے اس کو دینا کہ اکثر لوگ اس سے بہرہ یاب ہوں گے۔ (تذکرۂ اولیاء دکن، ص: ۴۷۰)

سیّد علاء الدین ضیاء الحسین کو ایک بڑھیا کی نصیحت

آپ ایک بیوہ حسینہ پر فریفتہ تھے۔ اتفاقاً پنجشنبہ کے روز اس کے مکان پر گئے۔ اس

حسینہ کی ایک دایہ بڑھیا تھی جو مکان سے برآمد ہوئی اور کہا: استغفر اللہ! ہم شب جمعہ تمام دنیوی خرافات و منہیات سے توبہ کرکے یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور مکروہات سے توبہ کرتے ہیں۔ یہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے، کیوں آج کی متبرک رات میں گناہِ گذشتہ سے توبہ نہیں کرتے۔ بڑھیا کا کلام آپ کے دل پر تیر بہ ہدف ہوا۔
(تذکرۂ اولیاء دکن، ص: ۵۳۵)

حضرت الحاج محمد حبیب الحسن خان شروانیؒ

(۱) بندے کو اپنے پروردگار کے سامنے بچے کی طرح رونا چاہیے۔ عبدیت کا یہی تقاضہ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت مبذول ہوتی ہے۔

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
تا نگرید ابر کے خندد چمن

جب تک بچہ روتا نہیں ماں کے دودھ میں کب جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تک بادل نہیں روتا اس وقت چمن میں شادابی کہاں آتی ہے۔

اور خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَ ابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ اپنی خطاؤں پر روؤ، اس سے رونا محمود ہی نہیں بلکہ اس کا مطلوب شرعی ہونا معلوم ہوا۔

مولوی مزمل صاحب! اگر میں باہر جاؤں تو جہاں بھی میرا انتقال ہوجائے وہیں دفن کردیا جائے میرا جنازہ ڈھولفہ ہرگز مت لانا کوئی کام خلاف شرع نہ ہونے دینا، سنت کے موافق کفن دینا اور موٹے کپڑے دینا کیوں کہ لوگ موٹے کپڑے کے کفن کو حقیر سمجھتے ہیں۔ میری نماز جنازہ مولانا انعام الحسن پڑھائیں گے۔ (اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۲۴۷)

سیّد عنایت اللہ الحسینی بالاپوری کی وصایا

(۱) مرضِ موت میں آپ نے اہل خانہ کو وصیت کی ...... زوجات و بیگمات سے فرمایا: ہمیشہ مکان میں رہنا، گھر سے باہر قدم نہ نکالنا اور سنت نبوی ﷺ کے تابع رہنا چاہیے اور شرع کا کوئی امر فروگزاشت نہیں کرنا۔

(۲) فرزندوں سے فرمایا کہ مسند و سجادہ، زمینداری و وطن داری کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے۔ دنیا طلبی و شکم پروری کے لیے دنیا میں بے شمار اسباب و وسائل ہیں، جب تک ہدایت و ارشاد کی لیاقت نہ ہو مسند پر جلوس نہ کریں۔

میں نے جو کچھ مدت العمر سکھلایا ہے اس میں محنت و ریاضت کرو۔ اس وقت مسند کے لائق ہوں گے۔ اور میری رحلت کے بعد بلا تعیین تاریخ و روز طعام پکا کے نمازیوں کو کھلانا۔

پھر حاضرین سے فرمایا آہستہ آہستہ قرآن شریف پڑھو۔ پھر آپ بہشت بریں روانہ ہوئے۔ بروز پنجشنبہ ۲۵ رصفر المظفر ۱۱۱۷ معرض بالا پور برار۔ (تذکرہ اولیاء دکن، ص: ۶۲۸)

شیخ عبد اللہ شطاری کو مرشد شیخ محمد عاشق کی وصیت

(۱) جو تجھ کو ولی کامل و صاحبِ دل ملے اس سے رجوع کر۔ جو نعمت آپ کے پاس ہو دیجیے اور نہیں تو ہم سے لیجیے۔ اور ہدایت و تلقین میں دریغ نہ کرنا چاہیے۔

(۲) اور دوسری وصیت یہ کہ ہر ایک مقام میں معرفت الٰہی کا نقارہ بجالانا چاہیے، اس وصیت کے مطابق آپ جس شہر و قصبہ میں جاتے اعلان فرماتے تھے، جو کوئی طالبِ حق ہو میرے پاس آئے، میں اس کو اللہ کا راستہ بتلاتا ہوں۔

شاہ پیر ابو احمد بھوپالی کی وصیت و نصیحت

فرزند ارجمند شاہ یعقوب بھوپالیؒ

بیٹے! ذرا بھی دنیا کی عزت نہ کرنا اور فرمایا کہ میں نے اور تمھاری والدہ نے کدو اُبال کر کھائے لیکن دنیا داروں کی کبھی پرواہ نہ کی اسی پر استقامت کرنا۔ اللہ تم کو برکات سے مالا مال فرمائے گا۔ (اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۳۳۵)

شیخ فرید الدین کی نصیحت و وصیت

میر محبوب علی خان نظام الملک آصف جاہ ششم کے نام

آپ امیر المومنین بادشاہِ وقت ہیں۔ تقریباً کروڑ سے زیادہ آپ کی رعایا ہے۔ آپ پر

ان کے جان و مال کی حفاظت واجب و لازم ہے ان کی آسائش و آرام میں مصروف رہنا چاہیے۔غربا و فقراء کی ہمدردی کرنا، مظلوموں کی فریاد رسی کرنا، ظالموں اور مفسدوں کو سزا واجب دینا چاہیے۔عدل و انصاف پر ہمیشہ قائم رہنا۔عدل حق تعالیٰ کی رضا مندی کا سبب ہے۔ایک ساعت کا عدل ستر برس کی عبادت کے برابر ہے۔آپ کی ریاست بزرگان اہل اللہ کی برکت سے ابد تک قائم رہے گی۔آپ کا ملک مخالفین سے محفوظ رہے گا۔(تذکرۂ اولیاء دکن، ج:۲،ص:۶۷۷)

ایک اور موقع پر فرمایا: آپ ہمیشہ مساکین و غرباء کی ہمدردی فرماتے رہیں اور داد خواہوں کی داد فریاد سنیں اور جس قدر ہو سکے ان کی امداد کریں۔آپ کے اس کارِ خیر سے حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ قدس سرھم خوشنود ہوں گے۔اس رضا مندی میں سلطنت کی بقا یقینی ہے۔(تذکرۂ اولیاء دکن)

وصیت بنام اولاد

فقراء کے لیے مال و زر کی ضرورت نہیں۔صاحبزادگان فقراء کے لیے توکل اور قناعت کا وظیفہ کافی ہے۔اگر صاحبزادے صاحبِ سجادہ و حشم ہوں گے تو فقیری و درویشی سے گمراہ ہوں گے۔(تذکرۂ اولیاء دکن، ج:۲،ص:۶۸۰)

شاہ محی الدین ثانی لقب پیر شاہ کی وصایا

بنام رستم دل خان ناظم حیدر آباد دکن کو

(۱) خواہش دنیا ہے تو تجھ کو حاصل ہے اگر اس سے زیادہ کی خواہش ہے تو بشرط قسمت رفتہ رفتہ حاصل ہوگی۔فقراء کو تکلیف نہ دینا چاہیے۔

(۲) اگر عقبیٰ کی بہتری چاہتا ہے تو اوامر و نواہی کو بجالا۔عقبیٰ درست ہوگی۔

(۳) اگر اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے تو ایک گدھے پر سوار آدھا چہرہ سیاہ آدھا سفید کر کے آ! تیرا مطلب حاصل ہوگا۔(تذکرہ اولیاء دکن)

محمد پیر جاپانیری شطاری کو والد کی وصیت

ہمیشہ باوضو رہنا۔قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ کلام اللہ کی برکت سے فائز المرام ہوں گے۔ (تذکرۂ اولیاء دکن،ص: ۹۳۰)

سیّد محمد تعظیم ترک

امراء و حکام و عہدہ داروں کو آپ وصیت کرتے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ﴾۔ عدل و احسان کی ہدایت کرتے اور ظلم و ستم سے ممانعت کرتے۔توکل علی اللہ کی فقراء کو ہدایت فرماتے۔مخلوق سے سوال کو منع فرماتے۔ (تذکرہ اولیاء دکن،ص:۹۸۹)

حضرت شاہ محمد قاسم عرف شیخ جی حالی قدس سرہ

(۱) قرآن وحدیث کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ میں جو نصیحت کرتا ہوں وہ بھی اگر قرآن و حدیث کے مطابق ہو تو تعمیل کرو ورنہ چھوڑ دو۔

(۲) ہمیشہ شریعت محمدی کا پابند رہنا چاہیے۔شریعت کا ترک کرنا سخت گمراہی ہے۔

(۳) نماز کی دو قسم ہے: ایک ظاہری، ایک باطنی۔ نمازِ ظاہری قیام وقعود، رکوع وسجود ہے۔نمازِ باطنی ترکِ وجود ہے یعنی اپنی ہستی کو عین نیستی سمجھنا چاہیے۔ جو دونوں نمازیں ادا کرتا ہے کامل ہوتا ہے۔ جو ایک ادا کرتا ہے ناقص کہلاتا ہے۔

(۴) جو سالک بدونِ شریعت طریقت کے میدان میں قدم رکھتا ہے گمراہی کے قریب پہنچتا ہے۔

(۵) دنیا میں عمارات و مکانات تعمیر کرنا فضول ہے ہم کو عقبیٰ کے گھر کی تیاری کرنی چاہیے،جس کو فقیری کا مزہ ملا وہ کب امیری کو پسند کرتا ہے، عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ جاہل کو دفتر کے پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (تذکرہ اولیاء دکن،ص: ۱۰۰۰)

حضرت علی ثانی خواجہ سیّد علی ہمدانیؒ

ولادت: ۱۲/رجب المرجب ۷۱۴ھ/ ۱۲/اکتوبر ۱۳۱۴ء بمقام ہمدان

وفات: بروز چہار شنبہ، ۶/ذی الحجہ ۷۸۶ھ/ ۱۹/جنوری ۱۳۸۷ء بمقام کولاب۔

آخری وصیت

قناعت اختیار کرو خصوصاً کھانے پینے میں اور لباس کے معاملے میں رضائے الٰہی پر قانع رہنا چاہیے۔ البتہ علم کے معاملے میں قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ عالم سے ہمیشہ تعلق استوار رکھنا چاہیے۔ نفس و ہوا کا اتباع نہ کیا جائے۔ ذکر کی پابندی کی تاکید ہے۔ مساجد کی تعمیر کی ترغیب دیتا ہوں۔ اذکار، اوراد، روزہ، نماز، تسبیح وتہلیل، زکوٰۃ، علم و حیا اور صبر وشکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا متلاشی رہنا چاہیے۔ اپنے آپ کو، خویش و اقارب اور دوسروں کو ظلم، زنا، جھوٹ، دغا، چغلی اور غیبت سے پوری طرح بچانا چاہیے۔

آخری الفاظ

آپ کا وظیفہ روزانہ بعد درود شریف کے ایک ہزار مرتبہ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' تھا۔

وفات سے قبل آپ کی زبان پر 'یا اللہ یا رفیق یا حبیب' اور 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کا تھا اور اپنی جان، جاں آفریں کو سپرد کردی۔ اور کتنا حسین اتفاق ہے کہ از روئے حروفِ تہجی انہی آخری کلمات سے آپ کا سال وفات نکلتا ہے یعنی ۷۸۶ھ۔ (اورادِ فتحیہ، ص: ۲۳ مع دعائے رقاب)

سلطان غیاث الدین بلبن کی وصایا

سلطان بلبن اپنے بیٹوں سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ سلطان شمس الدین التمش فرماتے تھے کہ میں نے معز الدین بن بہاؤ الدین سام کی محفل میں دو بار سیّد مبارک غزنوی سے سنا ہے کہ بادشاہوں کے اکثر افعال شرک کی حدود کو چھو لیتے ہیں اور وہ بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جو سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہوتے ہیں، لیکن وہ اس وقت اور بھی زیادہ گنہگار ہو جاتے ہیں، جبکہ وہ ان چار باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں:

۱- بادشاہ کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی شان وشوکت کے رعب و داب کو مناسب موقع پر استعمال کرے اور خوفِ الٰہی اور خلقِ الٰہی کی بھلائی ہمیشہ اس کے پیشِ نظر رہے۔

۲- بادشاہ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ اس کے ملک میں بدکاری مروّج نہ ہو، فاسقوں اور بے غیرتوں کو ہمیشہ رُسوا کرنا چاہیے۔

۳- امورِ سلطنت کو عقلمند اور مہذب لوگوں کے سپرد کرنا چاہیے، خلقِ الٰہی پر جن کو حاکم مقرر کیا جائے وہ دیانتدار اور متقی ہونے چاہئیں۔ بدعقیدہ لوگوں کو ملک میں پنپنے نہیں دینا چاہیے، کیونکہ ایسے لوگ رعایا کو غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں۔

۴- چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کہ وہ انصاف سے پورا پورا کام لے، ماتحتوں کی کارگزاری کا بنظرِ عدل جائزہ لیتا رہے تاکہ ملک سے ظلم وستم کا نشان تک مٹ جائے۔

بس تم سب جو میرے جگر گوشے ہو یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم میں سے کسی نے عاجز اور لاچار کو ستایا تو میں ظالم کو اس کے ظلم کی پوری پوری سزا دوں گا۔

(تاریخ فرشتہ۔ ج:۱،ص:۲۸۲۔مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

جب بلبن لکھنوتی سے دہلی کے لیے روانہ ہونے لگے تو اس نے اپنے بیٹے بغرا خان کو جو نصیحتیں کیں ان میں سے چند (طوالت کے باعث) درج ذیل ہیں:

۱- ملک کی مہمات کو اپنے خیرخواہوں کے مشورہ کے بغیر سر نہ کیا جائے، سلطنت کے احکام جاری کرتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشوں کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے، حق کو اپنے نفس پر قربان نہ کیا جائے۔

۲- اپنے خدمت گاروں اور غلاموں کو جو حکمرانی کا لازمہ ہیں، بے التفاتی کا شکار نہ کرنا چاہیے، ان کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنا چاہیے، ان کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے اور جو کوئی اس کے خلاف ترغیب دے اسے اپنا دشمن سمجھ کر اس کی بات کا اعتبار نہ کرنا چاہیے۔

۳- ہمیشہ ایسے شخص کی حمایت کی جائے جس نے دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا ہو۔ (تاریخ فرشتہ۔ ج:۱،ص:۲۹۶۔مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

سلطان بلبن نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد سلطان (خان شہید) کو تنہائی میں بلا کر اسے کہا:

میری زندگی کا بہت بڑا حصہ بادشاہت اور حکومت کے کاموں میں گذرا ہے، اس وجہ سے میرے تجربات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے کچھ ایسی نصیحتیں کروں جن پر عمل کرنا ہر حکمراں کا فرض ہے۔ یہ نصیحتیں جو میرے بعد تیرے بہت کام آئیں گی، یہ ہیں:

۱- تم اپنی عظمت اور حکومت کی شان کو پوری توجہ کے ساتھ برقرار رکھنا، اپنی نفسانی خواہشوں کی تکمیل کے لیے بادشاہی قوت کو کبھی کام میں نہ لانا۔ تجھے جو کام بھی کرنا ہو وہ حق جل مجدہ کے لیے کرنا، اور شاہی خزانوں اور دفینوں کو جو دراصل عطیۂ الٰہی ہیں ہمیشہ اچھے کاموں میں صَرف کرنا، اور خلقِ الٰہی کی بھلائی کی طرف توجہ کرنا، دین کے دشمنوں کو پنپنے نہ دینا اور ان کی سرکوبی بڑی اچھی طرح کرنا تاکہ وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہیں۔

۲- جب حق تعالیٰ تجھے مخلوق کی سرداری یعنی بادشاہت عطا کرے، تو اس منصب کو آسان نہ سمجھنا۔ فرائض حکمرانی کو حق تعالیٰ کی نیابت سمجھنا اور یہ بہت مشکل چیز ہے۔ تم اس پاک اور بڑے کام کو ناشائستہ حرکات اور ناپسندیدہ عادات کی گندگی سے آلودہ نہ کرنا۔ کمینے اور رذیل لوگوں کی صحبت سے دور بھاگنا۔

۳- تم اپنے ملک کے حالات اور اپنے مقرر کردہ حاکموں کے افعال سے پوری طرح باخبر رہنا، اور ان حاکموں کو ہمیشہ یہ تاکید کرنا کہ وہ مستحسن افعال اور اعلیٰ عادات اختیار کریں۔

۴- ہمیشہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کو قاضی اور حاکم مقرر کرنا تاکہ رعایا انصاف اور دینداری کی برکتوں سے مستفید ہوتی رہے۔

۵- جاہ وحشمت اور شاہی رعب وداب اور بادشاہت کے تمام آداب ولوازمات کا خلوت وجلوت میں ہر جگہ خیال رکھنا اور کسی وقت بھی عیش کوشی اور بیکار کاموں میں مصروف نہ ہونا۔

۶- پاک طینت اور عالی ہمت لوگوں کو ہمیشہ انعام واکرام سے مالا مال کرنا، ان کی دلجوئی، اور خاطرداری پوری طرح کرنا، عقلمندوں اور اہلِ ہنر کی مدد اور ہمت افزائی کرتے رہنا، لالچی اور بے رحم لوگوں سے کبھی کسی بھلائی کی توقع نہ رکھنا، کیونکہ ملک اور مذہب کی بہتری اسی میں ہے کہ یہ لوگ سلطنت کے انتظامی اُمور سے علیحدہ رہیں۔

۷- عالی ہمتی اور بادشاہت دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں۔ دنیا کے تمام

عقلمندوں اور دانشوروں نے ان دونوں کو جڑواں بھائیوں سے تشبیہ دی ہے اور یہ کہا ہے کہ بادشاہ کی ہمت کو بھی تمام ہمتوں کا بادشاہ ہونا چاہیے، کیونکہ اگر بادشاہ کی ہمت اور عام لوگوں کی ہمت میں کوئی فرق نہ ہو تو پھر بادشاہ اور عام لوگوں میں بھی کوئی فرق باقی نہ رہے گا، بے ہمتی اور بادشاہت کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

۸- جس شخص کی تم ایک بار عزت کرو اسے چھوٹی سی خطا پر کبھی ذلیل نہ کرنا۔ اپنے ہمدردوں اور مخلصوں کو سوائے کسی ملکی ضرورت کے کبھی رنجیدہ نہ کرنا، اور اپنے سلوک سے دشمنوں کو دوست بنانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر کسی دشمن کو سیاست کے پنجے میں گرفتار کرنا ہو تو عاقبت اندیشی کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھنا۔ شرفاء کو تکلیف و اذیت دینے میں عجلت سے کام نہ لینا، اس لیے کہ ایسے لوگوں کی بے عزتی کا زخم آسانی سے نہیں بھرتا، اور پھر اس کی تلافی مشکل ہو جاتی ہے۔

۹- بدزبان لوگوں پر کبھی اعتبار نہ کرنا اور ان سے زیادہ تعلقات نہ بڑھانا۔ کیونکہ ایسے لوگوں کا اعتبار کرنے اور ان سے تعلقات رکھنے کی وجہ سے اطاعت گزار اور فرمانبردار غلاموں اور ہمدردوں میں خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حکومت کے کاموں میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جس کام کے پورا ہونے میں تمھیں شبہ ہو اس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالنا کیونکہ کسی کام کو ادھورا چھوڑ دینا بادشاہوں کے لیے بڑی ذلت اور رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔

۱۰- عقلمندوں اور دانشوروں کے بغیر کسی کام کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرنا، بادشاہ کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ رعایا کی اچھی بری بات سے واقف ہو اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر معاملہ میں وہ اعتدال سے کام لے۔ نیز غصہ کی تیزی نہ دکھائے، کیونکہ ایسے بادشاہ سے لوگوں کو نفرت ہو جاتی ہے۔ سستی اور غیر ضروری نرمی کو بھی پاس نہ پھٹکنے دے، کیونکہ اس سے سرکشوں اور باغیوں کی ہمت بڑھتی ہے اور رعایا بدامنی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہر وقت اپنی حفاظت کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ بادشاہ کی جان رعایا کے لیے ڈھال کا کام کرتی ہے اور اسے ہر طرح کے مصائب سے بچاتی ہے۔ اپنے دروازے پر ہمیشہ مخلص اور قابل اعتبار پاسبانوں کو مقرر کرنا، اپنے چھوٹے بھائی سے ہمیشہ محبت اور نرمی کا برتاؤ اور سلوک کرنا اور اسے دست و بازو سمجھنا۔ اس کی جاگیر کو اسی طرح بحال رکھنا اور کسی کے چغلی کھانے پر اس کے خلاف کسی قسم کی

کوئی کارروائی نہ کرنا۔ (تاریخ فرشتہ، ج:۱،ص:۲۹۳۔مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

امام التوحید فخر الاولیاء والعلماء حضرت مجدد الف ثانی سیّد احمد سرہندیؒ

مجدد الف ثانی کی وصیت ملّا حاجی محمد لاہوری کے نام

۱۔ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں مگر ان کا علم ان کے اپنے حق میں نافع نہیں ہے۔ یہ علماء پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس کے ساتھ لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر کا پتھر ہی رہ جاتا ہے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۳۳)

۲۔ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا حق جل مجدہ کی رضامندی حاصل ہوگئی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔ پس شریعت، دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۳۶)

شیخ فریدؒ کے نام

۳۔ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر شیعہ لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ﴾۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحاب رضی اللہ عنہم کی ہے۔ اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۵۴)

۴۔ نجات کا طریق، افعال و اقوال اور اُصول وفروع میں فرقۂ ناجیہ اہلسنّت و الجماعت کی متابعت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ کرے اور اس کے سوا جتنے فرقے ہیں سب زوال کے مقام اور ہلاک کے کنارہ پر ہیں۔ آج اس بات کو خواہ کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے روز ہر ایک جان لے گا اور اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ (مکتوب، ج:۱ص:۶۹)

مرزا بدیع الزماں کے نام

۵۔ صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کو لازم پکڑیں اور دنیا کی زیب و زینت کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور اس کے ہونے یا نہ ہونے کی پروانہ کریں کیونکہ دنیا حق جل مجدہ کی دشمن اور مبغوضہ ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کچھ قدر نہیں، پس مناسب ہے کہ بندوں کے نزدیک اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہو، اس کی بے وفائی کا قصّہ مشہور ہے بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے۔ پس گزشتہ مردہ اہلِ دنیا سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سیّد المرسلین ﷺ کی تابعداری کی توفیق بخشے۔ آمین

بہادر خان کے نام

۶۔ ظاہر کو شریعت کی روشنی سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق جل مجدہ کے ساتھ رکھنا بڑا کام ہے۔ آج ان دونوں نسبتوں کا جمع کرنا بلکہ صرف ظاہرِ شریعت پر استقامت کرنا بھی مشکل ہے اور سرخ گندھک سے زیادہ نایاب ہے۔ حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے سیّد اوّلین و آخرین ﷺ کی متابعت پر ظاہری باطنی استقامت عطا فرمائے۔ آمین

ملا طاہر بدخشی کے نام

۷۔ جو کچھ ہم فقیروں پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل ومحتاج اور عاجز اور روتے اور التجا کرتے رہیں۔ بندگی کے وظیفوں کو بجالائیں۔ شرعی حدود کی محافظت اور سنت سنیّہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کی متابعت کریں اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں نیتوں کو درست رکھیں اور اپنے باطنوں کو خالص اور اپنے ظاہروں کو سلامت رکھیں اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں۔ اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے

انتقام سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں، اگر چہ بہت ہوں اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں اگر چہ تھوڑی ہوں اور خلقت کی قبولیت کی اور شہرت سے ڈرتے رہیں۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۱۷۱)

ملا شکیبی اصفہانی کے نام

۱۔ میرے مخدوم عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا، اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہوا، اور عمر کا نکمّا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں، کل کون سا منہ لے کر ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے جائیں گے اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خوابِ خرگوش کب تک رہے گی، اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اُٹھا دیں گے اور غفلت کی روئی کانوں سے دور کر دیں گے لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنا لینا چاہیے۔ ’’واشوقا‘‘ کہتے ہوئے مرنا چاہیے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۲۱۰)

۹۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقۂ ناجیہ یعنی اہلسنّت و جماعت کے طریقۂ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقائد کے اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی اور نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے سیدھے راستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا ہے تو اس کی محبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۲۱۳)

مخدوم زادہ خواجہ محمد عیسیٰؒ کے نام

۱۰۔ سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز سلّمہٗ اللہ تعالیٰ اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنیّہ کی تابعداری کریں اور بدعتِ ناپسندیدہ سے بچیں۔ اسلام دن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے زیادہ تر غریب ہوتے جائیں گے۔ حتی کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ "وَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ" اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند شخص وہ ہے جو غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرے۔ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ (مکتوب، ج:۲،ص:۲۳)

خواجہ محمد گداؒ کے نام

۱۱۔ سب سے بہتر نصیحت جو اخی خواجہ گدا کو کی جاتی ہے یہ ہے کہ عقائد کلامیہ کے درست کرنے اور فقہی احکام کے بجالانے کے بعد ہمیشہ ذکرِ الٰہی جل شانہ میں مشغول رہیں۔ جس طرح کہ آپ نے سیکھا ہے وہ ذکر اس قدر غالب آجائے کہ باطن میں مذکور کے سوا کچھ نہ چھوڑے اور مذکور کے سوا تمام چیزوں کا علمی اور حبّی تعلق دور ہو جائے اس وقت دل کو ماسوی کا نسیان حاصل ہو جاتا ہے اور غیر کی دید و دانش سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اگر تکلف و بناوٹ سے بھی اس کو اشیاء یاد دلائیں تو اس کو یاد نہیں آتیں اور ان کو پہچان نہیں سکتا۔ ہمیشہ مطلوب میں فانی اور مستغرق رہتا ہے۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے اس راستے میں ایک قدم طے ہوتا ہے۔ کوشش کریں کہ اس ایک قدم میں بھی کوتاہی واقع نہ ہو اور غیر کی دید و دانش ہی میں گرفتار نہ رہیں۔ (مکتوب، ج:۲،ص:۴۹)

خانِ خاناں کے نام - ورع و تقویٰ کی حقیقت

۱۲۔ علمائے ربّانی فرماتے ہیں کہ جب تک انسان ان دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کر لے تب تک کامل ورع حاصل نہ ہوگا: (۱) زبان کو عیب سے بچائے، (۲) بدظنی سے بچے،

(۳) مسخرہ پن یعنی ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرے، (۴) حرام سے آنکھ بند رکھے، (۵) سچ بولے، (٦) ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کا احسان مانے۔ تا کہ اس کا نفس مغرور نہ ہو، (۷) اپنا مال راہِ حق میں خرچ کرے اور راہِ باطل میں خرچ کرنے سے بچے، (۸) اپنے نفس کے لیے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے، (۹) نماز کی محافظت کرے، (۱۰) سنت و جماعت پر استقامت اختیار کرے۔ اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہوجائے اور تمام محرمات اور مشتبہات سے ورع وتقویٰ حاصل ہوجائے تو بڑی اعلیٰ دولت اور نعمت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض محرمات سے بچنا بھی غنیمت ہے۔ شاید ان بعض کی برکات وانوار بعض دوسروں میں بھی اثر کر جائیں اور تمام گناہوں سے توبہ وورع کی توفیق نصیب ہوجائے۔ (مکتوب، ج:۲،ص:٦٦)

محمد مراد تو ربیگی کے نام

۱۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ! ایسا نہ ہو کہ یارانِ نیک انجام بچوں کی طرح دنیائے کمینی کی بیہودہ زیب و زینت اور نمّی سج دھج پر جو بظاہر طراوٹ و حلاوت رکھتی ہے، فریفتہ ہوجائیں۔ دشمن لعین کے ورغلانے سے مباح کو چھوڑ کر مشتبہ میں اور مشتبہ سے حرام میں جا پڑیں اور اپنے مولیٰ جل شانہ سے خجل اور شرمندہ ہوں۔ توبہ وانابت میں قدم راسخ رکھنا چاہیے اور منہیاتِ شرعیہ کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے۔

نصیحت ہے تجھ سے یہی سر بسر
کہ لڑکا ہے تو اور رنگیں ہے گھر

حق تعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے اپنے بندوں پر مباحات کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ وہ شخص بہت ہی بد بخت ہے جو اپنی تنگدلی کے باعث اس وسعت کو تنگ خیال کر کے اس دائرۂ وسیع کے باہر قدم رکھے اور حدودِ شرعیہ سے نکل کر مشتبہ اور حرام میں جا پڑے۔ حدودِ شرعیہ کو لازم پکڑنا چاہیے اور ان حدود سے سرِمو تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ (مکتوب، ج:۲،ص:۸۱)

قلیج اللہ ابن قلیج محمد خان کے نام

اے فرزند! دنیا محلِ آرائش و امتحان ہے۔اس کے ظاہر کو رنگ برنگی کی باطل ٹیپ ٹاپ سے مزین اور اس کی صورت کو وہمی خال و خط اور زلف و خد سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ دنیا دیکھنے میں شیریں اور تر و تازہ نظر آتی ہے لیکن فی الحقیقت یہ ایک مردار ہے جس کو عطر آلود کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک کوڑا گھر ہے جو مکھیوں اور کیڑے سے پُر ہے۔ایک سراب ہے جو آب نما ہے، ایک شکر ہے جو زہر میں ملی ہوئی ہے۔اس کا باطن سراسر خراب و ابتر ہے۔اس گندگی کے باوجود اس کا معاملہ اپنے لوگوں سے انتہائی برا ہے۔اس دنیا کا فریفتہ (درحقیقت) دیوانہ اور جادوزدہ ہے۔اس کی محبت میں جو گرفتار ہے وہ مجنون اور فریب خوردہ ہے۔جو شخص اس کے ظاہر پر لٹو ہے وہ ابدی خسارے کے داغ سے داغدار ہے اور جس نے اس (ظاہری) حلاوت وطراوت پر (للچائی ہوئی) نظر ڈالی سرمدی ندامت اس کے حصّے میں آئی۔ (اقوالِ سلف، ج:۴،ص:۲۲۶،مشائخ نقشبندیہ،ص:۱۱۵،مکتوب،ص:۷۳)

بنام میر محمد نعمان

میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے ؛ ایک عبادت کے طریق پر، دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعتِ منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں، کیونکہ یہ دین میں نئی بات ہے، جو مردود ہے اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعتِ منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں، کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا اور اس کا ہونا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے خلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ہونا ظاہر ہے، البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔(دفتر اول،مکتوب، ۲۳۱)

۱۴۔ فرزندانِ عزیز! ابتلا کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہوتا ہے لیکن اگر فرصت دیں تو غنیمت ہے۔تم کو اب فرصت مل گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی حمد بجالا کر اپنے کام میں لگے رہو۔اور ایک دم بھی فراغت و آرام اپنے لیے پسند نہ کرو اور تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مشغول رہو۔ (۱) قرآن مجید کی تلاوت کرو (۲) یا لمبی نماز ادا کرو (۳) یا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی تکرار کرتے رہو۔

کلمہ لا الٰہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی نفی کرنی چاہیے اور اپنی تمام مرادوں اور مقصدوں کو دفع کرنا چاہیے کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے بلکہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور متخیّلہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے۔تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔اپنی مراد کا طلب کرنا گویا اپنے مولیٰ کی مراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔اس امر میں اپنے مولیٰ کی نفی اور اپنے مولیٰ بننے کا اثبات ہے۔اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کر کے اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کرو تاکہ تمام ہوا و ہوس سے کامل طور پر پاک ہو جاؤ اور طلبِ مولیٰ کے سوا تمھاری کوئی مراد نہ رہے .... یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلا و ابتلا کے زمانے میں بڑی آسانی سے میسر ہو جاتا ہے اور اس زمانے کے سوا ہوا و ہوس سدِ سکندری ہے۔

گوشہ میں بیٹھ کر اس کام میں مشغول رہو کہ اب فرصت غنیمت ہے۔ فتنے کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کر لیتے ہیں اور فتنہ کے زمانے کے سوا سخت ریاضتیں اور مجاہدے درکار ہیں۔ اطلاع دینا ضروری ہے۔شاید ملاقات ہو یا نہ ہو۔ یہی نصیحت ہے کہ کوئی مراد ہوا و ہوس نہ رہے۔ اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو۔ اور اسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو، باقی احوال چونکہ یہ جہانِ فانی اور گزرنے والا ہے کیا لکھے جائیں۔چھوٹوں پر شفقت رکھو اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دو۔اور جہاں تک ہو سکے تمام اہلِ حقوق کو ہماری طرف سے راضی کرو اور ایمان کی سلامتی کی دعا سے مدد و معاون رہو۔ بار بار یہی لکھا جاتا ہے کہ اس وقت کو بیہودہ امور میں ضائع نہ کرو اور ذکرِ الٰہی کے سوا کسی کام میں مشغول نہ ہو، اب کتابوں کے مطالعے اور طلبہ کے تکرار کا وقت نہیں ہے۔ اب ذکر کا وقت ہے۔تمام نفسانی خواہشوں کو جو

جھوٹے خدا ہیں، 'لا' کے نیچے لا کر سب کی نفی کر دو اور کوئی مراد و مقصود سینے میں نہ رہنے دو۔ حتیٰ کہ میری خلاصی بھی جو کہ تمھارے لیے نہایت ضروری ہے، تمھاری مراد و مطلوب نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ کی تقدیر اور فعل اور ارادہ پر راضی رہو اور کلمہ طیبہ کے اثبات کی جانب میں غیب ہویت کے سوا جو تمام معلومات و متخیّلات کے وراء الوریٰ ہے، کچھ نہ رہے۔ حویلی و سرائے و چاہ و باغ اور کتابوں اور دوسری تمام اشیا کا غم سہل ہے۔ ان میں سے کوئی چیز تمھارے وقت کی مانع نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمھاری کوئی مراد و مرضی نہ رہے۔ ہم اگر مر جاتے تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں۔ بہتر ہے کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں تا کہ کوئی فکر نہ رہے۔

اولیاء نے ان امور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ ہم حق تعالیٰ کے اختیار سے ان امور کو چھوڑ دیں اور شکر بجا لائیں۔ اُمید ہے کہ مخلَصین (بفتح لام) میں سے ہو جائیں گے۔ جہاں تم بیٹھے ہو اسی کو اپنا وطن خیال کرو۔ چند روزہ زندگی جہاں گزرے یادِ حق میں گزر جائے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے، اس کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ رہو اور اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔ باقی رہی ایک دوسرے کی ملاقات اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہو رہے گی۔ ورنہ اس کی تقدیر پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دار السلام میں سب جمع ہوں اور دنیوی ملاقات کی تلافی کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آخرت کے حوالے کریں۔ الحمد للہ علی کل حال۔ (مکتوب، ج:۳، ص:۲)

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کے نام

۱۵) جمعیت کے ساتھ رہو اور اپنی تمام ہمت کو حق تعالیٰ کی رضامندی کے حاصل کرنے میں صرف کرو۔ فراغت و آرام طلبی کو چھوڑو اور حظِ نفس کے پیچھے نہ پڑو اور اہل و عیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت اختیار نہ کرو۔ ایسا نہ ہو اس ضروری کام میں فتور پڑ جائے۔ پھر ندامت و مایوسی کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس صحبت و دولت کو غنیمت سمجھو اور ضروری اُمور میں عمر بسر کرو۔ (پھر چند سطر بعد رقم طراز ہیں) اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تم کو ضائع نہ چھوڑے گا اور قبول فرمالے گا لیکن اس سے ڈرتے رہنا چاہیے اور لہو و لعب میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو صحبت کی دوری تاثیر کر جائے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا و تضرّع کرتے رہو اور اہلِ حقوق کے ساتھ بقدر ضرورت میل جول رکھو اور ان کی خاطر و تواضع بجا لاؤ اور مستورات کے ساتھ وعظ و

نصیحت سے زندگی بسر کرو اور ان کے حق میں امرِ معروف اور نہیٔ منکر سے دریغ نہ رکھو اور تمام اہلِ خانہ کو نماز و صلاح و احکامِ شرعی کے بجالانے کی ترغیب دیتے رہو۔ ''فَاِنَّکُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنْ رَعِیَّتِکُمْ'' حق تعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے، اس کے موافق عمل بھی نصیب کرے اور اس پر استقامت بخشے۔ آمین۔ (مکتوب، ج:۳،ص: ۸۵)

وصیت قبل وصالِ حق

عمر کا ۶۳ سال ہوا۔ سال کے اخیر میں عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد مجدد صاحب نے مطلع فرمایا کہ میرے لیے دنیا سے کوچ کرنے کا وقت نزدیک آ گیا ہے۔ میری عمر نبی کریم ﷺ کی عمر کے مطابق ۶۳ سال ہوچکی ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ قرآن اور سنتِ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنا۔ علماء و بزرگوں کی فرمانبرداری کرنا۔ البتہ شرع کے مخالف علماء کے نزدیک نہ پھٹکنا۔ جو فقراء وحدتِ وجود کے قائل ہیں اور سماع کو پسند کرتے ہیں وہ جھوٹے مدعی ہیں۔ ذکر و مراقبہ جاری رکھنا۔ عبادت کثرت سے کرنا۔ جو شخص شریعتِ محمدی کا مخالف ہو، کشف و کرامات ظاہر کرے تو اسے حق پر نہ سمجھنا۔ درحقیقت ایسے لوگوں کو معرفتِ الٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔ جو کام میں چھوڑ رہا ہوں اس پر عمل کرنا تاکہ تمھیں نجات نصیب ہو اور علمِ باطنی میں حصہ ملے۔ میرے فرزندوں کی عزّت اور ان سے دعا اور توجہ کے لیے درخواست کرنا۔

میری تجہیز و تکفین سنت کے مطابق کرنا۔ کوئی شخص میرے ستر کو نہ دیکھے۔ میرے غسل کے وقت فرزندوں اور دو بڑے خلفاء کے سوا کوئی میرے نزدیک نہ آئے۔ اس کے بعد نمازِ تہجد کھڑے ہوکر ادا کی۔ پھر نمازِ فجر باجماعت ادا کی۔ بعدہ نمازِ اشراق ادا فرمائی اور اس وقت کی دعائیں اور وظیفے کا ورد بھی کیا۔ پھر فرمایا برتن لاؤ، پیشاب کی حاجت ہے۔ برتن لایا گیا، اس میں ریت نہ تھی۔ پھر ریت ڈالی گئی تب آپ نے فرمایا کہ اتنی فرصت نہیں کہ پیشاب کروں اور پھر تازہ وضو کروں، اب تو میں وضو سے ہوں اور مجھے فرش پر لٹا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رُخ قبلہ کی طرف تھا اور دایاں ہاتھ رُخسار کے نیچے تھا۔ ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ چند لمحوں بعد اللہ اللہ کہتے ہوئے وصالِ حق ہوگیا۔ منگل کے دن ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

آخری وفیصلہ کن بات

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو سارے مقامات کی سیر کرنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچا تم پہلے پہنچ جاؤ۔ یعنی پہلے دن اس بات کا ارادہ کرلو کہ نبی ﷺ کی جتنی سنتیں ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر اس کی برکت اور نورانیت دیکھو گے پھر زندگی کا لطف دیکھو گے۔ (اصلاحی خطبات، ص:۲۱۲، مشائخ نقشبند، ص:۱۱۴)

تمام شریعت کا خلاصہ-حضرت مجددؒ

پوری شریعتِ اسلامیہ کا خلاصہ 'ضبطِ نفس' اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھنا ہے۔ یعنی خواہشاتِ نفس کو مطالباتِ شریعت کے تابع کردے پھر آہستہ آہستہ اس پر ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ مطالباتِ شریعت خواہشات کی طبیعت بن جائے۔ نفس کو شریعت پر عمل کیے بغیر چین نہ آئے۔

رضائے الٰہی صرف اتباعِ شریعت میں ہے، ماموارت کا اہتمام ہو، محرمات و منہیات سے اجتناب ہو، حلم و تقویٰ، حسنِ خلق کی توفیق ہو۔ ناگواریوں پر صبر اور موافق حالات اور انعامات پر شکر کی عادت ہو۔ معاصی پر توبۂ نصوح بلا تاخیر ندامت کے ساتھ ہو۔ ہر عمل بخلوص و صدق ہو۔ غصہ پاس نہ آئے۔

جس آدمی کو ندامت کے ساتھ گناہوں پر توبہ کی توفیق مل جائے اور پھر وہ گناہوں کو بھول جائے یا گناہ بھلا دیے جائیں۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ توبہ قبول ہو چکی ہے۔

(اصلاح افروز بیانات، ص:۱۳۹)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ ملقب بہ عروۃ الوثقیٰ

(ولادت ۱۰۰۷ھ، وفات: شنبہ کے دن، ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ)

۱) اچھے اعمال تو نیک اور فاجر دونوں کر لیتے ہیں لیکن معاصی سے بچنے کا اہتمام صدیق کا کام ہے۔ (اقوال سلف، ج:۳، ص:۱۴۹)

۲) مدارِ کار اتباعِ شریعت پر ہے اور معاملۂ نجات پیرویٔ نقشِ قدم رسول اللہ ﷺ سے مربوط ہے۔ مُحق و مُبطل میں امتیاز پیدا کرنے والی چیز اتباعِ پیغمبرؐ ہی ہے، زہد و توکل اور تبتّل بغیر

اتباعِ رسولؐ کے نامعتبر ہیں۔اذکار وافکار اور اشواق واذواق بےتوسل سرکار دو عالم ﷺ غیر مفید ہیں۔خوارق و عادات کا دارو مدار بھوک اور ریاضت پر ہے، اس کو معرفت سے کیا تعلق؟

۳) دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیے۔حق تعالیٰ کی جائے نظر یعنی دل کو مخلوق کے منظر سے زیب و زینت میں کمتر نہیں کرنا چاہیے۔دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے، لہٰذا ذکر و فکر میں مداومت کریں اور سبقِ باطن کو عزیز رکھیں۔(اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۱۵۳)

۴) اپنے اوقات کو ذکر وفکر سے معمور اور آباد رکھو اور باطن کو روشن کرنے میں کوشش کرو۔اس لیے کہ وہی نظرِ مولیٰ کا محل ہے اور یہ سمجھ لو کہ تنویرِ باطن کا تعلق ان امور کے ساتھ ہے: دوامِ ذکر، مراقبہ، وظائفِ بندگی کی ادائیگی یعنی ادائے فرض وسنن و واجبات نیز دیگر بدعات و دیگر محرمات ومکروہات سے اجتناب۔ چنانچہ جو شخص جس قدر بھی اتباعِ سنت اور عمل بالشریعت اور اجتنابِ بدعت میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا ہی زیادہ اسے نورِ باطن حاصل ہوگا اور حق تعالیٰ کی راہ اس پر کھلے گی۔ بلاشبہ اتباعِ سنت نجات دینے والی چیز ہے بہرصورت نفع بخش اور درجات کو بلند کرنے والی، اس میں خلاف کا احتمال ہی نہیں ہے، لیکن اس کے ماسوا جو چیزیں ہیں اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے بلکہ وہ شیطانی راستہ ہے لہٰذا ان سے بہت اجتناب کرو اور احتیاطِ کلّی رکھو، اس لیے کہ حق کے بعد بجز گمراہی کے اور رہ بھی کیا جاتا ہے۔ دینِ متین کو جو وحی قطعی سے ثابت ہے محض لغو باتوں اور اوہام وخیالات سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔(اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۱۶۱)

۵) میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ قرآن وحدیث واجماعِ اُمت واقوالِ مجتہدین پر عمل کرنا اور فقراء خلاف شرع سے پرہیز رکھنا۔(خزینہ معرفت،۱۰۲)

ملا جمال الدین کے نام

چاہیے کمر ہمت کو احکامِ شرعیہ کی انجام دہی کے لیے چست باندھیں۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ وطریقہ بنائیں۔سننِ متروکہ کے زندہ کرنے کو زبردست کام سمجھیں۔ ہر وارد جو قلب پر گزرے اس کے چھپانے میں کوشش کریں۔ وقائع اور منامات پر اعتماد نہ کریں۔ اگر خواب میں بادشاہ یا قطبِ وقت ہو جائے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ بادشاہ اور قطبِ وقت وہ ہے جو خارج میں منصبِ بادشاہت اور منصبِ قطبیت پر فائز ہو۔اگر بالفرض خارج میں بھی کوئی

بادشاہ ہوگیا اور کائنات اس کی مسخر ہوگئی تو کون سی بزرگی اس کو حاصل ہوگئی اور کون سا عذابِ گور (قبر) اور عذابِ قیامت اس سے رفع ہوجائے گا۔ بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی جانب التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ فنائے نیستی اور سترِ واردات میں کوشش کرتے ہیں۔ (مکتوب، ۱۷۷۔ مشائخ نقشبند، ص: ۱۲۱)

ملا قاسم کے نام

مخدوما! نماز معراجِ مومن ہے۔ جو حالت اس کی ادائیگی کے وقت رونما ہوگی وہ حالت معراجیہ کے ساتھ مناسبت رکھے گی اور تمام دیگر حالات سے ممتاز ہوگی۔ تمام احوال کو نماز کے مقابلے میں وہ نسبت حاصل ہے جو صورت کو حقیقت کے مقابلے میں۔ مثال کے طور پر دیکھو، جو صورت آئینے میں نظر آرہی ہے اس کو اپنے اصل سے کیا مساوات حاصل ہے۔ سوائے مماثلتِ صوری و مشارکتِ رسمی کے اور کچھ بھی نہیں، جس قدر بھی تکمیلِ نماز میں کوشش، رعایتِ سنن و آداب میں جدوجہد اور تطویلِ قرأت و رکوع و سجود میں سنت کی موافقت کروگے فیوض و برکاتِ نماز اسی قدر وارد ہوں گے۔ نماز کا حسن و جمال اور کمال زیادہ سے زیادہ ظہور پذیر ہوگا۔

(مکتوب ۵۸، مشائخ نقشبند، ص: ۱۲۲)

مکتوب بنام محمد عاشور بخاری

حضرت حق جل مجدہ تم کو گرفتاری ماسوا سے کلیتہً آزاد کرے، مدارجِ قرب میں ترقیات بخشے اور برکاتِ کلمہ طیبہ سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے یہاں یہ امر مسلّم ہے کہ 'تنویر باطن' کے لیے اس کلمۂ مبارکہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اس کے جزوِ اوّل سے 'سالک مستعد' مطلوب حقیقی کے ماسوئی کی نفی اور جزوِ ثانی سے معبودِ برحق کا اثبات ہے اور یہی تمام سلوک کا خلاصہ ہے۔

تا بجاروبِ لا نروبی راہ
نرسی در سرائے الا اللہ

ترجمہ: جب تک تو لا الٰہ کے جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کرے گا الا اللہ کے سرائے میں پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

مخدوما! کتبِ شرعیہ اور احادیثِ نبویہ علی وجہِ الکمال تہذیبِ اخلاق کی ضامن ہیں۔

بمقتضائے شریعت غرّاعمل کرو اور سننِ مصطفیٰ ﷺ کو تمام امور میں پیشوا قرار دو، نجاتِ اخروی اور درجاتِ قربِ الٰہی کا وصول اسی سے وابستہ ہے۔ تعمیرِ اوقات میں انتہائی سعی کرو کیونکہ وقت بہت ہی زیادہ عزیز شئے ہے۔ یہ لایعنی امور میں صرف نہیں ہونا چاہیے۔ مخلوق سے میل جول بقدر ضرورت ہو، قدرِ حاجت سے زائد ملنا جلنا اس راہ میں درندۂ مہلک ہے۔ شب زندہ داری اور گریۂ سحری کو غنیمت شمار کرو۔ لذاتِ فانیہ میں کھپ جانے سے بچتے رہو۔ یہ امر باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اچھی طرح انجام دو۔ اس میں کوتاہی نہ ہونا چاہیے۔ طعام، مقام اور کلام میں حدِ اوسط کی رعایت کرنا چاہیے۔ (مشائخ نقشبند، ۱۲۳)

سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وصایا

سلطنت کا قیام انصاف سے ہوتا ہے۔ ملک و مال کی زیادتی، بہادری اور سخاوت سے ہے۔ عالم اور فاضل حضرات کے ساتھ صحبت رکھنا۔ جاہلوں سے پرہیز کرنا عقلمندی کی نشانی ہے۔ اپنے عقائد پر عمل کرنا۔ مصیبت کے وقت مستقل مزاج رہنا۔ تدبیر سے خوش، تقدیر پر شا کر رہنا۔ خاندانوں کے دائمی قیام کی بنیاد یتیموں پر رحم کرنے، محتاجوں کی حاجت روائی سے گریز نہ کرنے پر ہے۔ ملکی کام وزیروں کے صلاح مشورے سے انجام پاتے ہیں، فتح و کامرانی فقیروں کی دعا سے اور تندرستی دردمندوں کا درد دور کرنے سے نصیب ہوتی ہے۔ مجرموں کے قصور معاف کر کے اللہ کی بارگاہ سے رحمت کی اُمید رکھنی چاہیے۔

جب سلطانؒ کا آخری وقت قریب آیا تو یہ وصیت صاحبزادوں کو ارسال کی:

بڑھاپا آ گیا، کمزوری زیادہ ہوگئی۔ اعضاء میں قوت نہیں رہی۔ دنیا میں یگانہ وتنہا آیا تھا، اب سب سے بیگانہ جا رہا ہوں۔ مجھے اپنے آپ کی خبر نہیں کہ کون ہوں اور کس کام کے قابل ہوں، جو دم عبادت کے بغیر گذرا، اس کا افسوس باقی ہے۔ حکومت و رعایا پروری مجھ سے نہ بن پائی۔ قیمتی عمر مفت میں ضائع ہوگئی۔ گھر کا مالک (اللہ تعالیٰ) تو موجود ہے، لیکن میں اپنی تاریک آنکھ سے اس کی روشنی نہیں دیکھتا، زندگی پائیدار نہیں۔ گذرے ہوئے دم کی نشانی ظاہر نہیں، اور مستقبل کے متعلق کچھ نہیں۔ سب نے جدائی اختیار کی۔

لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم پر بھی ایک حاکم اعلیٰ ہے۔ میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا تھا، مگر افسوس گناہوں کا بوجھ ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر نظر اور اس کی رحمت سے قوی اُمید ہے لیکن اپنے اعمال و افعال کو دیکھتے ہوئے ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے۔ اگر چہ پروردگار اپنے بندوں کی حفاظت کرے گا، ظاہری حالت پر نظر رکھتے ہوئے فرزندوں پر بھی واجب ہے کہ خلقِ الٰہی اور مسلمان ناحق نہ مارے جائیں۔

فرزند زادہ بہادر کو آخری دعا کہہ دیں، ہم نے رخصت کے وقت اس کو نہ دیکھا۔ شوق باقی رہا۔ بیگم نواب بائی والدہ کام بخش اگر چہ رنجیدہ خاطر ہے لیکن دلوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ عورتوں کی کوتاہ اندیشی ناکامی کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں رکھتی۔ الوداع، الوداع، الوداع۔

نیز وصیت فرمائی کہ:-

۱- اس گناہ گار کو غرقِ معاصی کو تربتِ مقدسہ مطہرہ چشتیہ سلام کے قریب دفن کریں، اس لیے کہ گناہوں کے دریاؤں میں ڈوبے ہوئے کو اس درگاہ غفران پناہ سے التجا کرنے کے سوا کچھ اور ٹھکانہ نہیں۔

۲- مبلغ چودہ روپیہ بارہ آنے جو ٹوپیوں کی سلائی کے عالیہ بیگم محلدار کے پاس جمع ہیں، وہ ان سے لے کر مجھ بیچارے کے کفن میں صَرف کریں، اور جو مبلغ تین سو روپیہ قرآن کی لکھائی کے صرفِ خاص میں ہیں، وہ انتقال کے دن محتاجوں کو دیں۔ اس لیے کہ کلام مجید کی لکھائی میں حرمت کا شبہ ہے، میرے کفن میں یہ روپیہ صَرف نہ کریں۔

۳- اگر اور ضرورت ہو تو بادشاہ عالی جاہ کے وکیل سے لیں، کیونکہ اولاد میں یہی قریب ترین وارث ہیں۔ حلت و حرمت ان کے ذمہ ہے، مجھ بیچارے سے باز پرس نہیں، کہ مردہ بدست زندہ۔

۴- اس سرگشتۂ بیابان گمراہی کو ننگے سر دفن کریں کہ گناہ گار تباہ روز کو دربار عظیم الشان اللہ تعالیٰ کے روبرو ننگے سر لے جانے سے نظر رحمت زیادہ ہوگی۔

۵- میرے تابوت پر گاڑھے یعنی گزی کی چادر ڈالیں، اور امیروں کی بدعت سے پرہیز کریں۔

حضرت شاہ میر بادشاہ بخاریؒ کی وصایا

اللہ اکبر! جب کسی شخص پر موت کی علامات و آثار ظاہر ہوں، چاہیے کہ گناہوں سے توبہ کرے، استغفار پڑھے، اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے، اس وقت اس کے پاس دیندار پاک لوگ رہیں، ہر کس و ناکس کو وہاں آنے نہ دیں۔ شور و پکار، قصے کہانیاں، فضول باتیں نہ کریں۔ خوشبو مہکائیں، مکان اور بیمار کا بستر اور لباس پاک و صاف رکھیں، کلمہ طیبہ، سورۂ یٰسین اور قرآن شریف پڑھیں لیکن بیمار کو کچھ نہ کہیں۔ جب روح جسم سے پرواز کر جائے تو لباس بدل ڈالیں، آنکھیں بند کر دیں، ٹھوڑی باندھ دیں۔

اور تجہیز و تکفین میں زنہار، زنہار تاخیر نہ کریں۔ بہت جلدی کریں۔ پہلے گرم پانی سے جس میں کافور، ریٹھا اور بیر کی پتیاں ڈال کر گرم کیا گیا ہو، جسم تر کر کے بہت آہستگی سے تمام جسم مل کر میل کچیل دور کر دیں، ذرا سا بٹھلا کر اور نرمی کے ساتھ پیٹ مَلیں تا کہ کچھ کثافت خارج ہو جائے۔ پھر اچھی طرح سے دھو کر پاک کر دیں۔ پھر وضو کرائیں اور غسل دیں۔

غسل دینے والے چار پانچ اشخاص کے سوا کسی اور کو غسل کی جگہ نہ آنے دیں۔ پردے میں نہلائیں، پردے کا اہتمام کریں۔ غسل دینے والے بھی میت کی ستر کو نہ دیکھیں۔ اگر میت میں کوئی عیب پایا جائے تو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ بہت احتیاط و ہوشیاری سے غسل دیں۔ طہارت میں کوئی کمی نہ آنے دیں، پھر کفن پہنائیں۔ جو لوگ دیکھنا چاہیں اُن کو دکھائیں اور ان کو دیکھنے کی دعوت نہ دیں۔ غسل و کفن سے پہلے نہ دِکھائیں۔ اس لیے کہ اس وقت روح نکلنے پر کچھ تغیر ہوتا ہے۔

جنازے کی مسہری کو دھولیں، عود کا دھواں دے کر تیار رکھیں پھر میت کو لٹا کر لے جائیں۔ میت کو شال دوشالہ نہ اُڑھائیں، نماز جنازہ کسی نیک دل مقدس شخص سے پڑھوائیں۔ دفن فوراً کر دیں اور فاتحہ سے نہ بھولیں۔

اے فرزند ارجمند! یہ بات خوب یاد رکھو کہ جب میں مَر جاؤں ہرگز ہرگز تم نہ رونا اور نہ غم کرنا، بلکہ خوشی خوشی بہت جلد تجہیز کر دینا۔ نمازِ جنازہ کے بعد کڑپے میں جد امجد کی مسجد حضرت

شاہ سیّد ثانی کے صحن میں جو قبر میں نے تیار کرا رکھی ہے، اس میں دفن کرنا۔ کسی کی بات خواہ کچھ بھی کہے، ہرگز ہرگز نہ سننا اور میرے حکم پر عمل کرنا۔ یاد رکھو! بیٹا وہی ہے جو باپ کا کہنا مانے، ورنہ بیٹا کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ میرے کہنے پر ضرور عمل کرو ورنہ اللہ نہ کرے، دین و دنیا دونوں میں تم کو پچھتانا پڑے گا، میرے کفن کے لیے روپیہ موجود ہے، کسی دوسرے کا نہ لگانا۔ میت کا اشتہار نہ دینا، نہ کسی کو آؤ کر کے بلانا۔ نہ مت آؤ کہہ کر روکنا۔ نہ جنازہ شہر میں گھمانا۔ نہ دکانیں بند کرانا، نہ کسی دوسری مسجد میں لے جانا، نہ کسی کا انتظار کرنا۔

اللہ عزوجل بہ طفیل شہ رسلؐ تمھیں نیک توفیق عطا فرماوے اور راہِ راست پر چلاوے، اور دین و دنیا میں ہمیشہ خوش وخرم رکھے، آمین، بحق طٰہٰ ویٰسین۔

الراقم عبدالحق عرف شاہ میر بادشاہ عفی عنہ اللہ التقصیر، المرقوم یازدہم محرم الحرام بروز دوشنبہ، ۱۳۵۴ھ۔ (وصایا، ص: ۵۵-۵۷)

حضرت مولانا سیف الدین والد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۱) باخلق چہ کار است کار باخدا است۔ میاں! مخلوق سے کیا کام۔ کام تو دراصل اللہ تعالیٰ سے ہے۔

۲) لذتِ دنیا کی نوعیت لذتِ احتلام کی سی ہے۔ ایک لمحے میں فنا ہو جاتی ہے مگر اس کی کثافت و کدورت باقی رہ جاتی ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۸۳)

۳) میں ہر دروازے سے اللہ کے پاس پہنچنا چاہا مگر ہر دروازہ پر بہت زیادہ ہجوم پایا تو میں ذِلت و انکسار کے دروازے پر پہنچا اس کو میں نے خالی پایا اور اسی سے واصل ہو کر اپنے مطلوب کو پایا اور دوسرے طالب ابھی دروازوں ہی پر کھڑے تھے۔ (ایضاً، ج:۳، ص:۸۴)

نصیحت بنام فرزند شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۱) چاہیے کہ کسی سے علمی بحث میں جھگڑا نہ کرو اور تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر یہ سمجھ لو کہ دوسرا حق بجانب ہے تو اس کی بات مان لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کو دو تین بار سمجھا دو۔ اگر نہ مانے تو کہو کہ مجھے تو یہی معلوم ہے ممکن ہے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی ہو، پھر جھگڑنے کی بات کیا ہے۔

(اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۹۴)

۲) علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے نفس کی ہوتی ہے۔ یہ لا حاصل چیز ہے۔ اس سے منافرت اور مخالفت کے سوت اُبل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت و اُلفت سے تبادلۂ خیالات ہونا چاہیے کہ یہ محبت کا معاملہ ہے۔ جس میں محبت نہیں وہ کیا کرے گا۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کو والدہ کی نصیحت

۳) ملائے خشک و ناہموار نہ باشی۔ یعنی اے بیٹے! خشک ملا اور بدون تربیت نہ رہنا۔

(البلاغ، شمارہ رمضان ۱۴۰۲ھ)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ

۱) طلبِ صادق پیدا کرو۔ (۲) پاداشِ عمل کا خیال رکھو۔ (۳) ظاہر و باطن میں امتزاج پیدا کرو۔ (اقوال سلف، ج:۳،ص:۱۰۷)

۴) لوگوں کی جفا و کفا کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے ہی میں روحانی ترقی کا راز ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مشکلات میں صبر سے کام لے۔ ماحول ناسازگار ہو تو بددل نہ ہو جائے۔ صبر و استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرے۔ (اقوالِ سلف، ص:۱۱۰)

۵) آدمیوں کی آزار رسانی پر صبر کرنا چاہیے۔ جگہ سے ہٹنا اور وطن چھوڑ کر ہجرت کرنا کہیں نہیں آیا ہے۔ دل کو قوی رکھنا چاہیے۔

حضرت شیخ آدم بنوریؒ کی نصیحت شاہ علم اللہ کو

اگر کوئی مردِ حق تمھیں کہیں روکے تو ٹھہر جانا۔ (تذکرۂ شاہ علم اللہ، ص:۴۹)

حضرت شاہ عبد الشکور سلطان المجاذیب کی وصیت شاہ علم اللہ کو

وقائع احمدی میں ہے کہ انھوں (عبد الشکور) نے سیّد شاہ علم اللہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور مکان کے قریب لا کر کہنے لگے، ہم تم یہیں رہیں ایکی پار، لوگ جانے یہ یہ پار روے وے پار (یعنی ہم تم

اسی پار رہیں گے اور لوگ یہ سمجھیں گے یہ اس پار ہیں اور وہ اس پار ہیں) اس کے بعد ایک خط مربع کھینچا اور کہا کہ تم یہاں رہو اور اس کے بعد ایک خط مربع اور کھینچا اور کہا یہ مسجد بناؤ، پھر ایک خط مربع کھینچا اور کہا یہ اپنا مقبرہ بناؤ۔ اگر کوئی مرے یہاں دفن کرنا۔ اس کے بعد سیّد شاہ علم اللہؒ کو دعا دی کہ حق تعالیٰ اس زمین کو تمھاری اولاد سے آباد کرے اور اچھے اچھے لوگ تمھاری اولاد سے پیدا کرے۔ (تذکرہ شاہ علم اللہ، ص:۴۹)

حضرت شاہ عبدالغنی کی وصایا بنام شاہ ابوالخیر دہلویؒ

تقویٰ اور پرہیز گاری اور نفس پرستوں سے اجتناب و دوری کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی تو بہترین توفیق دینے والا ہے۔ (مقاماتِ خیر، ص:۱۶۰)

حضرت شاہ عبدالغنی کی وصایا بنام شاہ ابوسعیدؒ

برخوردار! احمد سعید کو وہاں (لکھنو) چھوڑ کر خط پہنچتے ہی سب کو جواب دے کر میرے پاس (بمقام دہلی خانقاہ مظہریہ) آ جائے۔

میری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی اور تبرکات سرہانے اور جو لوگ تم سے وابستہ ہیں وہ جس وقت چاہیں گے دونوں حویلیوں میں آ جائیں گے۔ تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہنا۔ خانقاہ کے اخراجات سب تمہاری مرضی کے مطابق ہوں گے۔ بردباری اور برداشت اختیار کرنا، حسنِ خاتمہ کی دعا کرنا۔ (مقاماتِ خیر، ص:۲۰۴)

حضرت شاہ محمد عمرؒ کی وصایا فرزند شاہ ابوالخیرؒ کو

حضرات کرام کے طریقوں پر قائم رہو۔ کلکتہ میں ایک میمن نے دو ہزار روپیہ نذرانہ دیا تھا، وہ روپیہ میں نے امانت اسی کے پاس رکھ دیا ہے، یہ روپیہ اُن سے لے کر، کرامت النساء کی شادی پر خرچ کر دینا۔ تمہارا حافظ و ناصر پروردگارِ عالم ہے۔ (مقاماتِ خیر، ص:۱۳۰)

شیخ عبدالکریم میرٹھیؒ کو حضرت شاہ ابوالخیرؒ کی وصایا

ہم اگرچہ غفلت میں ہیں مگر لائق ہم کو یہی ہے کہ اپنے مالک پر بھروسہ کریں اور اسی پر تکیہ کریں اور اسی کو یاد کریں اور اسی کی نزدیکی طلب کریں، اور اسی کو پکاریں۔ افسوس کہ اتنی دینداری بھی ہم میں نہ ہو اور اس پر پھر اپنے کو خاص بندۂ الٰہی سمجھیں۔ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ اچھا مددگار ہے۔ اَعُوْذُ بِکَ اللّٰهُمَّ مِمَّا جَنَیْتُهٗ، وَ مِمَّا عَصَیْتُ الْاَمْرَ قَوْلًا وَ فِعْلًا۔ اے اللہ! جو کچھ ہم نے گناہ کیے ان سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور ان نافرمانیوں سے جو میں نے قول اور فعل میں کی ہیں۔ (مقاماتِ خیر، ص: ۴۱۴)

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ کی وصیت

شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے پاس ایک خرقہ تھا جس کو پہن کر آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ اس کے بارے میں منقول ہے کہ یہ خرقہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کے طور پر مشائخ کے پاس سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا تھا۔ یہاں تک کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کو حاصل ہوا۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میرے مَرنے کے چند سال بعد ایک نوجوان، سبزہ آغاز، بلند و بالا قد، چشم نیلی فام آئے گا جس کا نام احمد (نامقی جامی) ہوگا وہ تمہاری خانقاہ کے دروازہ پر جس وقت پہنچے گا اس وقت تم اپنے اصحاب کے حلقے میں بیٹھے ہوگے۔ خبردار! یہ خرقہ ان کے سپرد کرنا۔ چنانچہ جب شیخ کا انتقال ہوگیا تو شیخ ابوطاہر کی یہ آرزو ہوئی کہ جو ولایت شیخ کو میسر تھی وہ اس وقت آخر میں میرے سپرد کردیں۔ شیخ نے آنکھ کھولی اور فرمایا کہ جس ولایت کی تم آرزو کررہے ہو وہ تو دوسرے کو سپرد کردی گئی ہے اور ہمارے علم شیوخت کو ایک آزاد مزاج کے دروازے پر مار دیا گیا ہے جو کام ہمارے سپرد تھا اب اس کے سپرد کردیا گیا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ (نفحات الانس، ص: ۵۹۴)

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کی وصایا

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جانِ جاناں محمدی مجددی اس حالت میں کہ جس میں اقرار و مقر صحیح و معتبر ہے، ان احباب کو چند وصیتیں کرتا ہے جنھوں نے اس سے اخذِ طریقہ کیا ہے۔ فقیر کی تجہیز و تکفین کے لیے سنتِ نبوی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ اس کے بعد میرے مزار پر دکان نہ لگائی جائے کیونکہ میں زندگی میں بھی اس کا مخالف تھا۔ میں بندگانِ حق میں سے ایک ہوں اور میں نے اللہ کے نام پر تعلیم دی ہے اور بس۔

چند روز پہلے میری بیوی نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اپنے اُمورِ اُخروی کی تدبیر ان پر چھوڑ دوں۔ میں نے اس سلسلے میں انھیں ایک تحریر دے دی ہے تا کہ میرے بعد مخلص ان کی مخالفت نہ کریں اور وہ جہاں چاہیں مجھے دفن کریں۔ میں نے اس بات کا زبانی اقرار کرلیا ہے لیکن اُن دنوں یہ مستورہ کسی قطعۂ زمین کی مالک نہ تھیں۔ حال ہی میں انھوں نے ایک حویلی خرید لی ہے۔ میں اس جگہ سے سخت متنفر ہوں۔ اگر وہ چاہیں کہ مجھے اس جگہ دفن کریں تو دوستی کے تقاضے سے میرے احباب پر واجب ہے کہ ہرگز یہ بات قبول نہ کریں۔ ہاں اس جگہ کے علاوہ جہاں کہیں بھی جگہ میسر ہو ان کی مرضی کا خیال رکھیں۔ بیرونِ ترکمان دروازہ مناسب تر جگہ ہے۔

اس مستورہ نے عارضۂ سودا اور طویل عمری کی وجہ سے مجھے پریشان کیا ہے جو دوستوں سے مخفی نہیں ہے لیکن میں نے سب معاف کردیا ہے۔ اُس محبت کے خیال سے جو انھیں اللہ اور رسول سے ہے۔ میرے مخلصوں پر میرے حقِ وفا کے مطابق ان کی دلجوئی لازم ہے۔

میرے مخلصوں کو یہی وصیت کافی ہے کہ دمِ آخر تک اتباعِ سنت میں کوشاں رہیں۔ اور اللہ کے سوا کسی کو مقصودِ حقیقی اور آنحضرت رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کو متبوع واجب الاتباع نہ سمجھیں۔ فقیروں کے طور طریق اپنائیں اور دنیاداروں سے ملنے ملانے سے گریز کریں۔ علومِ دین کے شغل سے خود کو معذور نہ رکھیں۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْھُمْ! (مرزا مظہر جانِ جاناں، ص:۲۳۷)

۱) تمام اولیاء اللہ و مشائخ سے محبت لازم ہے اور اپنے پیر کے حق میں افضلیت کا عقیدہ رکھتا ہو تو مضائقہ نہیں۔

۲) عجز و انکسار کی صفت پیدا کرنی چاہیے اور خلق کی جفا پر صبر و تحمل کی عادت ڈالنی چاہیے۔

۳) توسط و اعتدال کھانے پینے، سونے جاگنے، اعمال و عبادات میں بہت مشکل ہے۔ کوشش کرنا چاہیے کہ اوقات موافق سنتِ خیر البشر ﷺ کے ضبط ہو جائیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کا اتباع توسط و اعتدال ہی حاصل کرنے کے واسطے ہوتا ہے۔ ﴿لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (سورۂ حدید، آیت: ۲۵) تا کہ لوگ عدل کے ساتھ قائم ہو جائیں۔ اس پر نص قاطع ہے۔

۴) قصورِ اعمال پیش رکھنا اور سابقہ عنایتِ بے علت دیکھنا سالکانِ راہ کے اطوار سے ہے۔ ہر چند کہ عمل بہت کرے لیکن صفتِ استغناء اور کبریائی الٰہی سے خائف رہنا چاہیے۔ اور عذر و تقصیر اور امیدِ واثق کو وسیلۂ قبولیت جاننا چاہیے۔ تھوڑے گناہ کو بہت جانے اور تھوڑی نعمت کو بہت سمجھے اور ہمیشہ شکر و رضاء کو اختیار کرے۔ طریقہ ورع و تقویٰ و متابعتِ مصطفیٰ اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے احوالِ باطنی کو کتاب و سنت پر پیش کرنا چاہیے۔ اگر موافق ہے تو قابلِ قبول ہے اور اگر مخالف ہے تو مردود جاننا چاہیے۔ عقیدۂ اہلسنّت والجماعت کا ملتزم ہو کر حدیث و فقہ سیکھنا چاہیے۔

۵) ہر عمل کی کیفیت علیحدہ ہے اور جامعِ کیفیات نماز ہے۔ اس لیے کہ متضمّن انوار اذکار، تلاوت، تسبیح و درود و استغفار ہے۔ اور سب سے صحیح واصلِ حال کے قرنِ اوّل کے مشابہ ہو، نماز میں حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ کما حقہ ادب سے ادا کی جائے۔

٦) تلاوتِ قرآن مجید موجبِ صفائیٔ باطن و فیضِ قلبی ہے۔ اسے بہ ترتیل پڑھنا چاہیے۔ اور اگر جہر متوسط سے پڑھا جائے تو نہایت ذوق حاصل ہوتا ہے۔

۷) رمضان شریف میں نسبت باطن میں نہایت ترقی ہوتی ہے۔ روزہ میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ غیبت اور کذب سے بچنا چاہیے ورنہ روزہ فاقہ ہو جاتا ہے، روزہ نہیں رہتا۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۲۵۱-۲۴۹)

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ والد شاہ ولی اللہؒ بنام اُمّ عبید اللہ
یعنی ان کی خوش دامن

حامداً و مصلیاً و مسلّماً - اما بعد!

۱) سالکۂ طریقت طالبۂ حقیقت اُم عبید اللہ! اللہ ان کو ذاکرات، واصلات، قانتات اور عارفات میں کردے اور مقامِ فناء و بقاء سے کیف عطا فرمائے۔ بعد سلام .... اشغالِ ظاہریہ میں اتنی مشغول نہ ہوں کہ احوالِ باطنہ کی بلندی سے باز رہیں۔ دلِ بیدار حاصل کرو۔ اگر تعلقاتِ کونین بھی تم پر آ گریں تو ذرا سا حجاب تمھارے قلب پر نہ ہونا چاہیے۔ راہِ حق میں مؤنث و مذکر ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جو عورتیں حق جل مجدہ کا عشق رکھتی ہیں وہ درحقیقت ہمت کے اندر مرد ہیں اور جو مرد حق جل مجدہ کے عشق سے بے تعلق ہیں، وہ عورتوں سے بدتر ہیں۔

(اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۲۴۳)

ایک مرید کے نام

۲) سیّد السیّد! فیضِ حق ناگاہ پہنچتا ہے مگر کہاں پہنچتا ہے؟ دلِ آگاہ پر - دلِ آگاہ کی کیا علامت ہے؟ ذکر اللہ سے دل میں نور و سرور کا داخل ہونا اور دار الغرور دنیا سے دور رہنا۔ بیشک لذتِ یادِ حق تمام لذتوں سے اونچی ہے جس نے یہ ذائقہ چکھا اس نے چکھا اور جس نے بات کو سمجھا اس نے سمجھا اور جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔ (ایضاً، ج:۳، ص:۲۴۴)

ایک مرید فیض اللہ کے نام

۳) بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ برادرم فیض اللہ ہمیشہ منتظر فیض اللہ رہیں۔ اے برادر! فیض اللہ اچانک اور ناگاہ پہنچتا ہے۔ لیکن دلِ آگاہ پر پہنچتا ہے۔ جانتے ہو دلِ آگاہ کیسا ہوتا ہے وہ دل جو آداب کا پابند۔

ادب تین قسم کا ہے

۱) حق جل مجدہ کا ادب (۲) ادبِ رسول ﷺ (۳) حق جل مجدہ کے مخلوق کا ادب۔

جس نے ان آداب کی محافظت ورعایت کرلی وہ مردانِ راہِ حق کے مقام پر پہنچ گیا۔

امام مالکؒ مدینے کی گلیوں میں کبھی سوار نہ ہوئے اس خیال سے کہ محبوب ربّ العالمین سیّد المرسلین ﷺ یہاں پیدل چلے ہوں، امام موصوف جب کسی قدیم عمارت کو دیکھتے تھے ادب کے ساتھ اس کو بوسہ دیتے تھے اس خیال سے کہ شاید آنحضرت ﷺ کا دستِ مبارک اس کو لگا ہوگا۔ جب فیض پہنچے گا تو آنکھیں کھل جائیں گی۔ تماشائے فیضِ ربّانی تم اپنی آنکھوں سے دیکھوگے اور اسرارِ فیض تک پہنچوگے، اتنا افاضہ وفیض دیکھوگے کہ افاضۂ فیض کا اثر تمھاری نگاہِ بصیرت سے چھپ جائے گا اور بجز فیاض کے اور کوئی نظر نہ آئے گا۔

شیخ محمد پھلتی کے نام

کوئی سانس غفلت کے ساتھ نہ آئے۔ اور کمیت و کیفیت نسبت کی زیادتی و اضافہ کی پوری پوری کوشش کی جائے۔ پوری عزیمت اور قوت کے ساتھ ہمیشہ نسبت کی جانب متوجہ رہا جائے۔ ماضی و حال کا موازنہ کرنا واجباتِ طریق سے ہے۔ اصولِ پنجگانہ جو اس فقیر کو القاء ہوئے ہیں ان کی ادائیگی میں صرف ہمت کرنا چاہیے۔ وہ اصولِ پنجگانہ یہ ہیں: ۱) دوامِ ذکر، ۲) ہر حال میں تقویٰ، ۳) اللہ تعالیٰ کی عام مخلوق کو بغیر تفریق ملک وملت نفع پہنچانا، ۴) اپنے نفس کو کسی پر فضیلت وترجیح نہ دینا، ۵) امر اللہ وخلق اللہ سے تواضع کا معاملہ۔ (ایضاً: ۲۴۵)

حضرت شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم محدث دہلویؒ

بلا ضرورت ومصلحتِ دینی اغنیاء سے صحبت نہ رکھے، صوفیانِ جاہل اور جاہلانِ عابد اور علماء زاہدان خشک اور جو محدثین اہل فقہ سے عداوت رکھیں اور جو لوگ کلام میں انہماک رکھتے ہیں ان سب کی صحبت سے بچے۔ اور ایسے شخص کے پاس بیٹھے جو عالم صوفی ہو، دنیا کا تارک، ذکر اللہ اور اتباع سنت کا عاشق ہو۔ اور مذاہب میں ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے کہ حنفیوں کا مذہب سب سے اچھا ہے یا شافعیوں کا سب سے بڑھ کر ہے۔ اپنے مذہب پر عمل کرتا رہے۔ نہ صوفیوں کے طریقہ میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کہ چشتیہ کی نسبت بڑے زور کی ہے اور دوسرا کہے نقشبندیوں میں اتباع سنت زیادہ ہے اور اسی قسم کی خرافات سے بچے۔ جو لوگ مغلوب الحال ہیں

یا کسی تاویل سے کوئی امر کرتے ہیں جو اس شخص کے نزدیک خلاف سنت ہے ان کو برا بھلا نہ کہے اور خود وہی کرے جو قواعدِ شرعیہ کے موافق ہو۔ (شریعت وطریقت: ۴۳۵)

اصولِ دوستی ومیل جول

عام لوگوں سے مصاحبت، میل جول دو شرطوں کی بجا آوری کے ساتھ رکھو؛ ایک تو یہ کہ ان کے مال و دولت سے اُمید کو منقطع کرلو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو تمھاری قسمت کا ہوگا وہ بغیر تمھارے قصد وارادے کے مل کر رہے گا۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ خوش خلقی کا سلوک کرو، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، مشہور ہو یا گمنام۔ اور جو شخص اس کے باوجود تم سے عداوت رکھے وہ خبیث الباطن اور ظالم ہے۔ ﴿وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۲۷) عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

امیروں کو نصیحت

اے امیرو! کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جارہے ہو اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے ذمہ سپرد ہوئی ہے ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں کے بعض بعض کو کھاتے اور نگلتے رہیں۔ کیا تم اعلانیہ شرابیں نہیں پیتے؟ پھر اپنے اس فعل کو تم برا بھی نہیں سمجھتے۔ اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمھاری توجہ اور کسی طرف منعطف نہیں ہوتی۔

فوجی سپاہیوں کو نصیحت

اے فوجیو! تمھیں اللہ تعالیٰ نے جہاد، حق کی بلندی کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کی بات اونچی ہو اور اللہ کا کلمہ بلند ہو اور شرک اور اس کی جڑوں کو تم دنیا سے نکال پھینکو گے لیکن جس کام کے لیے تم پیدا کیے گئے تھے اسے تم چھوڑ بیٹھے۔ پنج وقتہ نماز ادا کیا کرو اور عام لوگوں کے مال سے بچتے رہو۔ جنگ اور مقابلہ کے میدان میں ڈٹے رہو اور اپنی نیتوں کو درست کرلو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے جاہ ومنصب میں برکت دے گا اور دشمنوں پر تمھیں فتح عطا فرمائے گا۔

صنعت وحرفت والوں کونصیحت

اربابِ پیشہ! دیکھوامانت کا جذبہ تم سے مفقود ہوگیا ہے۔تم اپنے رب کی عبادت سے بالکل خالی الذہن ہوچکے ہواورتم اپنے فرضی بنائے ہوئے معبودوں پرقربانیاں چڑھاتے ہواورتم ہی میں کچھ لوگ عورتوں کوکرایہ پر چلاکر پیٹ پالتے ہیں۔ یہ کیسا بدبخت آدمی ہے اپنی دنیا و آخرت دونوں کو برباد کررہا ہے۔

طلبہ وعلماء کونصیحت

اے بدعقلو! جنھوں نے اپنا نام 'علماء' رکھ چھوڑا ہے تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہواورصرف ونحو ومعانی میں غرق ہواورسمجھتے ہوکہ یہی علم ہے۔یادرکھوعلم یاتو قرآن کی کسی آیتِ محکم کا نام ہے یا سنتِ ثابتہ قائمہ کا۔ چاہیے کہ قرآن سیکھو الخ

واعظوں کونصیحت

تمھارا کیا حال ہے؟ ہر بری بھلی بات، ہر رطب و یابس پر تمھارا ایمان ہے۔لوگوں کوتم جعلی اور گڑھی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو۔تم ایسے لوگوں کی باتیں سناتے ہو جو بیچارے مغلوب الحال اورعشق ومحبتِ الٰہی میں عقل وحواس کھوبیٹھے تھے۔ چاہیے کہ مقامِ احسان کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ پہلے اسے خود سیکھو، پھر دوسروں کودعوت دو۔

عام مسلمانوں کونصیحت

اے آدم کے بچّو! دیکھوتمھارے اخلاق سوچکے ہیں۔تم پر بے جا حرص سوار ہے۔تم پر شیطان نے قابو پالیا ہے۔عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں اور مرد عورتوں کے حقوق برباد کررہے ہیں۔اپنے مصارف، وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو۔اسی قدرخرچ کروجس کی تم میں سکت ہو۔دوسروں کے سینوں کے بوجھ بننے کی کوشش نہ کروکہ ان سے مانگ کرکھایا کرو۔ بہرحال کوئی نہ کوئی کمائی کی راہ آدمی ضرور اختیار کرے اوراسی کے ساتھ قناعت کو اپنا دستورِ زندگی بنائے اور رہنے سہنے میں اعتدال اختیار کرے اور اللہ کی یاد کے لیے جوفرصت حاصل ہواسے غنیمت جانے۔

حضرت شاہ اہل اللہؒ ابن عبد الرحیم

۱) اپنے کو مہمل و معطل نہ چھوڑیں بلکہ آخرت کا اور دنیا کا کام کریں اور اگر عقبیٰ و آخرت کا کام نہ کر سکیں تو دنیا ہی کا کام کریں۔ چنانچہ دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ دنیا کی طرف سے مطمئن ہیں وہ دین کا کام بھی کر رہے ہیں اور ان کے اندر انسانیت پاتا ہوں۔ (تذکرۂ مصلح الامت، ص:۱۵۱)

۲) قرآن پاک کی تلاوت عمدہ ترین عبادت ہے۔ کیونکہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت پر جو ثواب ملتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا کر کے عنایت فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن شریف پڑھا کرو اس لیے کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ قرآن مجید ترتیل کے ساتھ پڑھتے جاؤ اور بہشت کے درجات میں ترقی کرتے جاؤ۔ جہاں قرأت ختم ہوگی وہیں تمھارا مقام ہوگا۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت تکبیر اور تسبیح، صوم و صدقہ، سب سے افضل ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ ہر روز کچھ قرآن ترتیل اور تجوید کے ساتھ پڑھتا رہے اور اپنا معمول بنا لے کیونکہ اس کی فضیلت صحیح حدیثوں میں بکثرت وارد ہے۔ اگر معنی سمجھ سکے اور اس پر مطلع ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ تلاوتِ قرآن پاک کے وقت اس کا استحضار رکھے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں جن باتوں کا حکم ہے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور جو قصص و حکایات بیان کیے گئے ہیں سب سچ اور درست ہیں۔ ان سب پر ایمان لاتا ہوں۔

(اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۲۸۱)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

(تاریخی نام: غلام حلیم، ولادت: پنجشنبہ کی رات، ۲۵/رمضان ۱۱۵۹ھ)

سوال: ہماری نماز، حاجت یا دعائیں اپنی تاثیر کیوں نہیں دکھاتے؟

۱) جواب: شرائطِ قبولیت (دعاء) مفقود ہیں۔

۲) احادیث میں آیا ہے کہ یہ نہیں کہ خواہ مخواہ ایسا ہی ہو جائے۔ اگر سائل کی مرضی کے

مطابق ہر دعا قبول کر لی جائے تو ایک محذورِ عظیم لازم آئے گا۔ مثلاً دعا کر کے ایک شخص آب و بارش چاہتا ہے، دوسرا اپنی کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے بارش نہ ہونا چاہتا ہے۔

۳) حقیقی جواب یہ ہے کہ ظلماتِ گناہ کے سبب نورانیتِ دعا اپنا کھلا ہوا نتیجہ و فائدہ ظاہر نہیں کر رہی ہے...... دیکھو، موسم برسات میں اگر اندر خشک جگہ میں سامان رکھا ہو تو اس میں کچھ نہ کچھ نمی کا اثر آ جاتا ہے اور موسم گرما میں اس کے برعکس۔ اسی طرح جب فضا ظلماتِ معاصی سے پر ہو جاتی ہے تو استجابتِ دعا کم ہو جاتی ہے۔

۴) جب کسی میں نسبت قوی ہوتی ہے اس کو کشف کم ہوتا ہے اور جس کو کشف زیادہ ہوتا ہے نسبت کمزور ہوتی ہے۔ اصل چیز دل کا رنگین ہونا ہے۔ یہی چیز (نسبت مع اللہ سے قلب کا رنگین ہونا) وقتِ مرگ و موت اور بعد مرگ کام آئے گی۔ فقط کشف گوئی بغیر نسبت کے دنیا کمانے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

۵) خادمِ علم حدیث کے ہوش و حواس خراب نہیں ہوتے۔ اگر اس کی عمر سو (۱۰۰) سے بھی متجاوز ہو جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ان کے ساتھ ہے: "نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَ وَعَاهَا وَ اَدَّاهَا" (مشکوٰۃ، کتاب العلم) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے میرے ارشاد کو سنا اور محفوظ کیا اور اس کو دوسروں تک پہنچایا۔

۶) صحبت و مجالست صالحین سے مناسبت روحانی محاسن اور استعدادِ علمی کے کمالات جلوہ گر ہوا کرتے ہیں۔

(فائدہ: مگر افسوس ہمارے زمانے میں اہل اللہ کی مصاحبت و مجالست کا بالکل ہی اہتمام نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے اہلِ علم بھی باطنی کمالات و نسبت سے محروم رہ جاتے ہیں۔)

۷) روحانی تربیت کا نمایاں پہلو خود غرضی، نفس پرستی، اقتدار پسندی جیسی صفات سے دل کو پاک کیا جائے۔ صبر و ضبط، جفاکشی، محبت و شفقت اور ہر ایک مادّی غرض سے بالا ہو کر مخلوقِ الٰہی کی خدمت اور اس کیلئے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۱۱)

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ

۱) شریعت میں بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی عام شخص جس نے اپنی عمر کو غفلت اور معصیت کے کاموں میں صَرف کیا ہو جب اس کو اپنے اس حال پر تنبّہ ہو یعنی اس کی درستگی کا خیال آوے اور حالاتِ گزشتہ پر نادم ہوکر تقویٰ اور طاعت کے کاموں کی جانب رجوع کرنا چاہے تو یہ چیز بدون کسی عالم کے جو ظاہراً و باطناً متقی ہو اپنے اوپر حاکم بنائے ہوئے، یوں ہی بطور خود عادتاً وقوع پذیر نہیں ہوا کرتی کیونکہ شریعت کی کتابوں کا مطالعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی طب کی کتاب کی مراجعت کی جائے۔ جس طرح مریض کا علاج کتاب سے نہیں ہوسکتا۔ محض کتب بینی سے اصلاح کر لینا اور مرض کا دفع کرنا دشوار ہے۔ (اقوالِ سلف)

۲) ہر عالم کے قول پر عمل کر لینا تحیر اور تشتّت کا سبب ہے کیونکہ ہر عالم بھی تو صحیح الفکر اور صحیح الحواس نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا اس ضرورت کے تحت کسی کو اپنا شیخ اور مصلح بنانے کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کرنا چاہیے جو علم و تقویٰ کے علاوہ دو اور صفات سے متصف ہو: (۱) یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں تساہل اور مداہنت کو روا نہ رکھتا ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ طالب کے مناسبِ حال اسہل اور افضل جو امور ہوں ان کی شناخت میں ماہر ہو ایسے شخص کا انتخاب کر کے اپنے تمام امور کی لگام اس کے ہاتھ میں دے دے اور اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم پکڑے تا کہ اپنی مراد کو پہنچے اور اس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت میں نجاتِ کلّی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی اور مولیٰ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔

(رسالہ بیعت، ص: ۲۷۔ اقوالِ سلف، ج: ۳، ص: ۳۱۵)

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کی نصیحت مولانا طاہر معروفی کو (مکہ مکرّمہ میں)

اللہ کا تقویٰ، سنتِ رسول اللہ ﷺ کے التزام، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مداومت اور ذکر اللہ کی مواظبت اور مداومت، خلوت و جلوت میں معاصی و منکرات سے اجتناب، بدعات و خرافات سے بیزاری کی وصیت کرتا ہوں۔ ہماری آخری بات یہی ہے 'الحمد للہ ربّ العالمین'!

حضرت شاہ عبد اللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ

(ولادت: ۱۱۵۸ھ۔ وفات: ۲۲رصفر، یوم شنبہ، ۱۲۴۰ھ، دفن: دہلی)

۱) طالب کو چاہیے کہ ہر وقت کی عبادت سے علیحدہ علیحدہ کیفیات کا امتیاز کرے اور خیال رکھے کہ نماز سے کیا کیفیت حاصل ہوتی ہے اور تلاوت سے کس قسم کا ظہور ہوتا ہے اور درسِ حدیث اور شغلِ تہلیل 'لا الٰہ الا اللہ' سے کیا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ خیال رکھے کہ لقمۂ شک سے کیسی ظلمت ہوتی ہے اور گناہوں سے کس قسم کی کدورت پیدا ہوتی ہے۔

(ف: میں نے والد علیہ الرحمۃ سے بچپن میں یہ سنا تھا اور بعض اوقات احتیاط بھی دیکھا بلکہ بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ پہلو تہی فرما لیتے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ وہ نسبت کا تحفّظ تھا بلکہ ایک موقع پر حقیر سے فرمایا: بیٹا! ایسے کھانے سے کم از کم چھ گھنٹے کے لیے قلب ذکر موقوف کر دیتا ہے۔ اللہ اکبر! کیسا مضبوط تعلق اور خیال تھا۔ ثمین اشرف)

۲) صوفیہ دنیا و آخرت کو پسِ پشت ڈال کر متوجہ مولیٰ ہوتے ہیں۔ للمولوی المعنوی۔

ملتِ عاشق ز ملتہا جدا است　　　عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

ترجمہ: عاشقوں کی ملت جملہ حلقوں سے علیحدہ ہے یعنی ان کا مذہب و ملت بس اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ پاک ہے۔

۳) دعا کرتے وقت انوار فائض ہوتے ہیں لیکن ان کا فرق کرنا کہ یہ انوارِ دعا ہیں اور یہ اجابتِ دعا مشکل ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ اگر دونوں ہاتھوں میں ثقالت معلوم ہو تو یہ قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر انشراحِ صدر حاصل ہو علامتِ اجابتِ دعا ہے۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص: ۳۱۵۔ اقوالِ سلف، ج: ۳، ص: ۳۲۳)

۴) طالب کو چاہیے کہ ایک لمحہ یادِ مطلوب سے غافل نہ ہو۔

ایں شربتِ عاشقی ست خسرو

بے خونِ جگر چشید نتواں

یعنی اے خسرو! یہ عاشقی کا شربت بغیر خونِ جگر کے چکھنا نصیب نہیں ہو سکتا۔

خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

۵) دین پر استقامت کرامت سے بھی بڑھ کر ہے اس لیے کہ استقامت اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو امر فرمایا: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ﴾ (سورۂ ہود، آیت: ۱۱۲) اور کرامت بندوں کا محبوب۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کا مطلوب اعلیٰ و ارفع ہوگا بندوں کے محبوب و مقصود سے۔

۶) پیری کے لائق وہ شخص ہے جو ضروری مسائل کا علم رکھتا ہو۔ مقاماتِ عشرہ مثل توکل و قناعت و زہد و صبر وغیرہ اسے حاصل ہوں۔ اربابِ دنیا سے اجتناب رکھتا ہو، مشائخ کرام کی صحبت سے فیض یافتہ ہو۔ صاحبِ کشف یا صاحبِ ادراک ہو۔ خطرۂ ماسوی سے اس کا دل پاک ہو، ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ ہو۔

۷) تبدیلِ اخلاقِ رذیلہ وصفاتِ بشریہ و رفعِ انابت کے واسطے کلمہ طیبہ کا تکرار اور کثرت سے ذکر کرنا لازم ہے، جس وقت انوارِ الٰہی غالب ہوجائیں گے سالک کے اخلاق و اوصاف میں شکستگی آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً﴾ (سورۂ نمل، آیت: ۳۴) ترجمہ: یقیناً بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کردیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزّت دار ہیں ان کو ذلیل کیا کرتے ہیں۔

(ف: جب حق جل مجدہ کی عظمت و ہیبت اور یادِ حق کی نورانیت قلبِ مومن میں داخل ہوتی ہے تو تمام ظلمت و کدورت اور جملہ معبودانِ باطل کی عظمت دل سے نکل جاتی ہے اور یادِ حق کی جمعیتِ خاطر نصیب ہوجاتی ہے۔ ثمین)

۸) طالبِ کیفیت حق پرست نہیں ہے۔ ذکر کرنا چاہیے، کیفیت خواہ پیدا ہو یا نہ ہو، اس لیے کہ ذکر فی نفسہ عبادت ہے۔

۹) فقیری دل سے مراد کے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔

(اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۲۶)

حضرت شاہ غلام علی بنام خالد کردیؒ

کسی سے انتقام لینا ہمارے اور آپ کے لیے مناسب نہیں ہے۔ صبر وعفو، صوفیہ کی ایک ادنیٰ عادت وخصلت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ یعنی برائی کی مدافعت عمدہ خصلت اور اچھائی کے ذریعے کرو۔ ہر بات کا انجام خوب سوچ لیا کریں تاکہ طائفۂ درویشاں بدنام نہ ہو۔ اپنی نظر ارادۂ الٰہی یا تقدیرِ الٰہی پر یا فضلِ حق تعالیٰ پر رکھنا چاہیے بلکہ ملکۂ راسخہ بن جانا چاہیے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۲۷)

حضرت شاہ غلام علی بنام قاضی شمشیر خانؒ

۱) بعد سلام واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ مسرت ہوئی۔ حضرت حق سبحانہ کی یاد میں اپنی عمر اور اپنے انفاس متبرکہ کو صَرف کریں۔ ذکرِ دوام، توجہ و نیازمندی و انکسار کو لازم سمجھیں، مراقبہ اور تلاوت سے اپنے اوقات کو معمور رکھیں۔ دوستوں کو سلام پہنچائیں اور تاکید کریں کہ نماز و ذکر، استغفار و درود و تلاوتِ قرآن کی پابندی کریں۔ والسلام

ایک اور صاحب کو نصیحت

۲) ان باتوں پر حتی الامکان عمل درآمد ہونا چاہیے۔ ہر لحظہ توجہ بدل (بحضرت حق) اور انتظارِ فیض، صحبتِ فساق و غافلاں سے پرہیز، گفتگو میں نرمی، مناظرے و مباحثے سے اجتناب، سینہ میں کینہ و عداوت کو جگہ نہ دینا، واقعات کو تقدیرِ الٰہی سے جان کر کسی سے پرخاش نہ رکھنا، اخلاقِ حسنہ کو کسب کرنا۔ (اعترافِ ذنوب، ص:۵۳)

سیّد احمد شہیدؒ بن سیّد محمد عرفان بن سیّد عبد النور سبط رسول

(ولادت: صفر ۱۲۰۱ھ نومبر ۱۷۸۶ء۔ وفات: ۱۲۴۶ھ۔ مدفن: بالاکوٹ)

۱) ہم لوگ اللہ کے بندے اور رسول اللہ ﷺ کی اُمت ہیں۔ بلاشبہ اسلام کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اپنے کو پیروانِ رسول ﷺ میں شمار کرتے ہیں۔ جب ہم نے اس بات (جہاد) پر کلامِ الٰہی کو ناطق مان لیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو سچا سمجھ لیا ہے لامحالہ ہم نے اللہ اور اس کے حکم کی بجا آوری

کے لیے کمرِ ہمت باندھی ہے اور اسوۂ رسول ﷺ کے اتباع میں سفر کیلئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔

۲) ہم محض رضائے الٰہی کے آرزومند ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو غیر اللہ کی طرف سے بند کر چکے ہیں اور دنیا و مافیہا سے ہاتھ اُٹھا چکے ہیں۔ ہم نے محض اللہ کیلئے علَمِ جہاد بلند کیا ہے۔ ہم مال و منال، جاہ و جلال، امارت و ریاست، حکومت و سیاست کی طلب و آرزو سے آگے نکل گئے ہیں۔ اللہ کے سوا ہمارا کوئی مطلوب نہیں۔ اگرچہ ہم عاجز و خاکسار ذرۂ بے مقدار ہیں لیکن بلاشک محبتِ الٰہی سے سرشار اور غیر اللہ کی محبت سے بالکل دست بردار ہیں۔ یہ سب محض اللہ کے لیے ہے۔ اس جذبۂ الٰہیہ میں نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسے کا شائبہ نہیں۔

۳) اس تمام معرکہ آرائی اور جنگ آزمائی کا مقصود صرف یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہو اور مسلمانوں کا ملک کفار و مشرکین کے قبضے سے نکل آئے۔ اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

۴) تہذیبِ اخلاق اور ادائے طاعات سے اصلی مقصود تو نفس کا سنوارنا اور اصلاح کرنا ہے تا کہ وہ مطمئن ہو جائے اور بدعات سے پاک ہو جائے اور بری عادتوں سے نفس کا پاک ہونا ہی نیک عادتوں کے ساتھ اس کا موصوف ہونا ہے اور عام اصلِ سلوک جو اس کو نفس کشی سے تعبیر کرتے ہیں محض خطا ہے۔ کیونکہ نہ تو اللہ کی طرف سے نفس کو مار ڈالنے کا حکم ہے اور نہ زندگی کے باوجود اس کا کرنا ممکن ہے اور جو ممکن ہے اس کی بجا آوری کا حکم ہے۔ یعنی نفس کی اصلاح کر کے اسے احکامِ شرعیہ کا مطیع کیا جائے جیسے جاہل آدمی کو عالم بنا دیا جائے۔ پس اس کو مار ڈالنے کی تعبیر کرنا غلط ہے۔

۵) اللہ کے ساتھ محبت اور پیار کا دعویٰ ہر شخص کرتا ہے لیکن اس کی علامت و حقیقت کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ محبت و اُلفت کی حقیقت تو یہ ہے کہ محبّ کے ایمان، اعمال، علم اور عقائد کے ہر باب میں کمال نافرمانیوں اور گناہوں سے پرہیز، اعلیٰ درجہ پر ہونے کے باوجود اگر اس کو ایسی مصیبتیں اور بلائیں پہنچیں کہ اس کی جان و مال، اولاد عزّت آبرو کو گھیر لیں اور وہ نہایت ہی برے انداز میں گرفتار ہو جائے تو شکایت کی بات ذرا بھی اس کے دل میں نہ گُھسے۔ ہاں، ان مصیبتوں کے عدم برداشت سے اللہ کی رحمت اور مغفرت کے نہایت اعتقاد کے باعث اس کی

بارگاہ میں جس قدر کہ التجا و زاری، عاجزی و بے قراری کرے تو بہتر و بجا ہو گی۔

۶) بخل، حسد، تکبر، غیبت، حرام، کینہ، ریا، کذب، طمع اور حرص جیسی بری عادتوں کے ساتھ سالکانِ راہِ حق کے نفوس کا آلودہ ہو جانا، ان پر رحمانی فیض کے اُترنے اور عنایاتِ ربانی کے وارد ہونے میں انتہائی قوی مانع ہے۔ سلف صالح ان رذائل کا تزکیہ نہایت ہی ضروری جانتے تھے اور ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے اپنے دل سے دور کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہتا اور ان کا دل صاف ہو جاتا۔ اس لیے بے نہایت مہربانیوں کا مورد ہوا کرتے اور اسی تصفیہ کی وجہ سے جو محض اللہ کے خوش کرنے کے واسطے لاتے، مقبول ہو جاتے اور جو شخص کہ سلوک کے مراتب طے کرنے کے باوجود آثار عنایت کا مورد نہ بنے تو بے شک ان تمام رذائل یا بعض کے آثار اس میں موجود ہوں گے۔ پس ان رذائل کا وجود عنایتِ الٰہی کے ورود کا مانع ہے۔

(ف: اس لیے کہ فیضِ رحمانی اور رحمتِ یزدانی کے نزول کا سبب قلب کا رذائل سے پاک و صاف ہونا ہے۔ جب یہ نہ ہوگا تو وہ قلب باوجود ذکر و شغل کے عنایتِ الٰہی کا مورد نہیں ہوسکتا جیسا کہ جسمانی مریض محض دوا سے بغیر پرہیز کے صحت مند نہیں ہوتا۔ ثمین اشرف)

۷) علمِ سلوک جہاد کا تابع ہے۔ اگر کوئی تمام دن روزہ رکھے، تمام رات زہد و ریاضت میں بسر کرے یہاں تک کہ نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں پر ورم آ جائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے دن یا رات کی ایک گھڑی نیند میں کاٹ دے تا کہ کفار کے مقابلہ میں بندوق اُٹھاتے وقت آنکھ نہ جھپکے وہ عابد اس مجاہد کے مرتبے کو کسی طور پر نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا: اب ہمیں کفار کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا ہے جو سب سے بلند پایہ ہے۔ یہ انبیاء اولوالعزم کا طریقہ اور اسوہ ہے۔

۸) طریق کی سب سے اہم اور مقدم دفعہ یہ ہے کہ شرک و بدعت سے پوری طرح احتراز کیا جائے اور توحید و سنت پر استقامت کی جائے۔ یہی طریقت کا مقصود اور یہی شریعت کی بنیاد ہے۔

۹) معلوم ہونا چاہیے کہ بیعت دو قسم کی ہوتی ہے: ایک بیعتِ طریقت، دوسری بیعتِ امامت۔

بیعتِ طریقت کا مقصود تو صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضامندی کا راستہ ہاتھ آجائے اور حق تعالیٰ کی رضامندی منحصر ہے شریعت کی پیروی میں۔ جو شخص شریعتِ محمدی کے سوا کسی اور راستے کو حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے وہ شخص جھوٹا اور گمراہ ہے اور اس کا دعویٰ باطل اور نامسموع۔ اور شریعت کی بنیاد دو باتوں پر ہے: ایک ترکِ اشراک، دوسرے ترکِ بدعات۔

ترکِ اشراک کی تفصیل یہ ہے کہ فرشتوں، جنات، پیر و مرید، استاد و شاگرد، نبی و ولی میں سے کسی کو مشکل کشا، دافعِ بلا اور منافع کے حاصل کرانے پر قادر نہ سمجھے۔ سب کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کے سامنے اپنی طرح عاجز و نادان سمجھے، اور اپنی ضرورتوں کی طلب میں انبیاء اولیاء، صلحاء اور ملائکہ میں سے ہرگز ہرگز کسی کی نذر و نیاز نہ کرے۔

ہاں، یہ ضرور عقیدہ رکھے کہ وہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں، ان کی قبولیت کا تقاضہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی پیروی کی جائے۔ اور ان کو اپنا پیشوا سمجھا جائے۔ نہ یہ کہ ان کو اس عالم میں متصرف اور ظاہر و باطن کا عالم سمجھا جائے۔ یہ محض کفر و شرک ہے۔ مومن کا اس سے آلودہ ہونا کسی طرح درست نہیں۔

ترکِ بدعات کی تفصیل یہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات اور امورِ معاش و معاد میں خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو پوری قوت اور بلند ہمتی سے پکڑنا چاہیے اور جو آپ ﷺ کے بعد لوگوں نے بہت سی رسمیں ایجاد کر لی ہیں ہرگز ان کو اختیار نہ کیا جائے اور حتی الامکان ان کے ازالے کی کوشش کی جائے۔ اولاً ان کو ترک کیا جائے۔ پھر ہر مسلمان کو ان سے اجتناب کی دعوت دی جائے۔

جس طرح اتباعِ شریعت فرض ہے اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی فرض ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۸۰)

خلافت نامہ و نصیحت نامہ منجانب سیّد احمد شہید برائے مولانا کرامت علی جونپوریؒ

فقیر سیّد احمد کی طرف سے حضرتِ حق کی راہ کے طالبوں اور ہادیٔ مطلق کے طریق کے سالکوں پر عموماً اور اس فقیر کے ساتھ للہ و فی اللہ حاضرانہ و غائبانہ محبت رکھنے والوں پر خصوصاً پوشیدہ نہ رہے کہ مشائخِ طریقت کے ہاتھ پر بیعت سے مقصود یہی ہے کہ حضرتِ حق کی رضامندیوں کا طریقہ شریعتِ غراء کی اتباع میں منحصر ہے۔ جو شخص شریعتِ مصطفویہ کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ حضرتِ حق کی رضامندی کا گمان کرے بے شک وہ شخص کاذب و گمراہ ہے اور اس کا دعویٰ باطل اور نا قابلِ سماع ہے اور شریعتِ مصطفویہ کی بنیاد دو باتوں پر ہے: اوّل ترکِ اشراک اور ثانی ترکِ بدعات۔ ترکِ اشراک کا مطلب یہ ہے کہ فرشتہ و جن، پیر و مرشد، استاد و شاگرد اور نبی و ولی میں سے کسی کو اپنی مشکلات کا حل کرنے والا نہ سمجھے اور ان میں سے کسی سے اپنی مرادیں اور ضرورتیں نہ مانگے اور کسی کو بھی نفع پہنچانے اور بلا و مصیبت کو دور کرنے اور مشکلات کے حل کرنے پر قادر نہ سمجھے اور سب کو اپنی طرح حضرتِ حق کے علم و قدرت کے مقابلے میں عاجز و ناداں جانے اور ہرگز اپنی حاجت روائی کے لیے انبیاء و اولیاء و صلحاء و ملائکہ میں سے کسی کی نذر و نیاز نہ کرے۔ ہاں اس قدر سمجھے کہ یہ سب جنابِ صمدیت کے مقبول ترین بندے ہیں ان کی مقبولیت کا ثمرہ بس یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی اتباع کریں اور پیشوائے طریق انھیں سمجھیں۔ یہ نہیں کہ ان کو حوادثِ زمانہ پر قادر اور ہر غیب و شہود کا عالم سمجھا جائے۔ اس لیے کہ یہ امر محض شرک و کفر ہے اور ہرگز مومن پاک کو اس 'بداعتقادی' کے ساتھ ملوث ہونا جائز نہیں۔

اور ترکِ بدعات کا مطلب یہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات اور امورِ معاشیہ و معادیہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو پوری قوت اور بلند ہمتی کے ساتھ پکڑا جائے اور جو کچھ دوسرے لوگوں نے پیغمبرِ خدا ﷺ کے بعد از قسم رسومات کے گڑھ لیا ہے جیسے شادی اور غمی کی رسمیں اور قبروں کا آراستہ کرنا اور اس پر عمارتیں بنانا اور عرس کی محفلوں میں اسراف کرنا اور تعزیہ

سازی نیز اسی قبیل کے دوسرے مخترعات (گڑھی ہوئی چیزیں) ہرگز اُن کے گرد و پیش میں نہ گھومنا چاہیے اور حتی الوسع ان چیزوں کے مٹانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ پہلے تو خود چھوڑنا چاہیے، پھر اس کے بعد ہر مسلمان کو اس کی دعوت دینی چاہیے۔ اس لیے کہ جیسے شریعت کا اتباع فرض ہے اسی طرح اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے منع کرنا بھی فرض ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو تمام طالبینِ حق کو چاہیے کہ انہی امور کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے بیعت کریں۔ خصوصاً مولوی صاحب ہدایت المسلمین میں چست و تبلیغ و ارشاد کے شہ سوار ہیں یعنی مولوی کرامت علی صاحب جونپوری (اللہ ان کا مددگار رہے) جنھوں نے کہ اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور فقیر نے ان امور کو ان کے روبرو کما حقہ واضح کر دیا ہے اور ان کو بیعت لینے اور اشغال کی تعلیم دینے میں اپنی جانب سے مجاز کیا ہے، ان کے ذمہ لازم ہے کہ پہلے خود امور مذکور الصدر پر مضبوطی سے عمل کریں اور اپنے قلب و جسم کو حق تعالیٰ کی جانب متوجہ کریں اور شریعتِ غراء کی اتباع کو ظاہراً و باطناً سامنے رکھیں اور شرک کی تمام نجاستوں اور بدعات کی گندگیوں کو اپنے سے دور کریں اور اس کے بعد طالبینِ حق کو اس کی طرف راغب کریں اور اپنے ہاتھ پر بیعت لینے میں اپنی جانب سے کوشش کریں اور پورے طور پر رغبت دلائیں۔ ہرگز اس میں دریغ نہ کریں کیونکہ اس بیعت میں جو کہ فقیر کے دوستوں کے ہاتھ پر واقع ہوگی فائدہ کی کامل توقع ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کلمہ گو رسوم شرک سے پاک ہوں گے اور شرع شریف کی عظمت ان کے دل میں جاگزیں ہوگی اور فقیر دعائیں کرتا رہے گا کہ وہ بیعت گرانقدر نیک ثمرات کی باعث ہو۔ مریدین و طالبین کی تعلیم و تزکیہ میں دل و جان سے کوشش کریں اور ان سے بیعت لیں اور ان کو تزکیۂ نفس کے طریقے تعلیم فرمائیں۔ حق بزرگ و برتر اس فقیر اور ہمارے سلسلے کے تمام مخلصین و محبین کو موحدین و مخلصین و متبعینِ شریعتِ غراء کے زمرہ میں کر دے۔ آمین (مہر سیّد احمد) (مرقومہ: ۲ شعبان ۱۲۳۹ھ)

(ف: یہ خلافت نامہ ہی نہیں بلکہ مستقل ایک نصیحت نامہ ہے لہٰذا خلفاء کو تو خصوصاً اور جملہ مریدین و مسلمین کو عموماً اس کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کے مطابق طاعات پر عمل اور بدعات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ واللہ ولی التوفیق! ثمین اشرف)

مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ سیّد احمد شہیدؒ

(ولادت: ۱۸محرم ۱۲۱۵ھ۔ وفات: ۲ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ بروز جمعہ۔ مدفون: رنگپور، بنگلہ دیش)

۱) جب تک ہر مومن شخص اپنے سارے مقدمہ اور معاملے کو شریعت محمدی کی طرف رجوع نہ کرے گا اور آنحضرت ﷺ کو اپنے سارے مقدمے اور معاملے میں حکم نہ مقرر کرے گا اور مقدمہ و معاملے کا جو فیصلہ ان کی شریعت میں نکلے گا اس کو دل کی خوشی سے قبول نہ کرے گا تب تک وہ شخص مسلمان نہ ہوگا۔ (حضرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص:۱۳۶)

۲) جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ باطنی باتوں کی تعلیم کا بیان کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے۔ سو غلط ہے کیونکہ جو بات کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں اور وہ دین کی بات نہیں ہے۔ (یعنی طریقت و حقیقت کی جو باتیں اصلِ شریعت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ نہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں، غلط ہی غلط ہے۔)

۳) نیک لوگوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بد لوگوں کی صحبت بد کام سے بدتر ہے۔

۴) بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ اور بدعتی فرقوں میں سے بہت برے وہ فرقے ہیں جو پیغمبر ﷺ کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں (جیسے شیعہ، رافضی وغیرہ)

۵) دنیا مانند سائے کے ہے اور آخرت مانند آفتاب کے ہے۔ سو سایہ کی طرف کتنا ہی کوئی جائے اس کو پکڑ نہ سکے گا اور جب آفتاب کی طرف جائے گا تب سایہ خود اس کے ساتھ روانہ ہوگا۔

۶) بعض اولیاء اللہ نے جو دنیا قبول کرلیا ہے، اس کا سبب محض یہ تھا کہ دوسروں کو نفع پہنچائے۔

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

یعنی اہل اللہ دنیا سے محبت نہیں رکھتے نہ دنیا جمع رکھتے ہیں۔ اگر ان کے پاس مال و دولت ہے تو وہ دوستوں کے لیے ہی رکھتے ہیں۔

۷) اگر کوئی عالم کسی درویش یا مجذوب کا خلافِ شرع کام دیکھ کے اس سے انکار کرے اور اس بے شرع شخص کی بات جو خلافِ شرع ہے اس کو نہ مانے تو اس کو کچھ ڈر نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ اس کے مددگار ہیں۔

۸) اگر کوئی عالم اپنا خرچ مسلمانوں سے لینے میں اپنی بے غیرتی سمجھے اور لوگوں میں مطعون ہونے کے خوف سے وعظ و نصیحت کرنا چھوڑ کے دوسری نوکری چاکری جو اکثر اس زمانے میں مکروہ و مشکوک ہے، اختیار کرے تو یہ وسوسۂ شیطانی اور نفسانیت ہے۔

۹) نیک بات بجائے صدقہ کے ہے بلکہ صدقہ سے بہتر ہے۔ (صدقہ سے مخلوق کو دنیوی نفع حاصل ہوتا ہے اور نیک بات سے دینی و ایمانی، ابدی و اخروی نفع ہوتا ہے جو ہزار درجہ اعلیٰ و ارفع ہے۔)

۱۰) طریقۂ اہل اللہ آدمی کے نفس کے تزکیہ اور نفس کے فساد کی اصلاح کے واسطے ہوتا ہے اور نفس کا فساد ہر ملک اور ہر زمانہ میں بدلا کرتا ہے۔ اسی واسطے طریقہ بھی اس وقت کے لوگوں کے نفس کے فساد کی اصلاح کے مناسب ہوا کرتا ہے۔

۱۱) اہل اللہ یعنی اللہ والوں پر اعتراض۔ خصوصاً ان لوگوں پر کہ جن سے پیری و مرشدی کا نام درمیان میں آیا ہو اور ان سے دینی فائدہ لینا چاہتا ہو، نہ کرنا چاہیے۔ اور اس اعتراض کو زہرِ قاتل سمجھنا چاہیے۔

۱۲) ضروری ہے کہ مبتدی اپنے دن و رات کے سارے وقتوں میں سے ایک وقت قرآن کی تلاوت کے واسطے مقرر کرے۔

(ف: تلاوتِ قرآن مبتدی و منتہی سبھی کو کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ قربِ الٰہی تلاوتِ قرآن مجید سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ یمین اشرف)

۱۳) اس خاکسار نے خوب تجربہ کیا ہے کہ فضول کام میں آدمی گرفتار ہوتا ہے، تب اس کی سابق پرہیز گاری بھی جاتی رہتی ہے۔ سو آدمی سے جب کوئی فضول کام ہو پڑے تو فی الفور توبہ کرے اور پھر فضول کام کے پاس نہ جائے۔

(ف: حدیث پاک ہے "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ" یعنی آدمی

کے حسن اسلام سے یہ بات ہے کہ لایعنی (فضول) قول وفعل کو ترک کردے۔

زندگی میں برکت کا راز ہی ترکِ مالایعنی پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اکابر واسلاف کی خدمات کا راز بھی یہی ترکِ مالایعنی ہے۔ ثمین اشرف)

۱۴) عمدہ لباس لوگوں کے دِکھانے کے واسطے پہننے میں خواہشِ نفسانی ہے، اور موٹے کپڑے پہننے میں ریا ہے۔ تو کپڑا نہ پہنے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے۔ یعنی موٹا کپڑا یا عمدہ ہر طرح کے لباس میں اللہ تعالیٰ کی رضا منظور ہو۔

۱۵) یہ خاکسار کہتا ہے کہ شریعتِ محمدی نے ہم کو ساری شریعتوں سے بے پرواہ کردیا۔ وہ کیا ہے جو شریعتِ محمدی میں نہیں ہے، یہاں تک کہ توریت کے پڑھنے سے حضرت محمد ﷺ ناراض ہوئے تو مشرکوں اور جوگیوں کے طریقے کے موافق عمل کرنے یا نجوم کے موافق عمل کرنے سے رسول اللہ ﷺ کے کس قدر غضب میں گرفتار ہوگا۔

(ف: یہی حکم اس زمانے میں رامائن اور مہا بھارت کے پڑھنے اور اس کو ٹی وی پر دیکھنے اور سننے کا بھی ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بے حد احتیاط کرنا چاہیے۔ ثمین اشرف)

۱۶) حقیقت یہ ہے کہ ذکر سے مقصودِ اصلی اطمینانِ قلب اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا حاصل ہونا ہے۔ غیبی صورتوں، نوروں اور رنگوں کا دیکھنا مقصود نہیں ہے اور نہ اس کے واسطے ذکر مقرر ہوا ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۴۱۳-۴۰۷)

۱۷) اس خاکسار کو مرشد حضرت سیّد نے فرمایا تھا کہ تم اچھا کھانا، اچھا لباس اور اچھی سواری اختیار کرو۔ یہی تمھارے واسطے ریاضت ومجاہدہ ہے، سو اب ہم نے اس حقیقت کو سمجھا۔

۱۸) عید کے روز کی سیوئیں کو خاکسار نے بریلی میں حضرت مرشد سے پوچھا تھا۔ ہنس کے فرمایا کہ مولانا! کھانے پینے میں بدعت نہیں ہوتی اور عید کے روز میٹھا کھانا مسنون ہے۔ سیوئیں بھی اس میں داخل ہے۔

۱۹) جو کوئی نماز نہ پڑھے گا وہ شخص کتنے ہی عبادت اور نیکی اور خیرات اور عملِ صالح کرے گا۔ اس کا نفس کبھی نہ بنے گا اور یہ بات بھی بدیہی اور یقینی ہے کہ اپنے نفس کی خرابی کو پسند نہیں تو اس صورت میں بے نمازی رہنا کب کسی کو پسند آوے گا۔

نیز نماز مومنوں کی معراج ہے کہ اس کے سبب سے بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے مکان میں پہنچ جاتا ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کی دیدار کے مقام کی خبر دیتی ہے اور نماز میں اس کے دیدار کی بوآتی ہے اور یہ بات کسی عبادت میں حاصل نہیں۔ (سیرت مولانا کرامت علی، ص: ۱۴۱)

(ف: نماز کے اہتمام سے تصفیۂ قلوب وتزکیۂ نفوس حاصل ہوتا ہے جس پر فلاح کا مدار ہے۔ نماز کے اہتمام سے دیدارِ الٰہی کا شرف دنیا میں بھی نصیب ہوگا جس کا امر حدیث "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ" میں مذکور ہے۔ اسی کو نسبتِ احسان کہتے ہیں جو سلوک کی منتہی ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص: ۴۱۵)

حضرت شاہ حاجی عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ بنام میانجیو نور محمد جھن جھانویؒ

(وفات: ۲۷/ ذوقعدہ ۱۲۴۶ھ۔ مدفون: بالاکوٹ)

۱) مہربان مخلصان میانجیو نور محمد صاحب - بعد سلام مسنون کے، معلوم ہو کہ ضروری مدعا یہ ہے کہ آپ کو (بیعت لینے کی) اجازت ہے۔ جو آپ سے بیعت کا ارادہ کرے آپ پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ طالبین کو بیعت وتلقین فرمائیں۔ اس معاملے میں ہرگز تکلف سے کام نہ لیں اور کسی مخالف وسوسے اور خطرے کو دل میں جگہ نہ دیں۔

اہم مقصد ومطلوب یہ ہے کہ انسان خود بذاتہ شریعت پر ثابت قدم ظاہراً و باطناً ہر وقت رہے اور ہر طرح کے شرک و بدعت سے پاک رہے۔ اسی طرح سے دوسرے مومنین مخلصین کی ہدایت اس کے پیش نظر رہے۔ زیادہ خیریت، والسلام

۲) یاد رہے کہ شرک فقط یہی نہیں ہے کہ غیر اللہ کو اللہ کہے۔ شرک کی کئی قسمیں ہیں:
(۱) شرک فی بالعبادۃ - وہ یہ ہے کہ جو افعال اللہ کی تعظیم کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، اُن کو اللہ کے سوا کسی اور کیلئے بجالائے، جیسے سجدہ۔ (۲) شرک فی العلم: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب سمجھے جیسے کہ اس زمانے میں جہلاء سمجھتے ہیں مثلاً ہم جو کچھ کہتے ہیں ہمارا پیر سنتا ہے۔ (۳) شرک فی القدرۃ - اور وہ یہ ہے کہ دوسرے کیلئے اللہ تعالیٰ کی سی قدرت ثابت کرے مثلاً یوں کہے کہ میرا یہ لڑکا فلاں پیرزادے کا عطا کیا ہوا ہے یا میری روزی فلاں پیر دیتا ہے۔

اور بدعت یہ ہے کہ اس شریعت میں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے، کچھ کمی زیادتی کرے۔ چنانچہ رکعت میں ایک رکوع اور سجدے دو مشروع ہیں، تین کردے اور سمجھے کہ زیادتی عبادت ہے یا کمی کرے چنانچہ ایک رکوع اور ایک سجدہ کرے اور کہے کہ میں نے عبادت کی ہے تو یہ دونوں شرع کے نزدیک مردود ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۴۳۸)

اقوالِ سلف مناقب پیر و مرشد سیّد احمد شہیدؒ:

۱) ہم کو نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا نہ آتا تھا۔ سیّد صاحب کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آ گئی اور روزہ رکھنا بھی آ گیا۔

۲) جب اللہ تعالیٰ نے ان سیّد صاحب کو سہارنپور پہنچایا اور مجھ سے ملایا اور مجھ کو توفیق دی کہ میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور ان کا طریقہ دیکھا، اس وقت اپنے نزدیک مجھ کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں اُس حالت میں مر جاتا تو میری موت بری ہوتی۔

۳) فنا و نیستی اختیار کرنے کے بعد ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے عقلمند آدمی کو اِسے اختیار کرنا چاہیے۔ آدمی کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ باوجود صاحبِ کمال ہونے کے ان کمالات پر از راہِ فخر و عجب نظر نہ کرے۔

۴) یہ حالت تو نہایت ہی بری ہے کہ اپنے اندر تو ذرا بھی فضل و کمال نہ رکھتا ہو مگر اپنے متعلق فضل و کمال کا گمان و اعتقاد رکھتا ہو۔ (اقوالِ سلف، ص:۴۳۵)

حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ بنام قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

بوقت شہادت یعنی نزع کے وقت میرے پاس رہنا۔ چنانچہ مولانا گنگوہیؒ آپ کو گولی لگنے کے بعد قریب کی مسجد میں لے گئے اور اپنے زانو پر حافظ صاحب کا سر رکھا اور اسی عالم میں یہ شہیدِ اُلفت اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملا جس سے ملنے کیلئے بے حد بے چین تھا۔ یومِ شہادت: ۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ مدفون: تھانہ بھون۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۴۴۸)

حضرت مولانا محمد طاہر صاحب معروفیؒ

(ولادت: ۱۲۲۴ھ م ۱۸۰۹ء۔ وفات: پنجشنبہ، ۲۴ ربیع الاوّل ۱۲۹۶ھ م ۱۷؍اپریل ۱۸۷۹ء)

۱) وہی طریقہ اختیار کرو جو "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ" کا ہے۔ اسی میں نجات ہے۔

۲) عقائد درست رکھو اور کوئی نئی چیز دین سمجھ کر نہ اختیار کرو کیونکہ وہ عند اللہ مردود ہے۔

۳) قرآن کریم سے زیادہ شغل رکھو اور اس کی تلاوت پابندی سے کرتے رہو۔

۴) دین اس عالم سے سیکھو جو باعمل اور صاحبِ تقویٰ ہو۔

۵) جتنی فاسد رسمیں رائج ہوگئی ہیں ان سب کو چھوڑ دینے میں ہی عافیت ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

۱۔ قرآن شریف اور حدیث پڑھا کرو کہ اللہ میاں دل پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

۲۔ نسبت قرآن کی عنایت سلوک ہے۔

۳۔ اگر قرآن شریف کے بدلے جنت ملے منظور نہیں۔ اگر قرآن شریف ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ ہمارے پاس جنت میں حوریں آئیں گی تو ان سے ہم کہیں گے آؤ بی بی بیٹھ جاؤ۔ تم بھی قرآن شریف سنو۔ (اقوال سلف، ج:۳، ص:۴۳)

۴۔ اللہ کی محبت میں جو مزہ ہے وہ جنت کی چیزوں میں نہیں ہے۔ حور و قصور اور کھانے کی چیزیں اور حوضِ کوثر اور ان سب کا مزہ اس مزہ کے روبرو کچھ نہیں ہے۔ عاشقوں کو جنت بھی اسی وجہ سے پسند ہوگی کہ اس میں اسی کا جمال ہے۔ ہمیں یہ مزہ قرآن مجید پڑھنے میں آتا ہے۔ جنت میں جب ہمارے پاس حوریں آئیں گی تو ان سے کہیں گے کہ آؤ ذرا قرآن مجید سن لو۔

(مشائخ نقشبند، ص: ۱۳۷)

۵۔ کس عمل سے آپ اس مقام پر پہنچے؟

جواب ارشاد فرمایا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے۔

﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ ہماری چال چلو تب پیار کرے گا اللہ تم لوگوں کو۔ (کتنا پیارا ترجمہ فرمایا!) جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں

آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔

۶۔ درود شریف بکثرت پڑھو، جو کچھ ہم نے پایا درود شریف سے پایا۔

۷۔ افعالِ ظاہری رسول اللہ ﷺ بسہولت اور بے تکلف ہونے لگنا یہی فنا فی الرسول ہے اور کچھ نہیں۔

۸۔ حضرت نے فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کرو۔ میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت محبوب ہیں۔ زبانِ عشق سے کہو۔ پھر آپ نے خود فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی پیار کرے ان کو اللہ اور سلامت رکھے۔ (کیا عاشقانہ ترجمہ کیا ہے!) اس جملے سے مجھ پر کیفیت طاری ہوگئی اور میں نے نعرہ مارا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی ہوکر اِتنا چلاتے ہو۔
(مشائخِ نقشبند، ص:۱۴۲۔ ناقل مولانا شاہ سلیمان پھلواری)

۹۔ ہم کو جو مزہ شعر میں آتا ہے قرآن شریف میں نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا ابھی بُعد ہے، قرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے کسی میں نہیں۔ (مشائخِ نقشبند، ص: ۱۴۰)

۱۰۔ ارشاد فرمایا: یہی طریقۂ شریعت عمدہ ہے۔ اسی حدیث وقرآن کی مزاولت اور اسی کی محبت کی برکت سے بڑے مراتب حاصل ہوئے ہیں اور اصل دل کی درستگی ہے اور شریعت کی پابندی۔ (اقوال سلف، ج:۳، ص:۴۴)

۱۱۔ فرمایا کہنے کی بات تو نہیں لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے اللہ نے پیار کرلیا۔

۱۲۔ بھائی جنت کا مزہ برحق، حوضِ کوثر کا مزہ برحق، مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں۔

۱۳۔ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کریں گے۔ دعا ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں اجازت دے دیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ۔

۲۲ر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو بعد مغرب آپ کا وصال ہوا اور گنج مراد آباد میں مدفون ہوئے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۵۲)

۱۴۔ وصال کے دن ساڑھے تین بجے دستِ مبارک اُٹھا کر نہایت خضوع سے دعا فرمائی کہ اے اللہ پاک! آپ میرے جملہ مریدین ومعتقدین، دوست، احباب اعزہ واقارب کو

خوش خرم رکھ۔ کھاتا کھلاتا رکھیے گا اور سب کا خاتمہ بالخیر کیجیے گا۔' آمین، آمین، آمین' تین بار فرمایا۔ (اکابر کی شانِ زندگی، ص: ۴۷)

مجاہدِ آزادی حضرت مولانا محمد علی جوہر

(ولادت ۱۸۷۶ء وفات ۴ جنوری ۱۹۳۱ء)

مولانا محمد علی جوہر اپنی اس آپ بیتی کو ایک نعتیہ غزل میں نہایت والہانہ انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت کی ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے، ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی، ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے، ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل، سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں، اور ایسی کراماتیں!
بے مایہ سہی لیکن، شاید وہ بُلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی، کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

اس نعتیہ غزل کے متعلق ایک واقعہ ذکر بے محل نہ ہوگا۔ ۱۹۲۴ء میں مولانا محمد علی مرحوم کی لکھنؤ میں تشریف آوری سے فائدہ اُٹھا کر مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ندوہ کی طرف سے انھیں چائے پر مدعو کیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے مولانا نگرامی نے کہا کہ:

سیاسی تقریریں تو اور بہت سے موقعوں پر ہم سن لیں گے اس وقت تو ہم طلبۂ ندوہ یہ چاہتے ہیں کہ ''تنہائی کی راتوں میں خلوت کی ملاقاتیں'' جو آپ کے نصیب میں آئی ہیں ان

سے ہمیں بھی مستفید فرمایا جائے۔

مولانا نگرامی بڑے دین دار، مخلص اور بے نفس قسم کے انسان اور اچھے خطیب اور مقرر تھے۔ ان کی تقریر سے مولانا محمد علی بھی متاثر و محظوظ ہوئے لیکن ان کی حاضر جوابی اور ذہانت نے اس فرمائش سے گریز کا یہ لطیف انداز اختیار کیا۔

''میرے عزیز بھائی! تم بھی ایک شاعر کی بات کا اعتبار کر بیٹھے۔ شاعر تو اپنی خیالی دنیا میں کیا کچھ کہہ جاتا ہے۔ اس سے ان چیزوں کا ثبوت عملی دنیا میں طلب کرنا تو بڑی زیادتی ہے۔'' (محمد علی، ج:۱،ص:۱۳۸)

ف۔ سبحان اللہ! کس قدر تواضع اور اخفائے حال کا اہتمام تھا جو اچھے اچھوں کو نصیب نہیں۔ (قمرالزمان)

ایک اور غزل کے چند اشعار سے مولانا کی ایمانی کیفیت کا اندازہ کیجیے:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب سے سامانِ بقا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابنِ علیؓ کو
خوش ہوں وہی پیغامِ قضا میرے لیے ہے
میں کھوکے تیری راہ میں سب دولتِ دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

وہ بارگاہِ رسالت میں اپنا پُرخلوص نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے شافعِ محشر جو کرے تو نہ شفاعت
پھر کون وہاں تیرے سوا میرے لیے ہے
کیوں ایسے نبی پہ نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہیں بُرا میرے لیے ہے

کیوں جان نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے

ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لیے ہے

مولانا کو اسیری کی حالت میں اپنی ایک جوان بیٹی (آمنہ) کی علالت کی خبر ملتی ہے۔ جیل میں ہونے کی وجہ سے اس کی تیمارداری اور دوا و علاج سے معذور تھے لیکن اپنی تسکین و تثبیتِ قلب کے لیے اس موقع پر انھوں نے جو اشعار کہے ہیں وہ درحقیقت ایک مومن کے جذبۂ صبر وشکر، تسلیم و رضا اور توکل و تفویض اِلی اللہ کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔ ملاحظہ ہو،

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں

تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں

امتحاں سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا

جو ہر اک حال میں امید سے معمور نہیں

ہم کو تقدیرِ الٰہی سے نہ شکوہ نہ گلہ

اہلِ تسلیم ورضا کا تو یہ دستور نہیں

تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو

نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

تیری قدرت سے خدایا تیری رحمت نہیں کم

آمنہ بھی جو شفاء پائے تو کچھ دور نہیں

شانِ رحمت مجھے دکھلا کہ ہو تسکین کا نزول

دلِ جوہر ہے یہ، یا رب جبلِ طور نہیں

صعوبتوں اور دشواریوں سے ہراساں ہونے کے بجائے انھیں صبر وشکر کے ساتھ جھیل جانے اور خطرات وشدائد کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کو وہ عین دین و ایمان سمجھتے ہیں اور کوشش وجستجو اور حرکت وعمل کی تلقین بھی کرتے ہیں مگر نتیجہ اللہ کے حوالے کرنے، اس کی مرضی کے تابع ہونے اور صبر و توکل اختیار کرنے کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو مزہ دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ
ہے سنتِ اربابِ وفا صبر و توکل
چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامانِ رضا دیکھ

(جوہر نامہ ۱۱۶ تا ۱۱۸)

ف۔ غور فرمایئے کہ توحید و رسالت کے سلسلہ میں کتنے عارفانہ و عاشقانہ اشعار ہیں جو صاحبِ معرفت ہی کہہ سکتا ہے۔ اسی لیے ان اشعار کو ہمارے مشائخ و علماء نے بھی پسند فرمایا ہے اور داد تحسین دی ہے۔

چنانچہ مرشدی حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ تو اکثر صاحبزادی آمنہ کی علالت کے سلسلے میں کہے ہوئے اشعار نیز رات کی تنہائی کی کیفیتِ قلبی کو بیان کرتے ہوئے مولانا نے جو اشعار کہے ہیں ان کو مجلسِ عام و خاص میں نہایت کیف و حال سے سناتے تھے جس سے اصحابِ مجلس غایت درجہ متاثر ہوتے تھے۔

نیز حضرتؒ فرماتے تھے کہ مولانا محمد علی جوہر اصطلاحی عالم نہ تھے مگر چونکہ حضرات علمائے دیوبند کی خدمت میں رہے تھے اس لیے ان کے فیضِ صحبت سے وہ بھی صاحبِ دل ہو گئے تھے اس لیے وہ ایسے اشعار کہتے تھے۔ (مرتب) (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۳۶۷)

اَللّٰہ الخصام کون ہے

اگر چین و عرب بھی تمھارا ہے اور ہندوستان بھی تمھارا ہے اور تم سب مسلمان ہو اور سارا جہان تمھارا وطن ہے تو اس دشمن کو الد الخصام سمجھو جو سارے جہان پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ یقیناً وہ دشمن ہندو نہیں۔ اس غریب کی تگ و دو تو سمندر کے کنارے تک ہے۔ یہ گولر کا بھنگا ہے جس کی ساری دنیا اس گولر میں محدود ہے۔ ایمان سے کہو کیا ہندو سے خائف ہو؟ ریل میں کسی ڈبہ میں چھ سات ہندو ہوں اور ان میں تم جا کر بیٹھ جاؤ تو کیا تمھیں ان سے ڈر لگے گا؟ بعض اوقات تو انہی کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ البتہ اگر اس ڈبہ میں دو چار گورے ہوں تب تم کو اور ان کو دونوں کو ڈر لگتا ہے کہ یہ ماریں گے یا سامان پھینک دیں گے یا گالی دیں گے یا پاؤں دبوئیں گے۔

(سیرت محمد علی، ص:۴۱۹۔ بیس بڑے مسلمان، ص:۸۱۲)

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ

(ولادت: ۱۲۸۸ھ۔ وفات: ۱۳۳۴ھ سہارنپور۔ والد ماجد شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ)

ا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ: تعلیم و تربیت کے سلسلے میں والد ماجد کے یہاں سب سے زیادہ زور ترکِ تعلقات پر تھا اور ان کا مقولہ تھا کہ آدمی چاہے کتنا ہی غبی و کند ذہن ہو اگر اس میں تعلقات کا مرض نہیں ہے تو وہ کسی وقت ذی استعداد بن کر رہتا ہے۔

اس کے برخلاف وہ جتنا بھی ذی استعداد، ذہین اور علم کا شوقین ہو اگر اس کو تعلقات کا چسکا ہے تو وہ اپنے جوہروں کو کھو کر رہے گا۔ شیخ سعدی نے فرمایا۔

تعلق حجابست و بے حاصلی
چو پیوندہا بگسلی واصلی

۲۔ صاحبزادگی کا زعم بہت دیر میں نکلتا ہے۔ (اقوال سلف، ج: ۴، ص: ۴۹۱)

سید قطب شہیدؒ

(ولادت: ۱۹۰۶ء۔ شہادت: ۲۹/ اگست ۱۹۶۶ء)

دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے انمول ہدایت و نصیحت

ا۔ ﴿وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (البروج) اور انھیں ان کی صرف یہ بات بری لگی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھیں جو غلبہ کا مالک اور حمد و ستائش کا سزاوار ہے۔ اس سے ایک اور نکتے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس قابل ہے کہ دعوتِ دین کا کام کرنے والے مومنین اس پر غور کریں خواہ وہ کسی بھی دور یا کسی بھی سرزمین میں کام کر رہے ہوں۔

اہلِ ایمان اور دشمنانِ اسلام کے درمیان جنگ دراصل عقیدے کی جنگ ہے۔ یہ دشمنانِ اسلام اہلِ ایمان سے صرف عقیدے کی وجہ سے چڑتے اور محض ایمان کی وجہ سے ان کو دُکھ اور آزار پہنچاتے ہیں۔ یہ کوئی سیاسی یا اقتصادی جنگ نہیں، نسلی اور قومی جنگ بھی نہیں، اگر ایسی کوئی جنگ ہوتی تو اس کا ختم ہو جانا آسان تھا۔ مگر یہ تو عقیدے کی جنگ ہے کہ یا تو کفر ہوگا یا ایمان، یا جاہلیت ہوگی یا اسلام۔

اشرافِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت کے انبار، حکومت کے تخت و تاج اور لذت کام و دہن کے سامان وغیرہ ساری چیزیں پیش کی تھیں۔ کیوں؟ صرف ایک بات کے لیے۔ یہ کہ آپ عقیدے کی جنگ لڑنے سے باز آجائیں اور اس معاملے میں نرمی اور رواداری سے کام لیں اور اگر حاشا وکلا ان میں سے کسی چیز پر بھی آپؐ راضی ہوگئے ہوتے، تو آپؐ سے ان کی کوئی جنگ نہ رہتی۔ یاد رہے! یہ دراصل عقیدے کا مسئلہ اور عقیدے کی جنگ ہے، اہلِ ایمان کا فرض ہے کہ وہ جب بھی کسی دشمن کے مقابلے میں صف بستہ ہوں ان کے ذہن و دماغ میں حقیقت پوری طرح مستحضر رہے کیونکہ عداوت کی بنیاد صرف عقیدہ ہے۔ یعنی یہ بات کہ وہ ایک اللہ، عزیز وحمید پر ایمان رکھتے اور صرف اسی کے آگے جُھکتے اور اسی کی اطاعت کرتے ہیں۔ (نقوشِ راہ، ص: ۳۰۶۔ اقوال سلف، ج: ۴، ص: ۵۴۸)

۲۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو مظلوم کو کہتے ہیں کہ ظالم سے معافی مانگ لے۔ اللہ کی قسم، اگر معافی کے چند الفاظ مجھے پھانسی سے نجات دلا سکتے ہوں تب بھی میں کہنے کے لیے تیار نہ ہوں گا، اور اپنے رب کے حضور اس حال میں پیش ہونا پسند کروں گا کہ میں اس سے خوش ہوں اور وہ مجھ سے خوش۔ (الشہید سید قطب، ص: ۵۰-۵۱)

اب جی چاہتا ہے کہ 'نقوش راہ ترجمہ معالم فی الطریق' سے نہایت مفید و بصیرت افروز مضمون نقل کروں جو پوری کتاب کا گویا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آج سارے ہی عالم کے نظامہائے زندگی کا سرچشمہ جاہلیت ہے۔ وہ جاہلیت جس کی ہلاکت سامانیوں میں محو حیرت کر دینے والی مادّی سہولتوں اور عروج کے نقطۂ کمال کو چھونے والی مادّی ترقیوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس جاہلیت کی بنیاد ہی یہ ہے زمین میں اللہ کی بادشاہت اور اُلوہیت کی سب سے بڑی خصوصیت یعنی حاکمیت پر زیادتی و دراز دستی۔ یہ جاہلیت حاکمیت کا حق انسان کو دیتی ہے۔ یہ کچھ انسانوں کو کچھ انسانوں کا معبود قرار دیتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے سلسلے میں دراز دستی کا نتیجہ بندوں پر زیادتی کی شکل میں

نمودار ہوتا ہے۔ آج کلیت پسندانہ نظاموں میں انسان کی تذلیل وتحقیر اور سرمایہ دارانہ نظاموں میں سرمایہ سامراج کے تسلط کے افراد اور رعایا پر ظلم وزیادتی ہورہی ہے۔

اس معاملے میں اسلامی نظام بالکل منفرد ہے کیونکہ نظامِ اسلامی کے علاوہ ہر نظام میں کسی نہ کسی شکل میں انسان انسان کی پرستش کر رہا ہے۔ تنہا نظام اسلامی ہی وہ نظام ہے جس میں سارے انسان آزاد ہیں نہ کوئی کسی کا بندہ ہے نہ معبود، یہاں تو صرف اللہ کی عبادت کرنی ہے اور اللہ ہی کے آگے جھکنا ہے اور اللہ ہی کے احکام پر چلنا ہے۔

یہی دوراہہ ہے جہاں سے یہ راستہ اور راستوں سے ممتاز ہو جاتا ہے، اور یہی وہ نیا تصوّر ہے جو اس وقت ہم انسانیت کے سامنے پیش کر سکتے ہیں کیونکہ یہی وہ بے بہا اثاثہ ہے جس سے انسانیت کی جھولی خالی ہے۔ اس لیے کہ یہ نہ تہذیبِ مغرب کی پیداوار ہے اور نہ یورپ کی عبقریت کا ثمرہ۔

بلاشبہ ہم ایک ایسی جدید اور عمدہ ترین چیز کے مالک ہیں جس سے انسانیت بالکل ناآشنا ہے اور اس کے بس میں نہیں ہے کہ اسے تیار کر سکے۔

لیکن یہ ضروری ہے (جیسا کہ پہلے مذکور ہوا) کہ یہ عملی دنیا میں محسوس پیکر بن کر نظر آئے، اور یہ ضروری ہے کہ کوئی اُمت اس کا بولتا ہوا نمونہ بن کر سامنے آئے۔

لہٰذا اس کے لیے ہمیں اسلامی دنیا میں بیداری کی مہم چلانی ہوگی اور یہی بیداری کی وہ مہم ہے جس کے بعد دیر سویر انسانیت کی قیادت ہاتھ میں آسکے گی۔ (نقوشِ راہ، ص: ۳۰)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ

۱۔ اگر حضرت مجدد الف ثانیؒ نہ ہوتے تو تصوّف زندقہ ہو جاتا۔

۲۔ تصوّف، فقاہت یعنی دینی سمجھ اور شعور کا نام ہے۔ (تصوّف کا ابتدائی سِرا نیت کا درست کرنا اور انتہائی سِرا دینی سمجھ اور شعور۔ جو تصحیح نیت سے حاصل ہوتا ہے۔)

۳۔ خلوصِ نیت سے کیے ہوئے اعمال کی اہمیت ہے۔

۴۔ اب تصوّف کا خلاصہ نکل آیا۔ اب تو کچھ خواہشات کو دبانا اور کچھ کرنا، کرانا، اس

سے وصول ہوجاتا ہے۔ باقی اس کا یہ مطلب نہیں کہ پھر کچھ نہیں کرنا (معمولات) کرنا تو میاں عمر بھر کا ہے۔

۵۔ سلوک کا آسان راستہ محبت وصحبت شیخ۔ اپنے نفسِ امّارہ کو مطمئنہ بنانے یالوّامہ کو اطمینان تک پہنچانے کا راستہ سلوک کہلاتا ہے۔ جن کا نفس مطمئنہ ہو جائے اور بیعت کا نفع، صحبت شیخ کے بغیر نہیں ہوتا۔ تصوّرِ شیخ کیا ہے؟ صحبتِ شیخ۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کب راضی ہوتے ہیں؟ جب انسان سے تمام برے اخلاق اور حبِ جاہ وغیرہ جاتے رہیں تو سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا۔

۷۔ راہِ سلوک میں معاصی سے پرہیز بہت ضروری ہے۔ راہِ سلوک میں جو عمل کرتا ہے وہ تو کرنا ہی ہے۔ پس ماحول، صحبت، ذکر، شغل تو کرنا ہی ہے لیکن پرہیز سب سے ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آدمی کسی معروف گناہ میں مبتلا ہو۔ بعض اوقات ایک نظر جو کسی پر خلافِ شرع پڑ جائے اس خرمن کو جلانے کے لیے کافی ہوتی ہے اور اس ابتدائی نورانی کرن کو ہمیشہ کے لیے بجھانے کا سبب بن سکتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنَا مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا۔

۸۔ مصیبتیں چوکیدار ہیں، جو غفلت سے بیدار کرتی ہیں۔ انسان کو غفلت ترک کرنی چاہیے اور غفلت سے مراد اللہ کی یاد سے ذہن کا خالی رہنا ہے۔ حق تعالیٰ کی یاد کی پختگی پیدا کیے بغیر تو انسان کا کام نہیں چلتا۔ اسے رہبانیت کہیے۔ تو اتنا تو کرنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی غارِ حرا میں جا کر رہنا پڑا اور پھر فرشتہ نازل ہوا تو تبلیغ کے لیے توجہ کی۔

۹۔ اللہ جسے چاہے یقین دیتا ہے۔ یقین دیکھنے سے مکمل ہوتا ہے۔ آخر ہم ایسی چیز پر کیسے یقین لاسکتے ہیں۔ جو دیکھنے، سننے اور چھونے میں نہ آسکے، مگر حضرت (گنگوہی) کی برکت سے یہ سمجھ میں آ گیا اور دل میں اُتر گیا کہ اللہ چاہے تو ضرور یقین حاصل ہوجاتا ہے۔

۱۰۔ **قربِ الٰہی کا مفہوم:** رضائے الٰہی کے مطابق کام کرنے سے قربِ ربانی ورحمانی حاصل ہوتا ہے اور قرب کی وضاحت وہ جو حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ میں اس بندے کے ہاتھ ہوجاتا ہوں، اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

۱۱۔ اسلام کے معاشرتی نظام پر عمل سے دنیا کے تمام جھگڑے مٹ جاتے ہیں۔ اگر ایک

حدیث پر عمل ہو جائے تو دنیا کے جھگڑے مٹ جائیں۔ مثلاً یہ کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو۔

۱۲۔ ذکرِ جہری ازالۂ مرض کے لیے ہے۔ ذکر تو آہستہ آواز سے ہی کرنا چاہیے۔ اور رفعِ خیالات اور یکسوئی کے خیال سے اگر شیخ کسی کو زور سے ذکر کرنے کو فرمائے تو وہ ازالۂ مرض کے لیے ہے۔ علاج کے لیے ایسا کرنا منہی عنہ نہیں ہے۔

۱۳۔ کسرِ نفسی اگر واقعی ہو تو بڑی چیز ہے۔ لوگ بناوٹ سے اپنے آپ کو حقیر ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ دل میں اپنے متعلق یہ نہیں ہوتا۔ یہ تو نفاق ہے۔

۱۴۔ جس طرح صحبت کا اثر ہوتا ہے اسی طرح تصنیف کا بھی اثر ہوتا ہے۔

۱۵۔ تصرّف کر کے پیسے بٹورنا، چوری اور غصب کی طرح ہے۔ جو شخص ایسا تصرّف کرے (جس سے دوسرے کا نقصان ہوتا ہو) وہ بہت برا ہے۔ جو کوئی اس طرح اثر ڈال کر کسی سے کچھ پیسے بٹورے وہ ایسا ہی ہے، جیسے چوری یا غصب اور ڈاکہ ڈال کر کچھ لے لیا جائے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ سے، جس میں آتا ہے، ''دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہو''، استنباط فرمایا ہے کہ کسی کی اندرونی حالت بھی ایسے طریق سے نہ دیکھنے کی کوشش کرے چہ جائیکہ تصرّف کرنا۔ (شاہ عبدالرحیم رائپوری، ص:۴۶۴)

۱۶۔ دنیا و آخرت کے اندر قرآن سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ بصیرت دیں وہ خوب سمجھ سکتا ہے۔ سوچ کر دیکھ لیں کہ یہ قرآن مجید کیا شئے ہے۔ حضور ﷺ تو اس کے لانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ لہٰذا اس نعمت کا کوئی بدل نہیں۔ اس نعمت کی قدر بھی اس کی عظمت کے بقدر کرنی چاہیے۔

سمجھتے بھی ہو؟ جس سینے میں قرآن شریف بھرا ہو وہ کس سینے کے مشابہ ہے؟ وہ حضور ﷺ کے سینہ کے مشابہ ہے۔ (غالباً اسی لیے حافظ کا سینہ قبر میں بھی محفوظ رہتا ہے کہ اس میں رب تبارک وتعالیٰ کا کلام محفوظ ہوتا ہے۔)

۱۷۔ دنیا اور آخرت کی عزّت اس میں ہے کہ فقر و فاقہ پر قناعت کرو اور اللہ کے واسطے اس کی اشاعت کرو کہ کسی طرح لوگوں کو یہ پہنچ جائے۔

یہ الفاظِ قرآن بنیاد ہی تمام علوم کے ہیں۔ اسی طرح سے جتنے علمِ قرآنی ہیں وہ سب قرآن ہی پر قائم ہیں۔ اگر یہ الفاظِ قرآن نہ رہیں تو سارے کے سارے علم رہ جائیں۔ یعنی خدا نخواستہ یہ الفاظ قرآن نہ رہیں تو تمام علوم منہدم ہوجائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ توراۃ وانجیل کا پتہ نہیں کیونکہ ترجمہ ہوکر اصل کا خیال نہیں رکھا گیا۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۲۷۳)

مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

ہندوستان ہمارا وطن ہے

جو حالات ہمارے سامنے ہیں کہ انسان خود انسان کے خون کا پیاسا ہے، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان کو کن الفاظ سے تعبیر کریں۔ وحشت اور درندگی کا لفظ بھی کافی نہیں ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ وحشت اور درندگی اس حالت سے شرم کر رہی ہے۔ شیر اور بھیڑیے جو سب سے زیادہ وحشت ناک درندے مانے جاتے ہیں وہ دوسرے جانوروں کا خون چوس کر درندگی کی پیاس بجھاتے ہیں لیکن اپنے بچوں کو وہ بھی نہیں پھاڑتے .... یہ حضرت انسان ہیں کہ خود اپنے ہم جنس بچوں اور عورتوں اور کمزور انسانوں کو ذبح کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ عوام کی وحشت اور درندگی کا علاج حکومت کا فرض ہے لیکن اس کا کیا علاج جب معالج اور امن کے ذمہ دار خود وحشت زدہ ہوجائیں۔

ہندوستان ہمارا ملک ہے۔ یہ ہماری روایات کا مخزن اور ہماری تہذیب وثقافت کا گہوارہ ہے۔ اس کی در و دیوار پر ہماری ہزار سالہ تاریخ کے نشانات کندہ ہیں۔ اگر پنڈت جواہر لال نہرو کو یہاں رہنے کا حق حاصل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن جیسا ہمارا حق بھی اس سرزمین پر نہ ہو۔ ہم اس ملک میں رہنے والے مسلمانان، اس لیے نہیں ہیں کہ کسی کی چاپلوسی کریں یا سمجھیں کہ اس سے ہندو خوش ہوگا یا پنڈت نہرو خوش ہوں گے۔ اگر مسلم زعماء کے دل میں ایک منٹ کے لیے بھی یہ خیال گزرے تو میں کہوں گا کہ اس سے بڑی بزدلی اور نفاق نہیں ہوسکتا۔ یہ ملک جس طرح اکثریت کا ہے اسی طرح اقلیت کا بھی۔ (ماخوذ 'بیس بڑے مسلمان'، بحوالہ چراغِ راہ، ص:۱۵۱)

اُمتِ مسلمہ کا نصب العین

بارگاہِ الٰہی سے اُمت مسلمہ کو 'خیر اُمت' (بہترین اُمت) کا خطاب عطا فرمایا گیا ہے۔

یہ خطاب اس کے بلند نصب العین کی بنیاد پر ہے جس کا خلاصہ آیات و احادیث کی روشنی میں درج ذیل ہے:

۱۔ معروفات (بھلائیوں) کا حکم کرنا، منکرات (برائیوں) سے باز رکھنا، دین کو قائم کرنا اور رکھنا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی جدوجہد کرنا اُمتِ مسلمہ کا فریضہ اور نصب العین ہے۔

۲۔ فلاح و بہبود، کامیابی و کامرانی اس فریضے کی ادائیگی کے ساتھ وابستہ ہے۔

۳۔ اس فریضے سے غفلت کفر و عصیان اور عدوان کے مترادف ہے۔ جو لوگ اس سے غفلت کریں ان پر انبیاء کے ذریعے لعنت کی گئی ہے اور قرآن نے اس غفلت کو بدترین جرم قرار دیا ہے۔

۴۔ مسلمانوں میں باہمی محبت اور اُلفت اس نصب العین سے وابستگی کی وجہ سے ہے، نصب العین سے جس قدر لگاؤ اور اُنس ہوگا اسی قدر آپس میں اُنس و محبت بڑھے گی اور آپس میں جس قدر اُلفت اور یگانگت ہوگی اسی قدر مقصد کے حصول میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا جاسکے گا۔

۵۔ اللہ کا دین غالب ہونے ہی کے لیے آیا ہے۔ پستی، مغلوبیت اور پامالی کیلئے نہیں آیا۔

۶۔ اقامتِ دین کا فریضہ تمام اُمتوں پر عائد کیا گیا ہے۔ اُمت مسلمہ کے لیے یہ کوئی نیا اور نرالا فریضہ نہیں ہے۔

۷۔ خود نیک بن جانا کافی نہیں ہے بلکہ بھلائیوں کو فروغ دینا اور برائیوں سے باز رکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ جو لوگ دین سے دور اور دین ناآشنا ہیں انھیں دین سے قریب اور واقف کرانا دین سے واقف کاروں کا فریضہ ہے۔

۸۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے سے غفلت عذابِ الٰہی کو دعوت دیتی ہے۔

۹۔ شرک اور بت پرستی کی بیخ کنی اور توحید و سنت کی روشنی دنیا میں پھیلانا اسلام کا منشا ہے۔

۱۰۔ دینِ اسلام کے علاوہ تمام نظام ہائے فکر و عمل خواہ وہ جدید نظام ہوں یا قدیم مذاہب، سب باطل ہیں۔

اسلام انسان کو انسان کی بندگی بلکہ غیر اللہ کی بندگی سے آزادی دلانے اور صرف اللہ کی بندگی میں لے آنے کا بیڑہ اُٹھاتا ہے۔ اُمت مسلمہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے ضروری ہے کہ آپ اپنے فریضے اور نصب العین کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی ادائی میں غفلت اور سستی کو راہ نہ دیں۔ (چراغِ راہ، ص: ۲۸۸)

مسلم نوجوانوں کے لیے لمحۂ فکر

گزشتہ سال (۱۴۰۰ھ) ایک ریٹائرڈ مسلم فوجی افسر سے ایک مسلم صحافی کی ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ آخر فوج میں مسلمان اتنے کم کیوں ہیں؟ فوجی افسر کہنے لگا:

''اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ مسلم نوجوان اس طرف راغب ہی نہیں ہوتے۔ وہ پہلے ہی سے سوچ لیتے ہیں کہ ان کے ساتھ تعصب برتا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ فوج میں اس طرح کا کوئی تعصب نہیں ہے۔'' یہ سن کر مسلم صحافی نے کہا ''بالائی سطح پر تعصب نہیں برتا جاتا لیکن نچلی سطح پر تو ایسا ہوتا ہے۔'' فوجی افسر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''اگر ہوتا بھی ہے تو معمولی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اگر ایک پوسٹ کے لیے ایک غیر مسلم اور ایک مسلم بالکل برابر کی قابلیت کے ہیں تو عام طور پر غیر مسلم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔'' انھوں نے مزید کہا ''مسلمانوں کو فوج ہی کیا زندگی کے ہر میدان میں اپنے کو دوسروں سے زیادہ قابل بتا کر پیش کرنا ہوگا تب ہی ان کو فوج میں اور دوسری سرکاری نوکریوں میں لیا جائے گا اور اسی کی بنیاد پر دوسرے شعبوں میں اہمیت دی جائے گی۔ پوری دنیا میں اقلیت کو اکثریت کے مقابلے میں زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ تب ہی اقلیتی فرقے کے لوگ آگے بڑھ پاتے ہیں۔ میں خود اتنے بڑے عہدے تک صرف اس لیے پہنچ پایا کہ میں نے ہمیشہ دوسرے افسران سے زیادہ محنت کی، فرض شناسی اور ایمانداری سے کام کیا۔ نتیجہ یہ تھا کہ کسی کو میرے ساتھ تعصب برتنے کی ہمت نہیں ہوئی۔''

اس فوجی افسر کی بات میں مسلم نوجوانوں کے لیے بہت بڑا اسبق ہے۔ آپ دنیا کی کسی بھی اقلیت پر نظر ڈالیے، اس کو شروع میں کچلا گیا، اس کے ساتھ تعصب برتا گیا، اس کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے ...لیکن جب اس اقلیتی فرقے کے لوگوں کو یہ احساس ہو گیا کہ وہ صرف اور صرف اپنی صلاحیتوں سے اپنے لیے ایک باعزت مقام حاصل کر سکتے ہیں تو انھوں نے دوسروں

سے زیادہ محنت کی۔ مثال میں یورپ کے ممالک میں یہودیوں اور ہندوستان میں پارسیوں، سکھوں، جینیوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

اب ملک کو تقسیم ہوئے تقریباً پچاس سال ہورہے ہیں۔ اب بھی مسلمانوں کو اس بات کو پوری طرح سے محسوس کرلینا چاہیے کہ ہندوستان میں ان کی حیثیت دوسری بڑی اکثریت کی سہی مگر یہ اکثریت اور جمہوریت میں مقابلتاً اقلیت ہی ہے اور کسی بھی ملک کی اقلیت، محنت اور صلاحیت ہی کی بنیاد پر آگے بڑھی ہے۔ اور اسی راہ سے اسے عزّت کا مقام حاصل ہوا ہے۔

جیسے جیسے ہندوستانی مسلمان اور مسلم نوجوان اس بات کی اہمیت کو سمجھیں گے اور اپنے دین وایمان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کا استعمال شروع کریں گے ویسے ویسے ان کی ترقی کے دروازے کھلتے جائیں گے اور جب تک وہ صرف تعصب کا دکھڑا روتے رہیں گے وہ پستی کے دلدل میں دھنستے جائیں گے کیونکہ یہاں تعصب کی جڑ اتنی مضبوط اور گہری ہے کہ اسے کسی قانون سے کاٹا نہیں جاسکتا۔ ہم اپنے علم، صلاحیت، محنت اور فرض شناسی ہی سے تعصب کی کاٹ کرسکتے ہیں اور ہر میدان میں غیروں سے اپنی برتری کا لوہا منوا سکتے ہیں۔ مسلم نوجوان اور مسلمانوں کو لہو ولعب، سیر وتفریح اور جمود وتعطل سے باز رکھ کر زندگی کے ٹھوس اور بنیادی حقوق کی طرف پوری سرگرمی اور خلوصِ دل کے ساتھ متوجہ ہونا چاہیے۔

(چراغِ راہ، ص:۲۸۹)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کی وصیت

(ولادت: بروز جمعہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ۔ وفات ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳رفروری ۱۹۶۲ء۔ نماز عشاء، بحالت سجدہ انتقال ہوا۔ اللہ اکبر!)

صاحبزادوں کے نام:-

۱- کیمیا گری کے چکر میں نہ پڑنا۔

۲- ہمزاد، جنوں کو قابو کرنا، عملیات کرنا ٹھیک نہیں۔

۳- صرف ذکرِ الٰہی پر مداومت کرنا۔

۴- کبھی کسی کی ضمانت نہ کرنا۔

۱۔ ہر کام میں حصولِ رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

۲۔ قرآن مجید اور احادیثِ نبوی کی تشریح دو جملوں میں ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اور خلق اللہ کو خدمت سے راضی رکھے۔

۳۔ دل کتنا ہی سخت ہو مگر ذکرِ الٰہیہ کی متواتر ضربوں سے نرم ہو جاتا ہے۔ جس طرح سخت پتھر میں پانی کے ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔

۴۔ دین پر استقامت طلب کرو، کرامت طلب نہ کرو، کیونکہ استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔

۵۔ جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں، بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتے۔ (اکابر علماء دیو بند، ص:۲۵۱)

۶۔ نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے، جس کی غذا گندی اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔ (اکابر علماء دیو بند، ص:۲۲)

حضرت لاہوریؒ کی نصیحت گورنر پاکستان کو

۷۔ ادب، عقیدت اور محبت ہونی چاہیے۔ اس وقت گورنر خواجہ ناظم الدین تھا، فرمایا، ناظم الدین! میں تیرا خیر خواہ ہوں، تجھ سے عمر میں بڑا ہوں۔ آ میں تجھے سمجھاؤں، اگر تو نے حضورؐ کی ختمِ نبوت کے مسئلے کو حل نہ کیا، اگر تو نے غدّاری کی تو احمد علی باوضو کہتا ہے، قبلہ رو کہتا ہے، تیری کار پر لعنت، تیری گورنری پر لعنت۔ (خطباتِ دینیوری، ص:۹۶)

۸۔ قرآن مجید کا خلاصہ ہے، بندے سے توڑ، اللہ تعالیٰ سے جوڑ۔

۹۔ جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اُڑنے لگتا ہے۔

۱۰۔ طلب صادق ہو تو کچھ عرصہ کے بعد شیخ کامل کی صحبت میں اس کا عکس ظاہر ہونے لگتا ہے۔

۱۱۔ مسجدیں ہدایت کی منڈیاں ہیں اور علماء ربانی دکاندار اور دکان ان کا سینہ ہے اور مال ہے قرآن۔ خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان۔ جو خالص نیت سے ایمان خریدنے یہاں آتا ہے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

۱۲۔ دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار صرف اللہ ہے۔ جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لیتا۔ پھر بے طمع کے یار حضرت محمد ﷺ ہیں کہ شفاعت کیے بغیر چین نہیں لیں گے۔ یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں۔ باقی سب طمع کے یار۔ بیوی، اولاد اور برادری۔ اور برادری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انھیں کھلا دیں تو بھی خوش نہ ہوں۔

۱۳۔ موتی مِلنے ارزاں مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں۔

۱۴۔ عقیدت، ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۵۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کامل ہو گیا ہوں اس لیے کہ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطرہ ہے۔

۱۶۔ میرے دوستو! طبیعتوں پر قابو رکھو۔ جبر وصبر کی عادت ڈالو۔ اللہ کو یاد رکھو۔ یہ دنیا فانی ہے۔ اپنے معاملات درست کرو۔ رزق حلال کما کر کھاؤ۔

۱۷۔ مرد کام کے لیے اور عورت اس کے آرام کے لیے ہے۔

۱۸۔ حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے اور قرآن سے انکار کرنے والے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔

۲۰۔ اگر کوئی شخص آسمان پر اُڑتا ہوا آئے، لاکھوں مرید پیچھے لگا لائے، دریا پر سے گزرتا ہوا آئے، مگر اس کا مسلک حضور ﷺ کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے، ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کر دے گا۔ (مردمومن)

۲۱۔ امراضِ روحانی کا علاج صحبتِ شیخ کے سوا کچھ نہیں۔ کتابیں پڑھنے سے یہ دور نہیں ہوتے۔ دینی مدارس میں کتابوں پر عبور ہو جاتا ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی۔ اس لیے علماء کی بھی کما حقہ اصلاح نہیں ہوتی۔ امراضِ روحانی، جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں قبر کے ذریعے ختم ہو جاتی ہیں، روحانی بیماریاں ساتھ ساتھ جاتی ہیں۔ زمینداروں،

سرکاری ملازمین، تاجروں کو تو جانے دیجیے، اہل علم بھی ان روحانی بیماریوں سے نجات نہیں پا سکتے جب تک کہ اصلاح کا خاص اہتمام نہ کریں۔

۲۲۔ مدارسِ عربیہ کو علم دانستن (جاننا) کے درجے پر حاصل ہو جاتا ہے، داشتن (رکھنا) کے درجہ پر نہیں۔ یعنی دین سمجھ کر آتے ہیں لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جن پر عملی رنگ چڑھا ہوا نہیں ہوتا ہے، اس سے علماء کے اندر بھی روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔

۲۳۔ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے سوا باقی تمام کمالاتِ نبوی کے حاملین اب تک رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انہی کی صحبت میں اصلاحِ حال ہوتی ہے۔ اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہیں۔ موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے گراں۔ وہ نایاب نہیں کمیاب ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کے تین تار جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے بغیر حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں بھی رہنے والے محروم رہے۔ جن کو آنحضرت ﷺ کا نہ پاسِ ادب تھا اور نہ عقیدت تھی اور نہ وہ اطاعت کرتے تھے۔ (مردمومن ص: ۱۴۰۔ اقوالِ سلف، ج: ۵، ص: ۱۵۲)

۲۴۔ امیر سے مت ڈریے۔ اس کو اپنی دولت، پارٹی اور اثر ورسوخ پر ناز ہوتا ہے۔ وہ غیر کے دروازے پر جاتا ہے، وہ پولیس اور عدالت میں جائے گا، اس کا مقابلہ آپ کر سکیں گے؟ غریب سے زیادہ ڈرنا چاہیے، اگر اس کو آپ نے ستایا تو غیر کے دروازے پر نہیں جائے گا، وہ صرف بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرے گا اور دو آنسو بہا کر خاموش ہو جائے گا۔

بترس آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

مظلوموں کی آہ سے ڈرو کیونکہ جب وہ بد دعا کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قبولیت استقبال کے لیے آتی ہے۔

اس کے یعنی غریب کے دو قطرہ آنسو بربادی کے لیے کافی ہیں۔

(مردمومن، ص: ۱۴۲ اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۱۵۳)

۲۵۔ لاہوریو! اِتمامِ حجت کر رہا ہوں۔ میں اپنے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو بری الذمہ کر رہا ہوں تا کہ آپ لوگ قیامت کو یہ نہ کہیں کہ ہمیں کوئی ڈرانے والا اور سنانے والا نہیں آیا۔

۲۶۔ میں آپ کو بیدار کر رہا ہوں۔ پٹواری سے گورنر تک آپ کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں، اگر آپ کا کوئی خیر خواہ ہے تو وہ اللہ والا ہے۔ جو آپ سے کھانے کو نہ مانگے، دروازۂ محمدیؐ کا غلام ہو، اس کے ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے ہاتھ میں مشعلِ حدیثِ خیرالانامؐ ہو، اور وہ ان دونوں کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرے۔

۲۷۔ اللہ والوں کی صحبت میں استغناعن الخلق اور احتیاج الی اللہ کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

۲۸۔ جو نماز نہ پڑھے وہ بدمعاش، جو روزے نہ رکھے وہ بدمعاش، میں فتویٰ دیتا ہوں۔ جاؤ علماء سے جا کر کہہ دو کہ احمد علی اس طرح کہتا ہے۔ عربی میں دو لفظ ہیں، فاسق و فاجر۔ ہماری زبان میں ان کا ترجمہ ہے بدمعاش۔ وہ بدمعاش ہے جس کی زندگی اسلامی قوانین کے خلاف ہو۔

۲۹۔ جب لال قلعے کے سامنے عصمتیں لٹنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آئی، وہ لاکھوں میل دور سے چوپڑے (انگریز) لایا اور تم پر مسلط کر دیے۔

۳۰۔ اللہ تعالیٰ نہایت ہی نازک مزاج محبوب ہے۔ اگر تم لینے نہیں آؤ گے تو وہ دینے نہیں جائے گا۔

۳۱۔ رشتہ داروں اور دوستوں کو راضی رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ ان سے اپنا حق نہ مانگو اور ان کا حق بغیر مانگے ادا کرتے رہو۔

۳۲۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر قرآنِ مجید سے بہتر کوئی کتاب نہیں بولتی۔

۳۳۔ تم کو مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن مجید سننے میں عار آتی ہے تو تمہاری کوٹھیوں میں چل کر جانا ہمارے جوتے کی بھی توہین ہے۔

۳۴۔ جو تم سے روٹی مانگے وہ تم کو حق بات نہیں کہہ سکتا، تم کہتے ہو ملّا بے ایمان۔ تم نے انگریزوں کے سامنے اپنی لڑکیاں پیش کیں، تمہارا منہ کالا، چکلے تمہارے دم سے آباد، سنیماؤں میں تمہارا اتفاق، وہاں وہابی، سنی، شیعہ تمام متفق، وہاں تم بیویاں اور بیٹیاں لے کر جاتے ہو یا مولوی جاتے ہیں۔ اگر مولوی سوکھے ٹکڑے کھا کر قرآن کو سینے سے نہ لگاتا تو ہندوستان میں

اسلام ختم ہو جاتا۔

۳۵۔ جو ہنڈیا میں ہوتا ہے وہی رکابی میں آتا ہے۔ پیٹ میں حرام ہوتو نیک عمل نہیں ہوتا۔

۳۶۔ تم ایک دانہ زائد نہیں کھا کر مروگے اور نہ ہی ایک دانہ چھوڑ کر مروگے۔ رات دن روٹی روٹی کی پکار ہے۔

۳۷۔ نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلَی بَابِ الْفُقَرَاءِ ، وَ بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلَی بَابِ الْاُمَرَاءِ

۳۸۔ اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ۔ (بیس بڑے مسلمان، ص:۸۸۶)

محمد بخش کی وصیت فرزند خدا بخش کو

میرا یہ سرمایۂ حیات ہے، اس کی حفاظت کرنا اور اس میں معتد بہ اضافہ کر کے اس کو عوام کے لیے وقف کر دینا تا کہ وہ اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوسکیں۔

(مولوی خدا بخش خان - حیات اور کارنامے۔ص:۱۷۱)

حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ کی وصایا

اس رب کی تعریف ہے جس نے مسلمان مردوں کی پشت اور مسلمان عورتوں کے رحم سے پیدا فرمایا، اور حضور ﷺ جو تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا۔ الحمد للہ جس نے ہمیں اس ذات پر ایمان عطا فرما کر احسان فرمایا جو بڑی نعمت ہے، اللہ کا درود و سلام ہو ان پر، ان کے اہل و اصحاب اور ماننے والوں پر، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اسلام کی رہنمائی فرمائی اور اسلام پر زندہ رکھا اور اپنے نیک علمائے کرام اولیائے کاملین کے انوار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندیؒ اور شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الثقلینؒ اور فاضل کامل خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتیؒ کے جانشیں ہیں، حق جل مجدہ ان کے اگلوں پچھلوں سب سے راضی ہو، مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میری موت ان لوگوں کی محبت و اتباع کی حالت میں فرمائے گا اور جنت میں ان سے وابستہ رکھے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

فقیر حقیر محمد ثناء اللہ عثمانی حنفی مجددی پانی پتی لکھتا ہے کہ اس گنہگار کی عمر اسّی سال کی ہو چکی ہے اور یقین جو موت سے عبارت ہے، سر پر آ گیا، اور مہلت باقی نہیں رہی۔ وہ یہ چند کلمے بطور وصیت اپنی اولاد اور احباب کیلئے لکھتا ہے کہ ان میں بعض کی رعایت فقیر کے لیے مفید وضروری اور کچھ دوستوں و اولاد کیلئے ضروری و مفید ہیں۔ پہلی کا خیال رکھنے سے فقیر کی روح ان سے خوش رہے گی، حق تعالیٰ جزاء عطا فرمائیں گے، ورنہ آخرت میں دامن گیر ہوؤں گا، دوسری قسم کی رعایت سے دنیا و آخرت میں بدلہ نیک پائیں گے، ورنہ نتائج برے دیکھیں گے۔

نوعِ اوّل یہ ہے کہ تجہیز و تکفین و غسل و دفن مطابق سنت کے کریں۔ اور حضرت شہید مرزا مظہر جانِ جاناں نے جو رضائی کی استر و ابرہ کی دو چادریں مرحمت فرمائی تھیں، ان کا کفن دیں۔ عمامہ خلافِ سنت ہے، اس کی ضرورت نہیں۔ نمازِ جنازہ کثیر جماعت کے ساتھ صالح امام حافظ محمد علی، حکیم سکھو یا حافظ پیر محمد بجالائیں۔ تکبیر اولیٰ کے بعد سورۂ فاتحہ بھی پڑھیں۔

میرے مَرنے کے بعد دنیوی رسم، دسواں، بیسواں، چہلم، چھ ماہی، برسی کچھ نہ کریں۔ حضور ﷺ نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں رکھا، حرام فرمایا۔ عورتوں کو رونے دھونے سے اچھی طرح منع کریں۔ فقیر اپنی زندگی میں ان چیزوں سے راضی نہیں رہا، اور اپنے اختیار میں ان چیزوں کو نہ کرنے دیا۔ کلمہ، درود، استغفار، ختم قرآن اور غرباء کو پوشیدہ طور سے مالِ حلال کا صدقہ دے کر امداد کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: قبر میں مُردہ اس ڈوبنے والے غوطہ کھانے والے کی طرح ہوتا ہے جو اس پکار کا منتظر ہوتا ہے جو اس کے باپ، بھائی، دوست کی جانب سے پہنچے۔

اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنے ورثاء میں تقسیم کر کے اس کے پانچویں حصے کی آمدنی وصول کر کے دونوں لڑکیوں کی اولاد کو دیتا رہا، باقی کو تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے خرچ میں، دو حصے دوسروں کو دیتا رہا۔

میرے مَرنے کے بعد جب تک میرا قرض ادا نہ ہو، میرا حصہ قرض خواہوں کو دیا جاتا رہے، عیدین کی آمدنی قرض خواہوں کو دے کر مجھے جلد سبکدوش کیا جائے۔ قرض کی تفصیلات میری مہری دستاویزات قرض خواہوں کے پاس موجود ہیں۔ ان کے ادا کرنے میں سستی نہ کریں۔

حضرت شیخ عابد سنامیؒ کی صاحبزادی کی خدمت کرنی اپنی قدرت کے موافق لازمی ہے واجب جانیں۔﴿وَ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۳۶)

صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار میں) ہو۔

فقیر سال میں دس من گیہوں اور پانچ سو روپیہ نقد ان کو دیتا تھا، اس میں قصور نہ کریں۔

مرزا لالن کے لیے والدہ دلیل اللہ نے دس بیگہ زمین کی وصیت کی تھی، وہ ان کو پہنچی ہے۔ میں نے بیس بیگہ خام موضع نگلہ سے ان کے لیے مقرر کی تھی، اس میں انھوں نے قبضہ نہیں کیا، میں ان کو ایک من گیہوں، ایک روپیہ ماہانہ دیتا ہوں، اس میں قصور نہ ہووے۔ موضع نگلہ میرے دادا، نانا کی میراث نہیں ہے، محض حضرت مرزا صاحب شہیدؒ کا تصدق ہے، ان کی خدمت کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

نوع دیگر میرے پسماندگان دنیا کا اعتبار نہ کریں، بہت سے بچپن میں بہت سے جوانی میں مَر جاتے ہیں، بعضے بڑھاپے تک پہنچتے ہیں۔ تمام عمر بادِ صبا کی طرح گذر جاتی ہے۔ آخرت کا معاملہ سر پر رہتا ہے، وہ شخص بیوقوف ہے، جو چند روزہ دنیا کے لیے ابدی تکالیف میں گرفتار ہو۔ پس دین و دنیا کی مصلحتیں جس جگہ ٹکراتی ہوں، وہاں دین کو مقدم کرے، دنیا تقدیر کے بقدر مل ہی جائے گی۔ فقیر نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے، دنیوی دولت پر پہنچے پھر اس کا ذرا سا بھی اثر نہ رہا۔

فقیر کے یہاں قضاء کا منصب باپ دادا سے چلا آ رہا ہے، اس فقیر کا زمانہ بیشتر فتنہ و فساد کے زمانے میں گذرا ہے۔ اس لیے اس منصب کا حق ادا نہ ہوا۔ اس لیے شرمسار اور معافی کا خواستگار ہے۔ لیکن میں نے اس میں لالچ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں۔ پس میرے بیٹوں میں سے جو کوئی قضاء کا منصب اختیار کرے وہ طمع اور ناحق خاطر داری کو اختیار نہ کرے۔ معتبر مفتی بہ روایت پر عمل کریں۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لیے نکاح میں دین کو ملحوظ رکھے۔ پانی پت میں مذہب روافض کا بہت چرچا ہے، نسب و مال سے زیادہ دین کی رعایت کرنی چاہیے۔ اپنی لڑکی کسی رافضی کو نہیں دینی چاہیے، اگرچہ دولت ونسب میں عالی ہو، قیامت میں دین وتقویٰ کے سوا کچھ کام نہیں آئے گا، نسب نہیں پوچھا جائے گا۔

حضور ﷺ سے بڑھ کر تمام انسانوں اور فرشتوں میں کوئی نہیں ہے۔ پس ظاہر، باطن، جبلی عادات وعبادات میں جس قدر اتباعِ سنت کرسکے وہی اس کے بقدر کامل، اکابر نقشبندیہ اس میں دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں۔ یہی ان کی بزرگی کی دلیل ہے۔ قناعت اختیار کرے، رذائل نفس کو دور کرے، حسن معاشرہ کو زندہ کریں۔

دشمن و دوست کے ساتھ اخلاص، محبت، غم خواری اور تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ لیکن اہل باطل کے ساتھ نہیں، فقیر کے خاندان میں ہمیشہ علماء ہوتے آئے ہیں، میری اولاد میں احمد کو یہ دولت پہنچی تھی، اس کا انتقال ہوگیا، بقیہ نے دولت حاصل کرنے میں پہل نہیں کی، مجھے حسرت رہ گئی خود بھی دلیل اللہ، صفوۃ اللہ کوشش کریں، اپنی اولاد کے لیے بھی علم عقائد، اخلاق وفقہ سے اعمال کی اچھائی برائی جانی جاتی ہے اور علم قرآن وتفسیر، حدیث وشرح، اصولِ فقہ، صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ کے اقوال کے حاصل کیے بغیر اور لغت وصَرف ونحو جانے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا، علوم عقلیہ کا پڑھنا بیکار ہے، یہ بھی مثل علم موسیقی کے ہے، حکمت ریاضی کے فنون میں موسیقی بھی ہے، علوم منطق تمام علوم کا خادم ہے، اس کا پڑھنا، البتہ مفید ہے۔ (وصایا، :۴۲)

مکرمہ بی صفیہ صاحبہ والدہ حضرت مولانا الیاس بانی تبلیغی جماعت

بی صفیہ نہایت صالحہ عابدہ، زاہدہ کثیر الاوراد و الوظائف تھیں۔ رمضان المبارک میں روزانہ ایک ختم اور مزید دس پارہ کا معمول تھا غیر رمضان میں ان کا معمول گھریلو کام کاج کے ساتھ درج ذیل ہے: درود شریف پانچ ہزار مرتبہ، اسم ذات اللہ پانچ ہزار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انتیس سو یا گیارہ سو، لا الٰہ الا اللہ بارہ سو، یا حی یا قیوم دوسو، حسبی اللہ ونعم الوکیل پانچ سو، سبحان اللہ دو سو، الحمدللہ دوسو، استغفار پانچ سو، اُفَوِّضُ اَمرِیْ اِلَی اللّٰہِ سوبار، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ سوبار، اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول

تھا۔ (افریقہ وخدماتِ فقیہہ الامت، ص:۱۵۳-۱۵۴-اقوالِ سلف، ج:۵، ص:۳۷۳)

حضرت مولانا الیاس بانیٔ تبلیغ رحمۃ اللہ علیہ

(۱) حضرت مولانا محمد الیاس نے مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری صدر مدرّس مظاہر العلوم سہارنپور سے فرمایا کہ کتاب دیکھنے میں زیادہ وقت نہ لگایا کرو، رات کا اکثر حصہ اللہ، اللہ، کرنے میں مشغول رکھو۔ (ملفوظاتِ فقیہہ الامت، ج:۲، ص:۲۰۷)

(۲) ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو مَا جَاءَ بِهِ النَّبِیُّ سکھلانا۔ یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے اُمت کو وابستہ کر دینا۔

(۳) اللہ کے وعدوں پر یقین اور اعتماد پیدا کرو اور پھر اس یقین واعتماد ہی کی بناء پر کام کرنے کی مشق کرو۔ اور اللہ کے وعدوں کے معنی بھی خود نہ گڑھو۔ تمھارا علم وتجربہ بہت محدود ہے۔ اس کے وعدوں کا مطلب اس کی شان کے مطابق سمجھو اور اس سے یوں ہی مانگو کہ اپنی شان اور قدرت کے شایان ان وعدوں کو پورا فرمائے۔ (تبلیغی کشکول، ص:۱۷)

(۴) لوگ اپنی ذات کو مجموعۂ محاسن اور دوسروں کو مجموعۂ معائب سمجھتے ہیں حالانکہ اپنے عیوب کا محاسبہ کیا جائے اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھی جائے۔ (کشکول، ص:۳۰)

(۵) اس کام کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ کی تعلیم کے زمانہ میں جو خامی رہ گئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے کلمہ، نماز، چھوٹے بڑوں کے آداب، باہمی حقوق درستی نیت اور لغزش کے موقعوں سے بچنے کے علم وعمل کو سیکھنے کے لیے ان اصول کے ساتھ اپنے بڑوں سے لیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس جائیں جو اس سے بالکل محروم ہیں تاکہ ان کی خامی دور ہو جائے اور ان کو واقفیت حاصل ہو جائے۔ (کشکول، ص:۲۱)

(۶) یہ عمل علی سبیل الدعایۃ ہے، لا علی سبیل الحکومت۔ یعنی دعوت الی اللہ کا موضوع یہی ہے کہ ترغیب وتحریص عمل کے منافع ومحاسن اور اس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں اور وعیدوں کے ذکر کی کثرت اور اللہ کی صفات وعادات کو کھولنے کے ذریعہ اللہ کی بات قبول کرنے کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ کی محبت وعظمت قلوب میں پیدا ہو کر دل اللہ تعالیٰ اور

رسول اکرم ﷺ کی اطاعت پر آمادہ ہو جائیں، نہ کہ کسی قوت اور زور سے مجبور کرنا۔

(کشکول، ص: ۲۲)

(۷) اللہ تعالیٰ سے علاقہ دو قسم کا ہے؛ ایک بحیثیت مخلوق اور ایک بحیثیت بندہ۔ میں نے اس کے منافع سوچنے چھوڑ دیے، جتنے سوچ وہ قابو میں نہیں آئے، جتنے قابو میں آئے وہ کہے نہیں، جتنے کہے وہ سمجھ میں نہ آئے۔ جتنے سمجھے اتنے کیے نہیں۔

دین کے لیے نہ ہجرت کی شان ہو نہ نصرت کی تو کون سے مسلمان ہو۔ (ایضاً: ۲۳)

(۸) اسلام اللہ کے اوامر کے زندہ کرنے میں جان دینے والے اسباب کو ڈھونڈتا ہے۔ اسلام، عالم کی ہر چیز کے تسخیر کا عمل ہے۔ تم اللہ کے جتنے بندے بنو گے ہر چیز تمھاری بندگی میں آتی رہے گی۔ اسلام کا خلاصہ حضور ﷺ جیسی زندگی کا شوق پیدا ہو جائے۔

(۹) ذکر کی بھی دو قسمیں ہیں؛ ذکر مردود اور ذکر مقبول۔ حضور ﷺ نے جس میں ثواب نہ بتایا ہو، اس میں ثواب کی امید رکھنا ذکر مردود ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کو حضور ﷺ جیسا بنانے کی کوشش کرنا ذکر مقبول اور محبوب ہے۔ (کشکول، ص: ۲۴)

(۱۰) بندگی، امر الٰہی کے ماننے میں مزہ آنے لگے۔ تم اللہ کے آگے نرم ہو جاؤ تو ہر چیز تمھارے لیے نرم ہو جائے گی۔

(۱۱) کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو اقالیم قلب و دماغ و جوارح میں بسنے کی بہت گنجائش ہے۔ اپنے تینوں اقالیم میں بسانے کی دعوت دو۔

(۱۲) جب تک تمھاری راتیں صحابہ کرامؓ کی راتوں کے مشابہ ہو کر اس کے ساتھ ضم نہ ہوں گی تمھارا دنوں کو پھرنا رنگ نہیں لائے گا۔ (ص: ۲۸)

(۱۳) اس کام کے لیے نکلنے کے زمانے میں قلب، زبان، آنکھ، قدم، دماغ اور اعضاء کے متعلق جو جو احکام ہیں سب کی رعایت کرو۔ مثلاً قلب کے متعلق یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور ہیبت میں ڈوبا رہے۔

زبان کی خوبی یہ ہے کہ اللہ کی بات کہے اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ آنکھ کا کام یہ ہے کہ ہر چیز سے عبرت حاصل کرے۔ اسی طرح دوسرے اعضاء کے متعلق جو خدمتیں ہیں وہ ان

میں لگے رہیں۔ (کشکول، ص: ۳۰)

معصیت قہر کا دروازہ ہے، معصیت سے بچو! معصیت سے اللہ کا غضب آتا ہے۔ نفس کے واسطے غصہ کرنے سے بچو بلکہ غصہ اللہ کے واسطے کرو۔ اعمالِ شرعی کے بغیر اگر کوئی اللہ کو ڈھونڈے غلط ہے۔ (کشکول، ص: ۸۹)

انسان جب شریعت کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے، تو پھر شیطان نفس چوری کرتا ہے، یعنی عمل کو اللہ کی رضا کے لیے نہیں کرنے دیتا۔ اغراض کو شامل کر دیتا ہے، اس سے بچنے کے لیے تنہائیوں میں ذکر کی مشعل سے چور کی حفاظت کرنا، یعنی علم و عمل سے حفاظت یہ طریقت ہے اصل یہ ہے کہ بصیرت ایسی ہو جائے کہ دوسرے کے عیوب نظر سے گم ہو جائیں اور دوسروں کی صفات اور خوبیاں نظر آنے لگیں اور ان کی خدمت کے لیے دل خوشی خوشی اللہ کی رضا کیلئے جس میں اغراض شامل نہ ہوں آمادہ ہو، یہ خدمتِ خلق انبیاء علیہم السلام کا پیشہ ہے۔ (ص: ۱۰۱)

(۱۸) دل آئینہ ہے، اس میں اللہ نظر آتا ہے، لیکن اس آئینہ کو صاف کرتا رہے، یعنی صفاتِ رذیلہ سے پاک کرنا چاہیے، صفات محمودہ اپنی عادت بنانا چاہیے۔ بس پھر صفاتِ رذیلہ کو دور کرنے کے لیے خدمت خلق ہے۔ (کشکول، ص: ۱۱۳)

(۱۹) تقویٰ: یہ خواہشاتِ نفسانیہ سے رکنے کی طاقت کا نام تقویٰ ہے۔ (ص: ۱۱۵)

(۲۰) خودی: کا حجاب ہی اللہ سے نہیں ملنے دیتا۔ (ص: ۱۱۷)

(۲۱) (الف) کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ کو صحیح یاد کرانا۔

(ب) نماز: ظاہری و باطنی: ظاہری مقدماتِ نماز مثلاً وضو کو سنن و مستحبات کے ساتھ کرنا اور ہر ہر رکن کو سنت کے مطابق ادا کرنا باطنی ہر ہر رکن میں خشوع کے کمال کی کوشش کرنا جس سے نمازیں...... تَـنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ کی صفت پیدا ہو۔ نماز ایک روشندان ہے جس کے ذریعہ سے تمام اعمال پر نورانیت پہنچتی ہے یہ نماز کی روح ہے۔

(ج) علم و ذکر اکرام مسلم واحترام

(د) تصحیحِ نیت واخلاص۔

(ہ) خروج فی سبیل اللہ۔

(۲۲) ذکر سے اپنی خلوتوں کو اور خلوص کے ساتھ اللہ کی نہایت عظمت لیے ہوئے دعوت الی الحق سے اپنی جلوتوں کو مشغول رکھو، ہمتیں بلند رکھو۔ تھکی طبیعت مت رکھو، ہشاش بشاش چلنا پھرنا خوش خلق آدمی اللہ کو نہایت محبوب ہے۔ (کشکول، ص: ۱۷۷)

(۲۳) دین کا صحیح علم اہل دین کی صحبت و اختلاط، رفاقت و اجتماع سے حاصل ہوسکتا ہے اور یہی اس کے حصول کا فطری طریق ہے کہ اس کے بہت سے اجزا ایسے ہیں جو قلم کی گرفت سے باہر ہیں، دین ایک جاندار اور متحرک شے ہے، کتابوں کے نقوش جامد ہیں، جامد سے متحرک کا حاصل ہونا قانون فطرت کے خلاف ہے۔

دین کا کچھ حصہ جوارح سے تعلق رکھتا ہے وہ جوارح کی حرکت ہی سے حاصل ہوگا، کچھ حصہ قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ قلب سے قلب میں منتقل ہوسکتا ہے، کچھ حصہ ذہن سے، وہ بے شک کتابوں کے صفحات سے حاصل کیا جاسکتا ہے، انسان کا ہر عضو ایک خاص وظیفہ کے لیے مخصوص ہے، آنکھ سے دیکھنے کا کام لیتے ہیں، اور اس کام کے لیے وہ مجبور ہے، اس سے سننے کا کام نہیں لیا جاسکتا، اسی طرح بیرونی ماحول کا احساس دل کا کام ہے، دل جس چیز کا احساس کرتا ہے، دماغ کا کام اس کی تشکیل کرنا ہے، دماغ دل کے ماتحت ہے، اور دل میں احساس ماحول سے پیدا ہوتا ہے، دماغ کی تشکیل کا نام علم ہے۔ دماغ اسی وقت صحیح تشکیل کرے گا یعنی علم حاصل کرے گا جب دل صحیح احساس رکھتا ہو۔ اور یہ احساس جامد کتابوں کی صحبت سے نہیں ہوسکتا، یہ تو عمل سے ہوگا۔ (کشکول، ص: ۱۵۸)

(۲۴) اَللّٰهُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَ نَوَاصِيَنَا وَ جَوَارِحَنَا بِيَدِكَ لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰالِكَ بِنَا فَكُنْ اَنْتَ وَلِيَّنَا اِهْدِنَا سَوَاءَ السَّبِيْلِ

اَللّٰهُمَّ اصْنَعْ بِنَا اَنْتَ مَا اَهْلُهُ وَلَا تَصْنَعْ بِنَا مَا نَحْنُ اَهْلُهُ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَاجَعَلْتَهُ سَهْلًا وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ

ادعیہ ماثورہ میں سے مذکورہ دعائیں اکثر وردِ زبان رہتیں، خصوصاً دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں۔ اور ہمہ وقت تھوڑے تھوڑے وقفہ سے وردِ زبان یہ دعا رہتی۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ وَ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طُرْفَةَ عَيْنٍ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تَكِلْنِيْ اِلٰى ضُعْفٍ وَّ عَوْرَةٍ وَّ ذَنْبٍ وَّ خَطِيْئَةٍ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (کشکول،ص:۱۴۶)

وصال کی شب آپ نے فرمایا: آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کرسکیں۔ اور اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَ رَحْمَتَكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ وردِ زبان رہی۔ (کشکول،ص:۱۹)

حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر ہو، جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو، اس کے متعلق اللہ کے حکموں کا دھیان رکھے، میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی زیادہ تاکید کرتا ہوں۔

(۲۵) آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت بیکار ہوگی اگر آپ نے اس کے ساتھ علمِ دین اور ذکر اللہ کا اہتمام نہ کیا، بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دونوں سے تغافل کیا گیا تو یہ جد وجہد کہیں فتنہ اور گمراہی کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے، دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام و ایمان صرف رسمی اور نام کے ہوں گے بغیر علم کے نہ عمل ہو سکے اور نہ عمل کی معرفت اور بغیر ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے۔ اس میں نور نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بڑا خطرہ ہے، اور علم دین کے بغیر ذکر اللہ کے حقیقی برکات وثمرات حاصل نہیں ہوتے ......لہٰذا اس سلسلہ میں علم و ذکر کا خاص اہتمام کیا جائے ورنہ یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور آپ لوگ خسارہ میں رہیں گے۔

(۲۶) ہماری اس تحریک میں تصحیح نیت کے اہتمام کی بڑی اہمیت ہے، ہمارے کام کرنے والوں کے پیش نظر بس اللہ کے حکم کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی ہونی چاہیے، جس قدر یہ پہلو خاص اور قوی ہوگا اسی قدر اجر زیادہ ملے گا۔

(۲۷) ہر عمل کا آخری جز اپنی کوتاہی کا اقرار اور اس کے مقبول نہ ہونے کا ڈر ہونا چاہیے۔

(۲۸) دین کے کام کے لیے پھرنے والوں کو چاہیے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو جو غافلوں سے ملنے اور غفلت کے مقاموں پر جانے سے دل کو گھیر لیتے ہیں، تنہائیوں کے ذکر وفکر کے ذریعہ دھویا کریں۔ (اقوالِ سلف، ج:۴،ص:۴۹۷)

(۲۹) ذکرو علم کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا ہے اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم وصحبت سے بھی مستفید ہوں۔ (ج:۴،ص:۴۹۹)

شیخ التفسیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

کامیابی کے دس اصول

شیخ التفسیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ قادریہ کے ایک جلیل القدر شیخ طریقت تھے، موصوف اپنے مریدین و معتقدین کو عموماً جو اوراد و وظائف تلقین فرماتے تھے، فیضانِ رحمت میں ان کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ شیخ التفسیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی سے ان اوراد کی عام اجازت ہے، ہر مسلمان جائز مقاصد کے لیے ان اوراد کو اختیار کر سکتا ہے، انشاء اللہ وہ اجازت کی برکات محسوس کرے گا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اوراد و عبادت اور دعاؤں کی قبولیت اور تاثیر کے لیے چند شرائط ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔

۱۔ کھانا پینا اور لباس کسب حلال سے ہو۔

۲۔ شرک اور بدعت سے پرہیز کیا جائے۔

۳۔ شعائر اللہ یعنی دین کے احکام اور امتیازات کا احترام کیا جائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ اور خشوع کے ساتھ عمل کو انجام دیا جائے۔

۵۔ ظاہری اور باطنی گناہوں سے ریا کاری اور تکبر سے بچتا رہے۔

۶۔ اپنے لیے تمام مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت طلب کرے۔ خصوصاً والدین اور اپنے روحانی مشائخ کے لیے ضرور دعاء کرے۔

۷۔ دعاء سے پہلے کوئی نیک کام کرے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول ﷺ پر دورد شریف کے ساتھ خوب توجہ سے دعا کرے۔

۹۔ مقصد حاصل ہونے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہو دعا ترک نہ کرے۔

۱۰۔ ناممکن اور ناجائز کاموں کے لیے دعاء نہ کرے۔
۱۱۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے، آمین اور درود شریف پر دعاء ختم کر کے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لے۔

دعاء

دعاء ہی عبادت کا مغز ہے۔ قرآن حکیم نے دعاء کو عبادت فرمایا ہے اور اس کے ترک کرنے والوں کو جو تکبر کی وجہ سے دعاء نہ کریں جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہونے کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد ہے۔

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾

مجھے پکارو (دعا کرو) میں تمھاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعاء ہی عبادت ہے۔ اس لیے دعاء کو ترک کرنا گویا عبادت کو ترک کردینا ہے۔ کسی حال میں دعاء ترک نہ کرنا چاہیے اور دین و دنیا کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کے لیے اللہ ہی سے دعاء کرتے رہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''تمھیں چاہیے کہ اپنی تمام ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتے رہو، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی اللہ ہی سے مانگو۔''

اگر کوئی ضرورت نہ بھی ہو تب بھی اپنی کوئی ضرورت پیدا کر کے اللہ سے مانگو اور اسی کے سامنے اپنی حاجت لے کر جاؤ۔ اس کے لیے کوئی ورد اختیار کرو۔ دینی و دنیاوی فرائض اور عبادات سے علماء وصلحاء سے علمی و روحانی فائدہ اٹھانے سے جو بھی وقت بچے اللہ کی یاد میں بسر کرو اور بے کار مشغلوں میں اوقات ضائع نہ کرو۔

دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے ان کے پیٹھ پیچھے دعاء کرنا اپنی حاجتوں کے برآنے کے لیے بھی مفید ہے اور دعاء بھی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

''سب سے جلد وہ دعا قبول ہوتی ہے جو ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر حاضری میں کرتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''کسی مسلمان کے لیے اس کی غیر حاضری میں دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور دعا کرنے والے شخص کے لیے بھی انہی نعمتوں کی دعا کرتے ہیں، جو وہ دوسرے کے لیے مانگ رہا ہے۔''

دعاء اور ذکر اللہ کی تاثیر کے لیے گناہوں سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ ابن قیم الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ: ''گناہ نجاست اور گندگی ہے، اگر کوئی شخص گندگی میں بھی آلودہ رہے اور ذکر اللہ کی خوشبو بھی لگاتا رہے تو خوشبو بھی گندگی کے اثر سے برباد ہو جائے گی۔''

اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے، اس عزم کے ساتھ کہ آئندہ گناہ سے بچتا رہے گا۔ اس ذکر اللہ اور دعاء کے اثرات انشاء اللہ بہت جلد ظاہر ہوں گے۔

دعاء و اذکار اور تمام اعمالِ حسنہ میں برکت و قبولیت اور کامیابی کے لیے یہ دس اصول بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۔ نیت کی درستی: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اعمال کے قبول ہونے کا مدار نیت پر ہے۔

۲۔ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہو، اصول ایمان توحید و رسالت اور کتب الٰہیہ، تقدیر، خیر و شر، ملائکہ، قیامت، ختم رسالت اور تمام ضروریاتِ دین پر مکمل یقین ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ﴿اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ کے عہد کے مطابق تمام مالی و بدنی اور انسانی اذکار و عبادات صرف اللہ کے لیے کی جائیں یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

﴿وَ اعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰی یَاۡتِیَكَ الۡیَقِیۡنُ﴾ (سورۂ نحل، آیت:۹۹)

اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ موت آ جائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھیے۔ ﴿وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ﴾ (سورۂ طلاق، آیت:۳) جو اللہ پر توکل کرے اللہ اس کی مدد کے لیے کافی ہے۔

۵۔ اللہ کا خوف دل میں رکھے اور کبھی اس کی گرفت سے بے خوف نہ ہو۔

۶۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے احکام کا پابند رہے۔ یہی اخلاق و روحانی تربیت کا وسیلہ

ہے اور اسی کتاب کے سبب اللہ تعالیٰ محبت و مغفرت فرمائے گا۔

۷۔ شعائر اللہ کا ہمیشہ احترام کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بڑے شعائر اللہ چار ہیں، خود بھی ان کا ادب و احترام لازم سمجھے اور کسی دوسرے سے ان کی تحقیر گوارا نہ کرے۔

(الف) کتاب اللہ کا ادب و احترام۔ ہمیشہ اس کو پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہے۔

(ب) رسول اللہ ﷺ کی عزت و توقیر۔ ہمیشہ آپ ؐ کی سنت اور طریقہ کی پیروی کرتا رہے۔

(ج) بیت اللہ کا ادب و احترام، طواف اور حج، خانہ کعبہ کی سمت نہ تھوکے اور نہ ادھر رخ کر کے پیشاب کرے۔

(د) نمازیں۔ خود بھی ادب و احترام سے نماز ادا کرے اور دوسروں کی نماز کا بھی ادب کرے، نہ ان کے سامنے سے گزرے نہ ان کے قریب شور کرے اور نہ با آ واز بلند تلاوت یا ذکر کرے۔

۸۔ دل میں ہر وقت رحمٰن و رحیم کی رفاقت کا دھیان رکھے اور اس کے حکم ﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۹) کے مطابق نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور شیطان کی دوستی سے ہمیشہ دور رہے، بد اطوار لوگوں سے پرہیز کرے۔

۹۔ ہمیشہ دوسروں کی بھلائی کا خیال رکھے اور سلیقہ اور خیر خواہی کے ساتھ دوسروں کو بھلائی کی طرف دعوت دے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہو اور ہمیشہ اللہ سے دعا کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾
تم میرا ذکر کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے مجھے دل میں یاد کیا میں اسے خود یاد کرتا ہوں اور جس نے مجھے مجمع میں یاد کیا اس سے بہتر جماعت (ملائکہ) میں اس کا ذکر کرتا رہوں گا۔

بیعت کے وقت کے اذکار

حضرت مولانا الشیخ عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ طالبین سے بیعت لینے کے بعد ابتداء میں ضروری ہدایات کے ساتھ یہ اوراد تلقین فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ نمازِ مغرب کے بعد ایک سو بار اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ میں اللہ اپنے پروردگار سے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹتا ہوں۔
ایک سو مرتبہ دورد شریف پڑھیں۔

۲۔ نمازِ عشاء کے بعد ایک سو بار 'لا الٰـہ الا اللـہ' اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں، کا اس طرح ذکر کرے کہ جب سانس ٹوٹنے لگے تو ایک بار محـمـد رسول اللہ پڑھے اور پھر لا الہٰ الا اللہ کا ورد شروع کر دے۔

۳۔ ایک سو بار الا اللہ، ایک سو بار اللہ

۴۔ ایک سو بار ھو ذرا آواز کھینچ کر

۵۔ ایک سو بار درود شریف

۶۔ صبح نماز کے بعد سورۂ یٰسین

۷۔ یا اللہ سو مرتبہ

۸۔ یا عزیز سو مرتبہ

۹۔ تیسرا کلمہ ۴۱ مرتبہ روزانہ

۱۰۔ چوتھا کلمہ ۲۱ مرتبہ روزانہ

۱۱۔ ہر وقت اللّٰہ الصمد اللہ بے نیاز ہے، پڑھتا رہے۔

فراخیٔ رزق کا ورد

جو شخص یہ پڑھے گا دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی۔ ترکیب یہ ہے کہ ایک سو بار طلوع فجر کے بعد نمازِ فجر سے پہلے یہ دعا پڑھے:

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ

کشائشِ رزق و ادائیگی قرض

کشائشِ رزق و ادائیگی قرض کے لیے صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان سات بار یہ آیت پڑھیں، اس کے اول و آخر درود شریف تین بار پڑھیں اور اپنے پر دم کر لیں۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۱۰۴) اس کا آنکھیں ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ ہر آنکھ کا ادراک رکھتا ہے، وہ باریک بیں خبر رکھنے والا ہے۔

تمام حاجات کے لیے خاص وِرد

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ دعاء صبح کی نماز کے بعد تین بار پڑھیں۔ اوّل و آخر تین بار درود شریف پڑھیں، جمیع حاجات کے لیے مفید اور مجرب ہے۔ دعاء مبارکہ یہ ہے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ وَ لَا اِلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ

اے حی و قیوم! تیری رحمت سے میں مدد چاہتا ہوں نہ سپرد کر تو مجھ کو میرے نفس کے اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد کر آنکھ جھپکنے کی مقدار اور میرے تمام حالات کی درستگی فرما۔

امراض سے حفاظت کا وِرد

صبح کی نماز کے بعد اس دعاء کو سات بار پڑھ لینا جسم کو تمام امراض سے محفوظ رکھتا ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

دشمنوں کے شر سے حفاظت کا وِرد

جو شخص فجر کی نماز کے بعد اس دعاء کو سات مرتبہ پڑھے گا، دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا، تجربہ کرکے دیکھیے، دعاء یہ ہے:

حَسْبِيَ اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْقَوِيُّ لِمَنْ بَغٰى عَلَيَّ حَسْبِيَ اللّٰهُ الشَّدِيْدُ لِمَنْ كَادَنِيْ بِسُوْءٍ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

کافی ہے مجھ کو اللہ جو بردبار، طاقتور ہے، اس شخص کے لیے جس نے میرے اوپر ظلم کیا، کافی ہے مجھ کو اللہ جو سخت ہے، اس شخص کے لیے جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔

سحر اور ہر تکلیف کے لیے

سحر اور ہر تکلیف سے بچنے کے لیے صبح وشام تین تین بار یہ دعاء پڑھے، محفوظ رہے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں کہ اس کے نام کے طفیل کوئی چیز زمین و آسمان میں نقصان نہیں پہنچاتی، وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

کشائشِ رزق وغناءِ قلبی

کشائشِ رزق وغناءِ قلبی کے لیے مندرجہ ذیل دعاء بہت مجرب ہے۔ انشاء اللہ اس کا اثر جلد ہی معلوم ہوگا۔ عشاء اور فجر کی نماز کے بعد ایک سو بار پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِیْ عَنِ السُّجُوْدِ بِغَیْرِكَ فَصُنْ وَجْهِیْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ بِغَیْرِكَ

اے اللہ! جس طرح تو نے میرے چہرے کی غیر اللہ کے سجدہ سے حفاظت کی، اسی طرح غیر اللہ سے سوال کرنے سے بھی میرے چہرے کی حفاظت فرما۔

نصائحِ سقراط

جس چیز کا علم نہیں اسے مت کہو۔ جس چیز کی ضرورت نہیں اس کی جستجو مت کرو۔ جو راستہ معلوم نہیں اس میں سفر مت کرو اور اچھی بات جو کوئی کہے غور سے سنو کیونکہ غوطہ زن کی ذلت سے گوہر کی قیمت کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ افعالِ خراب پر اظہارِ ندامت نہ کرنا دوسری خرابی ہے۔ آدمی کے حال کا دریافت کرنا سخت مشکل ہے جب تک کہ بارہا آزمائش نہ کی جائے اور جب تک کہ معاملہ نہ پڑے اعتماد نہ کر۔ خوبصورتی چند روزہ حکومت ہے۔ اربابِ حاجات کی ملتمسات کو کل پر نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ معلوم کہ کل تک کیا ظہور پذیر ہو۔ سب سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے جو فتنۂ خفتہ کو بیدار کرے اور جو کام کہ آسانی سے سرانجام پا سکے اس کی لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچا دے۔ خردمند ہر چند کہ اپنے زور و توانائی پر بھروسہ رکھے لیکن اپنی قوت پر اعتماد کر کے دشمن پر متعرض نہ ہونا چاہیے کیونکہ خواہ تریاق موجود ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کی اُمید پر زہرِ ہلاہل نہ کھانا چاہیے۔ فاضل شریف کے نفس کو حسنِ قبولِ حق سے اور خسیسِ ناقص کے نفس کو میلانِ باطل سے شناخت کرنا چاہیے۔ سقراط سے پوچھا گیا کہ موت سے بھی کوئی سخت تر چیز ہے؟ جواب دیا کہ زندگی کیونکہ ہر قسم کے رنج و آزار و مصیبتیں زندگی ہی میں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور موت ان سے نجات دلاتی ہے۔ اگر ہم اپنی مصیبتوں کا تبادلہ کر سکتے تو ہر شخص اپنی پہلی ہی مصیبت کو غنیمت جانتا۔ جس شخص کو تیرا دل برا خیال کرے یا دشمن جانے اس سے بچتا رہ۔

لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس قدر حکمت حاصل کرنے سے تجھے کون سا خاص فائدہ پہنچا کہا، اس سے زیادہ اور کیا فائدہ ہوگا کہ میں بحرِ زندگی کے کنارے سلامتی و عافیت کے ساتھ بیٹھا ہوں اور جاہلوں کو اس میں غرق ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اس حکیم نے تحمل و بردباری کی عادت حاصل کرنے کے لیے قصداً ایک تند خو اور شعلہ مزاج عورت سے شادی کی تھی جو ہمیشہ بلا

وجہ بھی لڑتی رہتی تھی۔ اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ مجھ میں غصہ نہ رہے۔ایک روز اس کی بیوی پہلے تو بہت کچھ برا بھلا کہتی اور لڑتی جھگڑتی رہی۔ پھر غصّے میں آکر پانی کی بھری ہوئی دیگچی اس کے سر پر دے ماری تو اس نے کہا ’گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا‘۔

عورت خود ہی فتنہ ہے اور اس کا لکھنا سیکھنا سخت ترین فتنہ ہے۔تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے۔بچپن میں شرم و حیا، نوجوانی میں اعتدال اور پیری میں کفایت شعاری اور عاقبت اندیشی ضروری ہے۔ تجرد ہو یا ازدواجی زندگی، انسان خواہ کچھ جتن کرے، ایک نہ ایک دن اس پر بار ضرور ثابت ہوں گے اور اسے کفِ افسوس ملنا ہوگا۔ نیک انسان کو زندگی میں یا موت کے بعد کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔زندگی کا وقفہ نہایت قلیل ہے لیکن اگر مصیبت ہو تو یہ کافی طویل ہے۔کامل انسان وہ شخص ہے جس سے اس کے مخالف بھی بے خوف ہوں نہ کہ وہ جس سے اس کے دوست بھی خائف ہوں۔خوبی اور نیکی دولت سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ دولت خوبی اور نیکی سے وجود میں آتی ہے۔یادرکھو فتح طاقت کی نہیں بلکہ صداقت کی ہوتی ہے۔ جب انسان کسی کے ساتھ کسی طرح کی نیکی نہ کرسکے تو اس کی برائیوں ہی سے اسے مطلع کرتا رہے۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے بہتر سمجھا جاتا ہے مگر عقل ہر جگہ اور ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔ جو شخص اچھے اور برے میں تمیز نہ کرسکے اس کا شمار مُردوں میں ہے۔

دوسرے لوگوں کی تحریروں سے اپنی زندگی کی اصلاح و ترقی شروع کرو۔اس طرح تم زندگی کے ایسے مدارج و منازل بہ آسانی طے کرلو گے جن تک پہنچنا بڑی ہمت اور قربانی طلب کرتی ہیں۔سقراط سے دریافت کیا گیا کہ تجھے کبھی رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا۔اس نے جواب دیا کہ میں اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتا جس کے تلف ہونے کا مجھے غم ہو۔عالم دین کا طبیب ہے اور مال دین کا مرض۔ جب طبیب خود مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس سے دوسروں کا علاج نہیں ہوسکتا۔جنھیں تھوڑی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے انھیں دیوتاؤں کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ نیک خو ہونا تمام حکمت کا خلاصہ ہے۔اس سے امن اور سلامتی حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کے دِل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

نامعلوم اور پیچیدہ راستوں کی کوتاہی پر فریفتہ مت ہو اور سیدھے راستوں کی درازی سے اندیشہ نہ کر۔ بے شک عقل سب سے اچھی چیز ہے اور تمام امور کا انحصار اسی پر ہے۔ مگر بعض اشیاء ایسی ہیں جنھیں ہم روزمرہ دیکھنے کے باوجود بھی ان کے وجوہ کی غرض و غایت نہیں سمجھتے۔ ہر فضیلت کی ایک حد متعین ہے۔ جب اس سے تجاوز ہوگا خواہ افراط کی طرف خواہ تفریط کی طرف، تو وہ فضیلت، رذیلت اور نیکی، برائی بن جاتی ہے۔ زمانۂ پیری نہایت مسرت ناک ہے بشرطیکہ صحت اور سچا دوست میسر ہو۔ دوستی کی شیرینی کو ایک دفعہ کی رنجش کی یاد ہمیشہ زہر آلود کرتی رہتی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی دولت پر فخر کرے تو اس کی تعریف نہ کرو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ دولت کو کس طرح کام میں لاتا ہے۔ ایتھنز میں سقراط نے اپنا چھوٹا سا مکان بنوایا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا، آپ جیسا بڑا آدمی ایسا چھوٹا سا مکان کیوں بنواتا ہے؟ اپنی شان کے لائق مکان تعمیر کرنا چاہیے۔ سقراط نے کہا، میں اس تنگ مکان کو بڑا عالیشان اور باسامان سمجھوں گا اگر وہ سچے اور اصلی دوستوں سے معمور ہوگا۔ یعنی اس کو سچے اور اصلی دوستوں کے ملنے کی اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ تنگ تعمیر اِن سے معمور ہوتی۔

اثنائے سفر میں سقراط سے کسی نے پوچھا، 'تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟' تو اس نے بجائے ایتھنز کہنے کے یہ کہا کہ میں دنیا کا رہنے والا ہوں۔ اس کے خیالات اتنے وسیع اور معمور تھے کہ وہ ساری دنیا کو اپنا وطن اور تمام دنیا کے آدمیوں کو اپنا ہم وطن اور دوست خیال کرتا تھا۔ دوستی وہیں ترقی کرسکتی ہے جب فریقین کے دولت و اقبال میں مشارکت، خیالات میں مطابقت اور حالت میں موافقت ہو۔ طامع کی دولت کا حال آفتاب کا سا ہے کہ غروب ہوکر کسی کو خوش نہیں کرتا۔ بعض دیوتاؤں نے یہ چاہا تھا کہ خوشی اور رنج کو آپس میں ایسا ملا دیں کہ وہ ایک ہوجائیں۔ مگر جب وہ ایسا نہ کرسکے تو انھوں نے اُن کو دُموں کی طرف سے جوڑ دیا۔ اس لیے خوشی اور رنج ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔

سقراط کے شاگرد اس کو ایک مشہورِ زمانہ قیافہ شناس کے پاس لے گئے۔ اس نے اس حکیم کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص شہوتِ مجسم، مغلوب الغضب اور نہایت عیش پسند ہے۔ شاگردوں نے

قیافہ شناس سے کہا آج ہمیں تمھارے کمالِ قیافہ شناسی میں شبہ ہوگیا، اور گزشتہ کی نسبت بھی یہ یقین ہوگیا کہ تم اٹکل پچو بیان کردیتے ہوگے۔ جو اتفاقاً صحیح نکل آتے تھے۔ حکیم نے کہا اس شخص کے کمال میں کوئی شبہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بیان کردہ عیوب مجھ میں بدرجۂ اَتم موجود تھے لیکن میں نے اپنے ضبطِ نفس اور حکمت اور دانائی سے ان سب پر غلبہ حاصل کرلیا ہے۔ سقراط اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتا کہ تم کتابوں کی باتیں نہ بیان کیا کرو، بلکہ اپنے نفس کی اصلی باتوں اور حرکات کو بیان کیا کرو۔

یہ حکیم ۴۶۹ سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ نہایت محنتی جفاکش اور صابر ہونے کے علاوہ نہایت سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ تحقیقِ حق اور علمِ اخلاق کی وعظ گوئی میں اس کی تمام عمر بسر ہوئی۔ غور و فکر میں اس درجہ محو و مستغرق ہوجاتا کہ کسی مسئلے کو سوچنے کے لیے گھنٹوں ایک ہی جگہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوکر کھڑا رہتا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی مسئلے پر غور کرتے کرتے ایک دن اور ایک رات برابر چوبیس گھنٹے تک کھڑا رہا۔ اپنے معتقدوں اور شاگردوں سے کبھی کوئی نذرانہ، فیس یا اور کسی قسم کی امداد نہ لیتا۔ وعظ گوئی کی یہاں تک عادت تھی کہ ہر وقت اسی میں مصروف رہتا۔ خواہ مجمع ہو یا صرف دو آمی۔ ہر شخص کی قابلیت کا اندازہ لگا کر اسی کے حسبِ حال وعظ کہتا اور انسانوں کی صحبت کا ہر وقت متلاشی رہتا۔ ساٹھ سال کی عمر میں سینیٹ کا ممبر منتخب ہوا۔ ایک معاملے میں جو صریح بے انصافی پر مبنی تھا، اس نے دوسرے ممبروں سے اختلافِ رائے کا اظہار کیا اور کہا کہ میں ہزار بیماریوں کو اپنے برداشت کرسکتا ہوں، لیکن دوسرے شخص کے ساتھ بے انصافی ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔

ستر سال کی عمر میں اس حکیم پر بت پرستی کے خلاف وعظ گوئی اور حکومتِ وقت کے خلاف تقریریں کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اس زمانے میں حکام سلطنت ووٹوں کے ذریعے سے منتخب ہوتے تھے۔ سقراط کہتا تھا کہ یہ رسم نہایت نامعقول اور بیہودہ ہے۔ اگر ملاح، معمار اور بڑھئی کی ضرورت ہو تو کوئی شخص ووٹ نہیں لیتا۔ بلکہ جو شخص ان کاموں کے لیے مناسب ہوتا ہے اسے مقرر کیا جاتا ہے۔ اگر ایسے انتخاب میں غلطی ہوجائے تو انفرادی حیثیت کی وجہ سے چنداں مضر نہیں ہوتی لیکن جہاں ہزارہا انسانوں کے حکام منتخب کرنے میں ووٹ لیے جائیں وہاں بلاشبہ یہ

سخت حماقت ہے۔ غرضیکہ حکومت کی طرف سے سماعتِ مقدمہ کی تاریخ مقرر ہوگئی لیکن سقراط بدستور اپنی تعلیم و تدریس اور وعظ گوئی میں مصروف رہا۔ ایک شخص نے کہا، ’سقراط! تم عجیب آدمی ہو۔ تم پر جو سخت ترین الزام حکومت کی طرف سے لگایا گیا ہے، اگر خدانخواستہ وہ ٹھیک ہو جائے تو تمھاری جان کے لالے پڑ جائیں۔ تم ایسی مخدوش حالت میں بےفکر بیٹھے ہو۔ جواب دہی کے لیے تمھیں تیاری کرنی چاہیے۔‘‘ سقراط نے بے پرواہی سے کہا، ’’میں اسی کو کافی تیاری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی تمام عمر میں کوئی گناہ اور فریب نہیں کیا۔ اس وقت تک میری عمر نہایت اطمینان سے گزری ہے اور میں لگاتار اخلاقی ترقی کرتا رہا ہوں اور لوگوں کو بھی اخلاقی تعلیم دیتا رہا ہوں۔ تمام لوگ میری عزّت کرتے رہے ہیں۔ اگر میری زندگی منقطع نہ ہو تو بڑھاپا مجھے ستائے گا۔ میرے حواس کام نہیں کریں گے۔ میری فراست میں کمی آجائے گی۔ ایسے حالات میں زندگی کی مجھے چنداں خواہش نہیں۔ اب اگر مجھے مجرم گردان کر مار ڈالا جائے گا تو لوگ ججوں کے فعل کو قابلِ نفرت خیال کریں گے اور میرے خلاف کوئی اتہام نہ لگائیں گے بلکہ ممکن ہے کہ میری موت کی وجہ سے میری عزّت پہلے سے بڑھ جائے۔‘‘

میرے ہم وطنو! سنو! اگر میں خود غرض ہوتا تو کیا میں اپنی ذات کی طرف سے اتنا بے پرواہوتا؟ جن لوگوں نے مجھ پر تہمتیں تراشی ہیں، ان سے پوچھ کر دیکھو۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں نے کسی شخص سے کسی شکل میں کوئی حق الخدمت قبول نہیں کیا۔ میری مفلسی، بے زری اور ناداری میری صداقت کا ثبوت اور میری سچائی پر گواہ ہے۔

مقدمہ کی تاریخ مقررہ پر جو جو سوالات عدالت نے کیے، ان کا نہایت متانت، دلیری اور استقلال سے اس نے جواب دیا۔ اس کی آواز اور الفاظ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے یا اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہے اور مہربانی کا خواستگار ہے۔ آخر عدالت نے ووٹ لینے کے بعد اس کی موت کا فتویٰ صادر کیا۔ اس عہد حکومت میں پھانسی یا گردن کاٹنے کی بجائے زہر کا پیالہ دیا جاتا تھا۔ اس وقت کے قانون کے مطابق ایسے جرائم کے لیے کچھ جرمانہ لے کر مجرم کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ اس کے دوستوں نے سقراط سے کہا کہ وہ اس قانون سے فائدہ اُٹھائے۔ ہم جرمانہ کی بھاری سے بھاری رقم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ وہ جرمانہ دے کر معافی حاصل کرے۔

سقراط نے کہا روپیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ میں بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہوں، میں نفرت سے اس کو نامنظور کرتا ہوں۔ جب اس کو موت کا فتویٰ دیا گیا تو اس نے ایک نہایت پرتاثیر آخری تقریر کی جس کو سن کر لوگ رونے لگ گئے۔ اس نے پوچھا 'کیوں روتے ہو؟' لوگوں نے کہا، 'آپ کی بے گناہی کی موت کا ہمیں سخت رنج اور افسوس ہے۔' اس نے کہا 'کیا تمھارے خیال میں میں گنہگار ہو کر مرتا؟'

سزائے موت کے بعد حکومت کی ایک خاص مذہبی رسم کی ادائیگی کی وجہ سے سقراط کو تیس دن قید خانے میں رہنا پڑا۔ بعض دوستوں نے اس کو صلاح دی کہ وہ قید خانے سے فرار ہو جائے۔ وہ ہنس پڑا اور کہا ''پہلے کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں موت نہیں پہنچ سکتی۔''

تیسویں دن اس کی عورت اور تین بچے اس کے پاس آئے۔ سقراط نے انھیں کچھ آخری کلمات کہہ کر رخصت کر دیا۔ اتنے میں قید خانے کا ایک ملازم آیا اور کہا ''اے سقراط! میں جب کسی مجرم کو زہر کا پیالہ دیتا ہوں تو وہ مجھے کوسنا شروع کر دیتا۔ لیکن تم معقول پسند ہو اور جانتے ہو کہ میں افسروں کے حکم کا پابند ہوں۔ اگر تمھیں کوئی شکایت ہے تو ان سے ہونی چاہیے، مجھ سے نہیں۔ اب زہر پینے کی تیاری کرو۔'' یہ کہہ اس ملازم کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سقراط نے کہا ''بہت بہتر، میں تیار ہوں۔ لیکن میرے خیال میں مجھے زہر کا پیالہ پینے سے پہلے نہا لینا چاہیے۔ تا کہ غسال کو میری نعش کو دھونے کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔'' اور بعد غسل زہر کا پیالہ لے کر پی لیا۔

افلاطون نے کہا کہ دنیا میں یہ سب سے عقلمند، سب سے منصف اور سب سے نیک شخص کا انجام تھا۔

سسرو لکھتا ہے کہ جب کبھی میں اس واقعے کو پڑھتا ہوں تو بے اختیار رو دیا کرتا ہوں۔ اس حکیم کا زمانہ ۴۷۰ تا ۳۹۹ قبل مسیح تھا۔ ۷۱ سال کی عمر پائی۔

نصائحِ افلاطون

طلبِ علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔ بد نفس وہ ہے جو لوگوں

کی بدی ظاہر کرے اور نیکی چھپانے کی کوشش کرے۔ عقل جس جگہ کامل ہوگی حرص و شر ناقص ہوگا۔ کسی نے پوچھا تو نے اتنا علم کس طرح حاصل کیا؟ کہا رات کو جب لوگ مصروفِ مے نوشی ہوتے تھے میں روغنِ زیتون کے ساتھ اپنا خون بھی جلاتا تھا۔ افراطِ نصیحت بھی موجبِ تہمت ہے۔

کسی نے پوچھا کہ انسان حالتِ پیری میں کیوں اتنا حریص ہو جاتا ہے۔ کہا اس لیے کہ مر جانا اور دشمنوں کے لیے چھوڑ جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ حالتِ حیات میں دوستوں کا محتاج ہو۔ جس شخص میں غور و فکر کرنے کی عادت ہے وہ اپنی روح سے دوبدو کلام کرتا ہے۔ دنیا کو چوروں کی کمین گاہ تصور کر کے ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے۔

ایک شخص نے اس سے کہا کہ آج فلاں آدمی تیری بہت تعریف کرتا تھا۔ حکیم نے یہ سنتے ہی سر نیچے کر لیا اور نہایت اندیشے میں گیا۔ تب اس نے کہا اے حکیم! تجھے کیا اندیشہ پڑا؟ میں نے تو کچھ بری بات نہیں کی۔ جواب دیا، تیری بات کی مجھے کچھ فکر نہیں لیکن میں سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا بے وقوفی ہوئی جو اس جاہل کے پسند آئی کیونکہ جب تک نادانی نہ ہو نادان پسند نہیں کرتا۔

حالتِ نزع میں اس کے دنیا میں زندگی گزارنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ جواب دیا کہ بحالتِ اضطرار شکمِ مادر سے باہر آیا۔ تحیر میں زندگی بسر کی اور بجبر و اکراہ اس سے باہر جاتا ہوں اور اس قدر معلوم ہوا کہ کچھ معلوم نہ ہوا۔

زندگی جب تک نیک کاموں کا ذریعہ نہ ہو شائستہ نہیں کہی جا سکتی۔ یاد رکھ کہ ربّ کریم کے سارے عطیوں میں سے حکمت سب سے بڑھ کر ہے اور حکیم وہ شخص ہے کہ جس کے قول اور فعل دونوں یکساں ہوں۔

اس حکیم کا زمانہ ۴۳۷ تا ۳۴۷ قبل مسیح تھا۔

نصائح ارسطا طالیس (ارسطو)

دنیا ایک خس پوش کنواں ہے۔ عقلمندوں کو ہوشیاری کے ساتھ قدم رکھنا چاہیے۔ مرگ ایک چیتا ہے کمین گاہ میں کہ جس کے پنجے سے رہائی ممکن نہیں ہو سکتی۔ حرص کو دل میں جگہ نہ

دے کہ تیری قوت دوسروں سے زیادہ نہیں ہے۔ اپنے اعضاء کو محنت و مشقت کا عادی بنا۔ ہر چند کہ خدمتگار و پرستندگان موجود ہوں۔ اتفاق آپڑے کہ وہ نہ رہیں اس وقت تو بے دست و پا رہ جائے گا اور ایسا ہو جانا آئینِ زمانہ سے کچھ بعید نہیں۔

دوش میکائیل را دیدم بدستش دفترے
نامِ شخصے می نوشت و نام شخصی می سترد
چوں نظر کردم بہ دفتر، بادشاہے می گزشت
بادشاہی را بہ فرزندِ گدائے می سپرد

(ترجمہ: میں نے کل میکائیل کو ایک دفتر ہاتھ میں لیے دیکھا کہ ایک شخص کا نام کاٹ رہا تھا اور دوسرے شخص کا نام لکھ رہا تھا۔ جب میں نے دفتر پر نظر کی تو ایک بادشاہ گزر رہا تھا اور اس کی بادشاہی ایک فقیر زادہ کے نام پر لکھی جا رہی تھی۔)

لوگوں نے اس حکیم سے کہا، بعض شخص تم کو برا کہتے ہیں۔ اس نے کہا، ان کو اور زیادہ برا کہنے دو۔ وہ مجھ پر تازیانہ زنی کرتے ہیں جہاں میں نہیں ہوتا۔ زیادہ گفتگو کرنا ہر چند کہ اچھی باتیں ہوں دلیلِ دیوانگی ہے۔ ظالموں اور ستمگاروں کے ساتھ تعلقات مت رکھ کر بروز جزا ان کی بازپرس تجھ سے ہوگی۔ جملہ امور میں آہستگی پسندیدہ ہے، سوائے ان کاموں کے جو غم سے نجات بخشیں۔ کارہائے گزشتہ پر افسوس مت کر۔ افسوس ہوگا کہ افسوس بے فائدہ کے لیے وقتِ گرامی کو ضائع کیا جائے۔ اگر کوئی مشکل درپیش ہو تو دانایانِ مشکل کشا کی رائے سے امداد طلب کر۔ صرف تعلیم سے شرافتِ انسانی کا حاصل کرنا ایسا ہی مہمل خیال ہے جیسا علمِ کیمیا کے ذریعے سے تانبے کا سونا بنانا۔ ذہنی تکمیل مفہومات اور خیالات سے نہیں ہوتی بلکہ ان مفہومات کے حاصل کرنے میں جو کوششیں کی جاتی ہیں اس سے ہوتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے سے شریر بھی اخیار میں سے ہوسکتا ہے۔ جو چیز ہماری عادت سے دور ہے وہ عقل سے بھی دور ہے۔ جب کسی کے طالع یاور دیکھے اس کے ساتھ جنگ کو خلافِ مصلحت جان۔ نا اُمید نہ ہو کہ اس کا نتیجہ کم عمری ہے۔ کوئی سفارش نامہ حسن سے زیادہ انسان کے واسطے نہیں ہے۔ اگر کوئی تیرے حق میں بدی

کرے اور تو کسی کے حق میں نیکی کرے، دونوں کو فراموش کر۔ ایسے شخص کی صحبت کے لیے رغبت ظاہر کرنا جو تجھ سے پہلوتہی کرے ذلتِ نفس کا موجب ہے اور ایسے شخص کی صحبت سے پہلو تہی کرنا جو تیری صحبت کی طرف مائل ہو قصورِ ہمت ہے۔ ملک و دولت کو حکامِ بدطینت کی ذات سے زیادہ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ جو شخص تحصیلِ علم کی مشکلات کا متحمل نہیں ہوسکتا اسے جہل کی سختیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ہر ایک نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوستی جتنی پرانی ہو اتنی ہی عمدہ، مضبوط ہوتی ہے۔

وہ غنا حاصل کرنا چاہیے جو فنا نہ ہو، وہ زندگی جس کو تغیر نہ ہو، وہ ملک جو بے زوال ہو، وہ بقا جس میں اضمحلال نہ ہو۔ کسی کے عیب مت تلاش کرتا کہ دوسرا تیرے عیبوں کی جستجو نہ کرے۔ رشک سے انسان کو بچنا چاہیے مگر جس رشک سے اصلاح کی اُمید ہو، اسے بالضرور اختیار کرنا چاہیے۔ شر کو شر سے رفع کرنا اگرچہ اچھی بات ہے مگر شر کو خیر سے رفع کرنا نسبتاً احسن ہے۔ جو بات معلوم نہ ہو اس کے اظہار میں شرم نہ چاہیے۔ انسان کے اسبابِ ظاہری میں عزّت کا مرتبہ سب سے اوّل ہے۔ صاحبِ اقبال اوپر چڑھتا ہے اس لیے اس کی حرکتِ رفتار تیز نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے صاحبِ ادبار چونکہ مائل بہ پستی ہوتا ہے اس لیے اس کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ جیسے پتھر جو اوپر کی طرف سے نیچے آرہا ہو۔ جواب دینے میں جلدی نہ کرتا کہ بعد میں خفت و شرمندگی نہ ہو۔ بخیل خواہ دولت مند ہو اُسے ذلت حاصل ہوگی۔ سخی خواہ مفلس ہو، لوگ اس کی عزّت ہی کریں گے۔ یہ بھی سخاوت و کرم میں داخل ہے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے اور ان کے عیبوں کے معلوم کرنے کی خواہش نہ کی جائے۔ خاموشی سب سے زیادہ آسان کام اور سب سے زیادہ نفع بخش عادت ہے۔ سخاوت اس کو کہتے ہیں کہ حاجتمندوں کو ان کی ضرورت کے موافق دیں۔ اس سے بڑھ کر افراط کی حد تک پہنچنا سخاوت نہیں بلکہ اسراف میں داخل ہے۔ خود باعمل ہونا چاہیے کیونکہ بغیر عمل کے دوسرے پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑ سکتا۔ حسنِ اخلاق سے زندگی راحت اور آرام سے بسر ہوتی ہے۔ اس کو سب شعائر پر مقدم رکھنا چاہیے۔

ایک اجنبی نووارد شخص اس حکیم کی مجلس میں بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ حکیم نے اس سے کہا، تو میرے ساتھ کچھ گفتگو کرتا کہ میں تجھے دیکھ سکوں کیونکہ کسی شخص کی گفتار ہی اس کی

شناختِ کردار اور اس کے حسنِ اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

صورت بغیر سیرت کے ایک پھول ہے جس میں کانٹے زیادہ ہوں اور خوشبو بالکل نہ ہو۔ زندگی کی سب سے بڑی فتح نفس پر فتح پانا ہے۔ اگر نفس نے دل پر فتح پائی تو سمجھو کہ وہ دل مردہ ہے۔ عادت طبیعت کو بھی ضعیف کر دیتی ہے اور اس کے خلاف کام کراتی ہے۔

ایک روز اس حکیم نے ایک شخص کو دیکھ کر کہا جس کے ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹے ہوئے تھے کہ اگر انسان زینتِ ادب سے آراستہ ہو تو ایسی بدحرکات کا اقدام ہرگز نہ کرے جن کا نتیجہ ایسی خوفناک صورت میں انسان کو برداشت کرنا پڑے۔

چہ آری ز نیک و بد ایں جا بجا
بد از خویشتن بین و نیک از خدا

مختلف ممالک کے شہزادگان اس حکیم کے زیرِ تعلیم تھے۔ ایک روز ایک شہزادے سے اس نے سوال کیا کہ اگر بادشاہی تم کو پہنچے تو میری خدماتِ تعلیمی کا صلہ تم کس صورت سے ادا کرو گے؟ شہزادے نے جواب دیا کہ میں تمام تر مہماتِ سلطنت میں آپ کے مشورے کو مقدم رکھوں گا اور آپ کی رائے سے سرمو انحراف نہ کروں گا۔ یہی سوال دوسرے شہزادے سے پوچھا گیا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو اپنا برابر کا شریکِ سلطنت رکھوں گا۔ جب سکندر کی باری آئی تو اس نے عرض کیا ''اے استادِ محترم! مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے کیونکہ اس کا فاعلِ حقیقی میں نہیں بلکہ اللہ برتر ہوگا۔'' ارسطو اس جواب سے نہایت خوش ہوا اور کہا ''تیری اس دانائی کا جواب سب پر سبقت لے گیا ہے اور مجھے اس سے تیرے فاتحِ عالم ہونے کی بو آتی ہے۔''

جو شخص اتنی روزی حاصل کرنے پر قادر ہو جو اس کی زندگی کی گزران کے لیے کافی ہو تو اس کو اس سے زیادہ کی طلب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کی انتہا تو ہے نہیں، لیکن اس کے طالب کو کافی مکروہات کا سامنا ہوتا ہے۔

نصائح حکیم بقراط

جو شخص کہ سلاطین و امراء کی خدمت و قربت اختیار کرے اسے چاہیے کہ ان کی طرف سے جو ذلت و اہانت اس کو حاصل ہو اس پر فریاد نہ کرے کیونکہ غوطہ زن کو آبِ شور کے چکھنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ جو کوئی شخص حسد کو دوست رکھتا ہے اس کا نفس دائم قائم نہیں رہتا اور اس کو مرنے سے پہلے مار دیتا ہے۔ فرمایا کہ میری فضیلت کا حاصل یہی ہے کہ میں نے اپنے جہل سے اطلاع پائی۔ دنیا کو سرائے مہمان اور قضا کو میزبان شمار کرو۔ اگر کھانے کو کچھ دیا جائے کھالو، اگر واپس لے لیا جائے طلب نہ کرو۔ رحم دل انسان جب مصیبت زدگان کی مصیبت کو دور نہیں کرسکتا تو اس کا حال مصیبت زدوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ عورت کے کہنے پر کبھی عمل نہ کر کہ تمام آفاتِ زمانہ سے محفوظ رہے گا۔ ہر بدن کا معالجہ پانچ طریقوں پر ہے: فاسد مادہ جو کہ سر میں ہے غرغرہ ہے۔ جو کچھ فمِ معدہ میں ہے قے سے اور جو کچھ معدے میں ہے اسہال سے۔ جو کچھ جلد میں ہے عرق یعنی پسینہ سے اور جو کچھ عروق میں ہے فصد سے۔ لیکن دل پر جو میل جم چکا ہو اس کا زائل کرنا دشوار ہے۔ چھ چیزیں آنکھوں کے نور کو نقصان پہنچاتی ہیں: زیادہ گرم طعام کھانا، گرم پانی سر پر ڈالنا، چشمۂ آفتاب کی طرف دیکھنا، دشمن کا منہ دیکھنا، کثرتِ گریہ اور استعمالِ منشیات۔

کسی نے کہا وہ شخص آ رہا ہے جو تم کو گالیاں دیتا ہے۔ فرمایا، ''اگر اس میں اس کا کچھ فائدہ ہو تو منع نہ کرنا چاہیے۔''

زمین و آسمان کے درمیان فاصلے میں اتنے گز نہیں جتنے انسانوں کے طبائع اور ذہنوں کے مختلف درجے ہیں۔ بے وقوف جس کی کہ اپنے عیب پر نظر نہیں پڑتی وہ کسی کی نصیحت نہیں سنتا۔ خلقِ خدا کے معاملے کو از روئے حق و حساب فیصلہ کر، تاکہ دوست زیادہ ہوں اور شرِ دشمناں سے محفوظ رہے۔ جھوٹ تمام گناہوں کی ماں اور سچ سب برائیوں کا علاج ہے۔ کسی کو ایسے فعل سے جو خود تیری ذات میں ہے منع نہ کر جب تک کہ تو خود اس کو ترک نہ کرے۔ دوستوں کے ساتھ اس قدر اخلاص رکھنا چاہیے جو تھوڑے سے تغیر پر زوال پذیر نہ ہو۔ انسان کی تمام خوشیوں میں وہ خوشیاں سب سے بدتر اور نفرت کے قابل ہیں جو اوروں کی پسند پر موقوف ہوں۔ دنیاوی

عروج وتنزل کو مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ جس شخص کو عبرت حاصل کرنے کا شوق ہو، اس کے لیے ہر ایک نئی چیز موجبِ عبرت ہے۔ آنکھیں تین قسم کی ہوتی ہیں ؛ جسمانی آنکھ جو انسان و حیوان دونوں کو حاصل ہے، اس کا فعل صرف دیکھنا ہے۔ عقلی آنکھ بصیرت کہلاتی ہے جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایمانی آنکھ حق پرستوں کی ملکیت ہے جو دنیا کے علاوہ عالم بالا کا بھی نظارہ کرتی ہے۔ مفلس کو تھوڑی چیزوں کی ضرورت ہے، آسودہ حال کو بہت کی اور طامع کو کل چیزوں کی۔ انسان کو لازمی ہے کہ وہ اپنے دل کو ایسا سخت پتھر بنائے جس پر رنج و اندوہ کی جونک نہ لگ سکے۔ قدرت نے دماغ کو دل سے اونچی جگہ دی ہے اس لیے جذبات کو ہر حالت میں تمیز کے تابع رکھنا ضروری ہے۔ جب تمھیں وراثت میں مفلسی وتنگدستی ملیں تو نیکی اور شرافت کو اپنا سرمایہ بنالو۔

نصائحِ دیوجانس کلبی

جب تو دیکھے کہ کوئی کتا اپنے مالک کو چھوڑ کر تیرے پیچھے چلا آ رہا ہے تو بھاری پتھروں کے ساتھ اس کو اپنے پیچھے سے لوٹا دے کہ کسی روز تجھ کو بھی چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے روانہ ہو جائے گا۔ انسان کی احتیاج اس کی عقل سے بہت زیادہ ہے۔

ایک جوان سے کہ جس کا چہرہ پیرایۂ جمال سے مزین تھا لیکن نفس حلیۂ ادب سے خالی، مخاطب ہو کر کہا، اے پسر! تو نے فضائلِ نفس کو محاسنِ چہرہ بنالیا ہے۔"

اس سے پوچھا گیا کہ کھانے پینے کے لیے کون سا وقت بہتر ہے؟ فرمایا، "جن لوگوں کو کہ دسترس اور اسباب مہیا ہیں ان کو جب بھوک لگے اور جن لوگوں کو یہ حاصل نہیں ہیں، اُن کو جس وقت مل جائے۔"

سوال کیا گیا کہ دوست کیا چیز ہیں؟ جواب دیا کہ ایک نفس، اجسامِ متفرقہ ہیں۔"

پوچھا گیا کہ تجھ کو کلبی کیوں کہا جاتا ہے؟ (یعنی کتوں والا) کہا "اس لیے کہ کلمہ حق کو سختی کے ساتھ اہلِ باطل کے منہ پر کہتا ہوں اور جاہلوں پر آواز سے کستا ہوں۔"

اس کے محبوں نے کہا، "کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر تیری آسائش کے واسطے مکان بھی ہوتا۔"

فرمایا ''میری آسائش اس میں ہے کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔''
دو شخص کو دیکھا جو عرصۂ دراز سے باہم یک جا رہتے تھے اور محبت ان ہر دو کے درمیان پورے طور پر مستحکم ہوگئی تھی۔ آپ نے ان سے حالات و تعلقات دریافت کیے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم دوست ہیں۔ فرمایا سچ سچ کہو کیونکہ تم میں سے ایک تو نگر ہے اور ایک مفلس۔

ایک روز جنگل میں اسے ایک رہزن ملا۔ اس نے کہا جو مال تیرے پاس ہے دے دے۔ حکیم نے کہا مال تو میرے پاس بہت ہے لیکن میں دے نہیں سکتا۔ رہزن نے اس کی جامہ تلاشی لی تو کچھ نہ نکلا اور پوچھا کہ وہ مال کہاں ہے؟ اس نے اپنا سینہ کھول کر دِکھایا کہ اس میں وہ بیش قیمت خزانہ ہے کہ رہزنوں اور چوروں کو اس پر امکانِ دسترس نہیں ہے۔

پوچھا گیا کہ دائیں ہاتھ میں انگشتری کیوں پہنی ہے؟ کہا اس لیے کہ فضول آدمیوں کی شناخت کر سکوں۔

یہ حکیم کتوں کے ساتھ بہت پیار کرتا تھا۔ اس وجہ سے اسے کلبی کہتے ہیں۔ اس کا خطاب ٹب فلاسفر تھا۔ اس نے جنگل میں کسی کا پھینکا ہوا ایک ٹب رکھ لیا تھا۔ رات کو اسی کے نیچے سو رہتا۔ صرف یہی اس کی جائیداد تھی۔

ایک روز سکندر اپنے وزیر کے ہمراہ اس حکیم کی ملاقات کو آیا اور اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ سکندر کا خیال تھا کہ حکیم اس کی تعظیم کو اُٹھے گا، مگر اس نے مطلق پروا نہ کی۔ یہ حالت دیکھ کر وزیر نے کہا ''جناب سکندرِ اعظم فاتحِ دنیا مالکِ جہان آپ سے ملنے آیا ہے۔'' حکیم نے سر اونچا کیا اور مسکرا کر کہا ''جس سکندر کو دنیا کی ہوس جا بجا بھگائے پھرتی ہے، کیا وہ بادشاہ ہے؟ وہ دنیا کا غلام ہے۔ اس کے دلی جذبات اختیار میں نہیں ہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں اسے لے جاتے ہیں، اور طرح طرح کے ناچ نچاتے ہیں۔ اس کے دل کو اُلٹ کر دیکھو، اس میں غلامی کے زبردست نشانات ملیں گے۔ بادشاہ میں ہوں جو اپنے دل کو اختیار میں رکھتا ہوں۔'' سکندر اس بے پروا حکیم کی حالت دیکھ کر متعجب ہوا۔ وزیر نے کہا ''سکندر بہت کچھ مال و اسباب لایا ہے۔ آپ قبول کیجیے۔'' اس نے کہا ''میرے پاس سب کچھ ہے۔ مجھ کو کچھ بھی ضرورت نہیں ہے۔'' آخر سکندر نے عاجزانہ لہجے میں کہا ''مجھ سے کچھ تو خدمت ضرور لیجیے۔'' حکیم نے ہنس کر کہا ''تو

میری دھوپ روکے کھڑا ہے اس کو چھوڑ دے۔ یہی تیری خدمت ہے۔'' سکندر نے پوچھا ''ثواب کس طرح سے حاصل ہوتا ہے؟'' اس نے کہا ''افعالِ خیر سے، کہ تجھ کو اس کی اس قدر قدرت ہے جو رعیت سے تمام عمر میں ناممکن ہے۔''

لوگوں نے اس سے ترکِ تزویج یعنی شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ کہا میں جدتِ شہوت کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا آسان تر خیال کرتا ہوں بجائے مشقتِ عیال کے۔ ایک روز ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا ''اے مَردو!'' انبوہِ خلقت بنا بر اعتقادِ خوش اس کے گرد جمع ہو گیا۔ اس نے کہا میں نے مَردوں کو بلایا تھا مُردوں کو نہیں۔''

ایک روز سکندر کے پاس آیا۔ ایک شاعر کو دیکھا کہ اس کی خدمت میں کھڑا قصیدۂ مدح پڑھ رہا تھا۔ حکیم نے روٹی کا ایک روکھا ٹکڑا اپنی جیب سے نکالا اور بے پرواہ ہو کر کھانے لگ گیا۔ درباریوں نے کہا کہ تم نے مدحِ بادشاہ سننے کی بجائے کھانے کو کیوں ترجیح دی؟ کہا کہ بوقتِ اشتہا خشک روٹی کھانا کذبِ بے حاصل سننے سے بہتر ہے۔ (واضح رہے کہ یہ کوئی دوسرا اسکندر ہے۔)

لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو سب کو کیوں دشمن رکھتا ہے؟ کہا کہ امراء کو ان کی سیرتِ نامحمود کے باعث اور اختیار کو اس لیے کہ وہ اشرار کی اصلاح یا اُن کو اپنے دیار سے دفع کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تو بذاتِ خود دشمنانِ دین کے مقابلے میں جنگ کیوں نہیں کرتا؟ کہا کہ سب سے قریبی دشمن میرے جسم میں موجود ہے۔ جب تک اس کو مغلوب نہ کرلوں دوسری جنگ میں کس طرح شریک ہو سکتا ہوں۔

نصائحِ دل پذیر

جو شخص علمی مذاق نہ رکھتا ہو اس کے سامنے علمی باتیں کرنا اسے اذیت پہنچانا ہے۔ کہیں صرف سوراخ پیٹنے پر سانپ مر سکتا ہے؟ کہیں صرف جسمانی تکلیف سہنے پر نجات مل سکتی ہے؟ بہادر کا امتحان میدانِ جنگ میں، دوست کا امتحان مصیبت کے وقت اور عقلمند کا امتحان غیظ و غضب کی حالت میں ہوتا ہے۔ ایک کڑی کے ٹوٹ جانے سے تمام زنجیر ناکارہ ہو جاتی ہے۔ خاندانی تعلقات کس کام کے، انسان تنہا پیدا ہوتا اور تنہا مرتا ہے۔ مصیبت میں کوئی کسی کے کام

نہیں آتا۔ اخلاص اس کو کہتے ہیں کہ نیک اعمال کے عوض دنیا و دین دونوں سے کچھ نہ چاہے۔
دسترخوان کے دوست بدلنے کے لائق ہیں۔

آ رہی ہے چاہِ یوسفؑ سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

جو کبھی سوچنا ختم نہیں کرتا کبھی کام شروع نہیں کرتا۔ بزرگی کی نشانیاں تین ہیں: اول دوسرے لوگ اُسے بزرگ سمجھیں، دوم وہ خود اپنے تئیں بزرگ نہ جانے، سوم جب مصیبتوں میں گھر جائے تو سچائی کو نہ چھوڑے۔ (زرتشت)

دشمن سے ایک بار تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈر کیونکہ دوست اگر دشمن ہو جائے تو اسے گزند پہنچانے کے ہزاروں طریقے معلوم ہیں (ابنِ معروفؒ)

کم گو، کم خور، کم آزار ہمیشہ سلامت، خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (بزرچمہر)

دوسروں کی محنت اور مشقت کو ضائع نہ کرنا چاہیے تاکہ تمھاری سعی و کوشش بھی ضائع نہ جائے۔

دلی قویٰ کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔ (سرسیّد مغفور)

خوبصورت و بدصورت سب مخلوقِ الٰہی ہیں۔ سب کا باوا آدم ایک ہے اور سب کی اصل خاک ہے۔ پھر بدصورت سے نفرت کرنا انسانیت سے بعید ہے۔

جس گلستاں کے ہو گلِ تر تم، خار اس بوستاں کے ہم بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم، تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں

اسلام اگر تصویر کشی کو جائز رکھتا تو بت پرستی اپنی اصلی صورت پر قائم رہتی۔ خواہ کوئی عمدہ خیال عملی صورت میں نہ آئے، تاہم اس کی تائید سے باز نہ رہنا چاہیے۔ ایک اچھا قانون دان ایک برا ہمسایہ ہے۔ غمگین خشمگیں ہوتا ہے۔ ہمارا امیر و غریب ہونا ہماری روح پر منحصر ہے۔ علم کا دشمن تکبر، عقل کا دشمن غصہ، صبر کا دشمن لالچ اور راستی کی دشمن دروغ گوئی ہے۔ دولت بمقابلہ عزّت، شوکت بمقابلہ حکمت، سلطنت بمقابلہ عبادت، صورت بمقابلہ سیرت اور شجاعت بمقابلہ سخاوت ہیچ ہے۔ دِل ایک بچہ ہے، جو دیکھتا ہے وہی مانگتا ہے۔ گھر بھر میں ایک ہی بے وقوف

کافی ہے۔ بعض اوقات دولتمندی سے بھی بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں جو مفلسی کے نقصانات سے بدرجہا بدتر ہوتی ہیں۔ جب تم آہرن ہوتو صبر کرو، جب ہتھوڑا ہو تو خوب کوٹو۔ دنیا میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو باقی اور باقی سب کو فانی سمجھتا ہے۔ یا خدا ہم تیرے، مرنے کو اور بہتیرے۔

ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا، بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے۔ انسان اپنے برے فعل کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے۔ ایک روز ایک نعمت دوسرے روز ایک دوائی۔ انسان اپنی مصیبت کو اس وقت بہت آسانی کے ساتھ سہتا ہے جب وہ اپنے دشمنوں کو اپنے سے بدتر حالت میں پاتا ہے۔ کسی بے گناہ شخص کو دلآزار کلمات کہہ کر اس کی ایذا رسانی کے بعد پھر یہ کہنا کہ ''میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں'' ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر زخمی کر دینے کے بعد یہ کہہ دے کہ ''میں اپنا پتھر واپس لیتا ہوں۔ یا معافی چاہتا ہوں۔''

اگر گائے کھیت میں چرتی ہے تو کیا بچھڑا کنارے پر چرے گا؟ تمھارا دشمن خواہ مچھر سے بھی چھوٹا ہو مگر اُسے ہاتھی سے بھی بڑا سمجھو۔ مصیبتوں کے درمیان رہ کر اگر انسان ان کو سہنا اور صبر کرنا نہ سیکھے تو گویا اس نے صحبت کا حق ادا نہ کیا۔ اس چیز کے لیے طلبِ دعا بے سود ہے جس کے حصول کے لیے تم خود دل و جان سے ساعی نہیں ہو۔ ماضی کی حسرتیں کیا کم ہیں جو حال و مستقبل کے متعلق آرزوئیں وابستہ کر کے انھیں بھی مایوسیوں میں تبدیل کرتے ہو۔ جو شخص کسی عورت سے اس کی خوبصورتی کے لیے شادی کرتا ہے وہ احمق ہے۔ جو روپے کے لیے کرتا ہے وہ لالچی ہے اور جو کوئی اس کے حسنِ سیرت کی وجہ سے کرتا ہے وہی حقیقی شوہر ہے۔ دولت پر علم کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ علم سے دولت حاصل ہوسکتی ہے مگر دولت سے علم حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ مرد صرف نصف مرد ہے جب تک اس کی بیوی نہ ہو اور وہ گھر سنسان یا شمشان ہے جس میں بچے نہ ہوں۔ نوجوانی کی بے وقوفیاں بڑھاپے میں توبہ کے لیے خوراک ہوتی ہے۔ عقلمند کے سامنے زبان کو، حاکم کے سامنے آنکھ کو اور بزرگوں کے سامنے دل کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کرتا ہے لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کرسکتے۔ انسان بحالتِ موافقت کہتا ہے جو کچھ ہیں ہم ہیں اور بوقت مصیبت کہتا ہے جو کچھ ہے سو اللہ ہے۔ کسی

شخص نے اپنے نام کی مناسبت سے مکان کے دروازے پر ''حیات منزل'' کندہ کرایا تھا۔ ایک صاحبِ دل نے دیکھ کر کہا کہ از روئے حقیقت ''فنا منزل'' مناسب تھا کیونکہ ؎

ہے یہ سرائے فانی ، نہیں 'منزل حیات'
جس میں قیام مثلِ مسافر ہو ایک رات

خواہشات رفتہ رفتہ ضروریات کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر مہمان کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ایک روز ایک کافر مہمان نے بسم اللہ نہ پڑھی تو آپ اس پر ناراض ہوئے۔ ندا آئی کہ ''اے ابراہیم! ہم اس قدر عرصۂ دراز سے بے شمار مخلوق کو بلا امتیازِ مومن و کافر ہر ایک نیک و بد کو رزق پہنچاتے ہیں۔ تم ایک وقت میں ایک آدمی کو کھانا کھلانے پر ناراض ہوتے ہو ؎

اگر روزی بمذہب برفزودے
زکافر تنگ تر روزی نبودے
بہ کافر آنچناں روزی رساند
کہ مومن اندر آں حیراں بماند

دنیا اگر تیرے ہاتھ نہیں آسکتی تو اللہ کو تو ہاتھ سے مت کھو۔ اگر دنیا میں عورت نہ ہوتی تو مرد ریاضت کے بغیر ہی اولیاء بن جاتا۔ عورت کے دل پر بے زبان جواہرات، مرد کی فصیح و بلیغ تقریروں سے بھی زیادہ اثر کر سکتے ہیں۔ دنیا کی مثال اندھوں کے ہاتھی کی سی ہے کہ جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے جس عضو کو لگ گیا اس کے خیال میں ہاتھی کی وہی شکل ہے۔ اسی طرح ہر ایک شخص اپنے اپنے تجربات و مشاہدات کی بناء پر اپنے تصور کی آنکھوں سے دنیا کو مختلف طور پر دیکھتا اور خیالی گھوڑے کو بنوع دگر ایڑ لگاتا ہے ؎

ہر کسے دارد دریں بازار سودائے دگر
ہر یکے بندد بآئین دگر دستار را

میرؔ مغفور نے اہلِ دنیا کے متفرق المذاہب اور مختلف العقائد ہونے کے مفہوم کو اس مختصر سے شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

یہ توہم کا کارخانہ ہے
یاں ڈُہی ہے جو اعتبار کیا

دنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں لیکن ان میں ذلتِ قرض سب سے سخت تر ہے ۔

نہ نشستۂ بگوشہ اے از خوفِ قرض خواہ
قہر خدا بصورتِ انساں ندیدۂ

ایک ہندی مقولہ ہے ۔

جس نے نہ دیکھا ہو شیر وہ دیکھے بلاؤ
جس نے نہ دیکھا ملک الموت وہ دیکھے قرضاؤ

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے پچاس سال میں پانچ ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں سے صرف پانچ باتوں کو اپنے عمل کے لیے منتخب کیا:

۱۔ اے نفس! اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے پر راضی رہ۔ ورنہ دوسرا مالک تلاش کر لے جو اس سے بھی زیادہ دے۔

۲۔ اے نفس! جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے بچ ورنہ اس کے ملک سے باہر چلا جا۔

۳۔ اے نفس! اگر تو گناہ کرنا چاہے تو کوئی ایسی جگہ تلاش کر لے جہاں اللہ نہ دیکھے ورنہ گناہ مت کر۔

۴۔ اے نفس! تو اپنے خالق کی عبادت کرتا رہ ورنہ اس کا دیا ہوا رزق مت کھا۔

۵۔ اے نفس! خلقِ الٰہی کے ساتھ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آ ورنہ اپنی زبان بند رکھ اور کسی کے ساتھ تعلق نہ رکھ۔

مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اگر دونوں پہیے ایک طرف لگا دیے جائیں تو گاڑی کا چلنا ناممکن ہے یعنی عورتیں مردوں کے کام کرنے لگ جائیں تو انتظامِ خانہ داری میں خللِ عظیم واقع ہو۔ جب مومن پر ہیبتِ الٰہی جم جاتی ہے تو اس کی عبادت و اطاعت کو دوام ہو جاتا ہے۔

توراۃ کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی راضی ہو اللہ کے دیے پر آرام پایا اس نے دنیا و آخرت میں۔ زبور کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے کنارہ کشی کی آدمیوں سے اس نے نجات پائی دنیا و آخرت میں۔ انجیل کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے ڈھایا خواہشوں کو، عزّت پائی اس نے دنیا و آخرت میں۔ قرآن شریف کا ماحصل یہ ہے کہ مطیعِ خالق و شفیقِ مخلوق رہ کر نگاہ رکھا جس نے زبان پر، وہ سلامت رہا دنیا و آخرت میں۔

خیرات دے جس کو چاہے کہ تو امیر ہے اس کا اور مانگ جس سے چاہے کہ تو اسیر ہے اس کا۔ (علیؓ)

بدصورت عورت نے خوبصورت شوہر سے کہا کہ تم مجھ کو دیکھ کر صبر کرتے ہو اور میں تم کو دیکھ کر شکر کرتی ہوں۔ پس میں اور تم دونوں بہشتی ہیں۔

بے شک جو دنیا میں غنی ہیں وہ آخرت میں فقیر ہوں گے۔ (ادھمؒ)

اگر نماز با جماعت پڑھنے کا حکم نہ ہوتا تو میں مرنے تک اپنے دروازے سے کبھی باہر نہ نکلتا۔ (مسلم عابدؒ)

ریاکاری درحقیقت کفر کی سخت قسموں میں سے ہے۔ (شاہ عبدالعزیز)

وہ لوگ بہت بری طرح سے منکرِ حق ہیں جو ایک اللہ کو مانتے ہوئے عارضی تفریق و ظاہری تفاوت اور مذہبی اختلافات میں مبتلا ہو کر ہم جنسوں سے لڑتے بھڑتے رہتے ہیں، بخلاف ان مخالف مزاج جانوروں کے جو محض ایک مالک کی ماتحتی میں آنے کی وجہ سے اپنے طبعی جذبات کو ترک کر دیتے ہیں۔

حق ہے ہر جا جلوہ گر خواہ کفر یا اسلام ہے
اختلافاتِ مذاہب فتنۂ اوہام ہے
کاسۂ شیخ و برہمن ہے تعصب سے جدا
ورنہ میخانے میں بس اک ساقی ہے اک جام ہے

ہر شخص کی قطع و وضع، روش و خیال اور صورت و سیرت مختلف ہے۔ لہٰذا اختلافِ خیالات جبکہ بلحاظِ تعلیم و تربیت اور صحت و سرشت ہم میں طبعی و قدرتی ہے تو پھر ناحق کا بغض و عناد اور کینہ و

دشمنی کس بات پر؟ ؎

صوفی کا مذہب مختصر سب سے کھرا سب سے جدا
ہم تم کے جھگڑے لغو ہیں، یا کچھ نہیں یا سب خدا

؎

کفر است در طریقتِ ما کینہ داشتن
آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

تمھارا ہر ایک کام ایسی گہری توجہ اور محنت سے ہونا چاہیے کہ گویا تمھیں اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے لیکن عبادت کے وقت اس کو اپنی زندگی کا آخری دن سمجھنا زیبا ہے۔ (حضرت علیؓ)

ایمان کے بعد سب سے اچھی چیز نیک، خلیق، محبت کرنے والی اور صاحب اولاد عورت ہے ؎

زنِ نیک فرمانبردار و پارسا
کند مردِ درویش را پادشاہ

کفر کے بعد سب سے بری چیز بدخلق اور زبان دراز عورت ہے ؎

زنِ بد در سرائے مردِ نکو
ہم دریں عالم است دوزخِ او

نہیں ہے کوئی شریف نہ عالم نہ کوئی صاحبِ فضل مگر یہ کہ اس میں ایک عیب ہوتا ہے۔

تمام دنیا کی بادشاہت پیاسے کے ایک گھونٹ کی قیمت اور ایک قطرۂ پیشاب بند ہونے کی دوا نہیں ہوسکتی۔ (ہارون رشید)

تین دن سے زیادہ غصہ رکھنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی جب تک وہ صلح نہ کرلیں۔ (حدیث) تیرے لیے اسبابِ جہنم تیرے ہی ہاتھ پاؤں، آنکھ دل اور خصوصاً زبان ہے۔ (معین الدینؒ)

ضد، ہٹ دھرمی اور ایذاء رسانی کی عادت سخت مضر ہے۔ خواہ وہ شاہ میں ہو یا اولیاء اللہ میں کیونکہ ایسے اشخاص اڑیل ٹٹو کی مانند اپنا سفر دراز کرتے ہیں۔ بیماری جسم کے اندر سے نمودار ہوکر جسم ہی کو گلا دیتی ہے اور دوا باہر سے آکر اس کو شفا دیتی ہے۔ پس بدخواہ یگانہ سے خیر خواہ

بیگانہ بہتر ہے۔ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ میں اگر رات غفلت میں گزارتا ہوں تو صبح کو میرا گدھا بھی میرے کام سے غافل و سست ہوتا ہے۔ اس شخص سے زیادہ کوئی بد بخت نہیں جو بوقتِ مصیبت بھی رجوع الی اللہ نہیں ہوتا۔ خاصانِ خدا کے ہر سانس میں ذکر اللہ ہے ....دست بکار، زباں بہ گفتار، دل بہ یار۔ ہم کو تقدیر سے کیا بحث۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی لکھت ہے۔اس کا واسطہ اسی سے ہے۔ ہم کو تو چاہیے کہ کمر باندھیں، کوشش کریں، کام میں لگیں۔ قیل و قال، چوں چرا نہ کریں اور اَلسَّعْیُ مِنِّیِ وَ الْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ پر عمل کریں ۔

فریدا موت سے بھوک بری
رات کو کھائی دن کو پھر کھڑی

لوگوں کو سیاست کرنا سیاستِ دواب سے بھی دشوار تر ہے۔ جب کسی سے مناظرہ کرتا ہوں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ حق کو اسی کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔ (امام شافعیؒ)

علم کثرتِ روایات سے نہیں۔ وہ تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں رکھ دیتا ہے۔ (امام مالکؒ)

گناہ مکروہ رکھنا بہتر ہے اس بہت سی عبادت سے جس میں دل گناہ کی طرف رغبت رکھتا ہو۔ (وہبؒ)

ہزار دوست کی دوستی کو ایک شخص کی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔ (امام شافعیؒ)

حضرت موسیٰؑ نے دعا کی ''اے اللہ تعالیٰ! زبانِ خلق کو مجھ سے روک دے۔'' فرمایا ''اگر میں ایسا کرتا تو اپنے ہی لیے کرتا۔''

اگر گناہ میں بو ہوتی تو کوئی شخص میرے پاس نہ بیٹھ سکتا۔ (محمد بن سیرینؒ)

یہ روشن ظلم ہے کہ تو اپنے بھائی کا شر بیان کرے اور غصّے کے وقت اس کی نیکی کو چھپائے۔

فقیہ کو چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک سفیہ بھی ہو جو سفاہت کرے۔ (محمد بن سیرینؒ)

مال زمانۂ گزشتہ میں مکروہ تھا۔ آج کے دن مومن کے لیے ڈھال ہے سوالِ ملوک و اغنیاء سے۔ (سفیان ثوریؒ)

اس زمانے میں گمنام امن میں نہیں رہ سکتا۔ مشہور کا کیا ٹھکانا ہے۔ (سفیان ثوریؒ)

مطالعہ کرنا کتبِ اخلاق و احوال اہلِ طریق کا ایک طرح کی صحبتِ معنوی اور بارآورِ عملِ صالح ہے۔ ہم جس قدر آنکھ سے سیکھتے ہیں، اس قدر کان سے نہیں سیکھتے۔ کتابِ قدرت ہر وقت ہر کسی کے مطالعے کے لیے کھلی ہوئی ہے۔ اس کو غور سے پڑھو اور عبرت و تجربہ حاصل کرو

ع : بر خوانش سر بسر کہ نہ حرفے ست سرسری

اولاد کی تاخیرِ نکاح کے سبب جو گناہ ان سے سرزد ہوتا ہے وہ ماں باپ کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا ہے۔ (حدیث)

ایماندار تاجر عابد سے بہتر ہے کیونکہ تجارت میں امانت سخت مشکل کام ہے۔ (امام شافعیؒ)

فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مجھ کو حد سے مت بڑھاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریمؑ کو نصاریٰ نے حد سے بڑھا دیا ہے۔

نہیں کافر ٹھہراتے ہم کسی مسلمان کو گناہ کے سبب سے اگرچہ کبیرہ ہو جب تک کہ اس کو حلال نہ جانے۔

نجاست کی بدبو سے ناک بند کرنے والے! یہ نجاست تیری ہم نشینی سے اس درجہ کو پہنچی ہے۔ (امام غزالیؒ)

اذان کے بعد صحابہ کرامؓ دو آدمیوں کے آجانے پر تیسرے کا انتظار نہ فرماتے تھے۔

علم وہ ہے جس سے دنیا نظروں میں حقیر ہو جائے اور عقبیٰ کی رغبت دل میں بڑھے۔ جس سے آدمی دنیا کی برائی سے واقف ہو جائے اور برے اخلاق دور کر سکے۔

مکتوبات و عرائض میں کلمات مثل عبودیت کیش، غلام خانہ زاد، جہاں پناہ، عالم پناہ، خداوندِ نعمت، شہنشاہ، غریب پرور لکھنا شرک ہے۔ (امام غزالیؒ)

ڈر اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی کا خوف نہ رہے۔ اُمید رکھ اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے اُمید نہ رہے۔ دوست رکھ اللہ تعالیٰ کو اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے محبت نہ رہے۔ (طاؤس)

دعاء کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا گناہ اور بے ادبی ہے۔ ہر چیز کی ایک علامت ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔ نابالغ بچوں کی عبادت کا ثواب والدین کیلئے ہے۔ حج مبرور کی نشانی یہ ہے کہ حاجی کی حالت پہلے سے بہتر ہوجائے۔ پہلی صف میں جگہ ہونے پر دوسری میں بیٹھنا مسجد کی بے ادبی ہے۔ بچھو سے کسی نے پوچھا کہ تم میں سے سخت قسم کون سی ہے؟ اس نے کہا سخت اور نرم تو میں جانتا نہیں، ڈنک البتہ ہر ایک چلائے گا، کسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لو۔ اسی طرح انسان بھی گو مختلف الطبائع ہوتے ہیں لیکن تعلقات قائم ہوجانے یا معاملہ پڑ جانے پر سب متحد الطبائع معلوم ہوں گے۔ ہمدردی اور رحمدلی کا مادہ بہت کم لوگوں میں پاؤ گے اور وہ بھی بہت کم مقدار میں۔ دستگیری تو درکنار، بحالتِ درماندگی ان کی پامالی سے بچنا بھی مشکل ہے ؎

راحتے کز نشہ سر خوش بہ عزلت یافتم
داشتم تصدیع گر با خضرؑ صحبت یافتم

؎ نیک ہیں گلشنِ ایجاد میں کم ، بد ہیں بہت
خار پھولوں سے کہیں ہوتے ہیں افزوں پیدا

؎ باہر کسے کہ دوستی اظہار می کنم
خوابیدہ دشمنے ست کے بیدار می کنم

ایک عابدِ بنی اسرائیل کا گزر ایک ریت کے ٹیلے پر اس زمانہ میں ہوا جبکہ سخت قحط سالی تھی۔ اس نے تمنا کی کہ اگر یہ ٹیلہ آٹا ہوتو میں بنی اسرائیل کا پیٹ بھرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ تم عابد سے کہہ دو کہ ہم نے تیرے لیے اس ٹیلے کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا ثواب واجب کر دیا ہے۔

جس نے نماز میں خشوع نہ کیا اس سے بہتر موقع اور کون سا پائے گا۔ تو اس کی لکھت پر مطمئن و مشوّش مت ہو کیونکہ جس نے اس کو لکھا ہے وہ اس کے مٹانے پر بھی قادر ہے۔ جب آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کے خیالات کے سامنے سینکڑوں بچاؤ کی صورتیں خیر خواہی کے لباس میں آ کر اُسے گناہ پر اُبھارتی ہیں۔ مگر جونہی کہ گناہ کر چکتا ہے وہ سب

جھوٹے معاون دفعتہً غائب ہوجاتے ہیں اور ہر طرف اُسے زنجیر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ پوشاک میں آرائش سے زیادہ آسائش کو مقدم رکھو۔ بد عادات کا بنانا آسان، نباہنا مشکل اور چھوڑنا ناممکن ہے۔

اخلاقی جواہر پارے

جو بات کان میں سنائی جائے وہ اکثر سو سو میل کے فاصلے سے سنی جاتی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ دھوکا نہ کھاؤ تو تین دکانوں سے قیمت دریافت کرو۔ ایک خوشی سے ایک سو غم منتشر ہو سکتے ہیں۔ ہماری خوشیاں پائمال اور ہمارے رنج عمیق ہیں۔ قرضہ کا روپیہ وقت کو تھوڑا بنا دیتا ہے اور دوسروں کا کام وقت کو لمبا کر دیتا ہے۔ اگر غریبی کے بعد دولت ملے تو وہ اچھی ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ دولت کے بعد غریبی ہو۔ اگر کوئی شخص نیک کام کرے تو صرف گھر والوں کو معلوم ہوتا ہے مگر برے کام دور دراز تک پہنچ جاتے ہیں۔ آسمان کے جانے سے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ اپنے لیے مقامِ رہائش پسند کرنے سے ہمسائگت کو دیکھ بھال لو۔ دولت ایک معشوق ہے بے وفا۔ عمر ایک حریف ہے گریز پا۔ نہ اُس کو قیام نہ اِس کو دوام۔ دنیا میں جھکنے کے سوا کہیں کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ جسم منہ کے ذریعے سے تباہ ہوجاتا ہے۔ جس کو عقل نہیں وہ پچھلی باتوں پر فکر کرتا ہے۔ آگ لگ جانے پر کنواں کھودنا بے فائدہ ہے۔ افراط سے پیا جائے تو آبِ حیات بھی زہر ہے۔ دکھ بھاگا رَب بِسرا۔ جب تک مچھلی نظر نہ آئے بگلا بھگت ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دشمن تم پر قابو نہ پائیں تو ان کی دسترس سے بہت اونچے نکل جاؤ ؎

دوستی دشمنی کی مژدہ ہے، اجل کے خواب کا
برہمن بننا غضب ہے گاؤ کے قصّاب کا

شکر میٹھی ہوتی ہے خواہ اندھیرے میں ہو۔ جب میں بہو تھی تو ساس اچھی نہ ملی۔ جب ساس ہوئی تو بہو اچھی نہ ملی۔ اندھے آدمی کی جورو خدا کی حفاظت میں ہے۔ غریب کے بیل پر دُگنا بوجھ لادا جاتا ہے۔ زبردست کا ہاتھ چلتا ہے، غریب کی زبان۔ اس شخص کے گھر کو کیوں آگ لگاتے ہو جس کے یہاں دو عورتیں ہیں۔ کسی کو دفن کرتے دیکھ کر خیالات کو اس وقت تک

عبرت رہتی ہے جب تک کہ ہر شخص قبرستان سے گھر کو رخصت نہ ہو جائے۔

ایک بیٹی کو ماں کی نصیحت

اے میری بچی! میں تمھیں شادی کی حکمت عملیوں کی تعلیم دینا چاہتی ہوں۔ شادی ہو جانے کے بعد تمھیں اپنے رکھ رکھاؤ اور طور طریقوں کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ تمھیں ہر کام بہتر سے بہتر طریقے پر کرنا ہوگا۔ شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھنا ہوگا۔ اس کے ماں باپ اور بھائی بہن کو اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کا درجہ دینا ہوگا۔ شوہر کے گھر والوں کے دل کو محبت اور خدمت سے ہی تم جیت سکتی ہو۔ گھر کی کسی خدمت اور کام کو عار نہ جاننا۔ ہر کام میں صلہ وستائش سے بے نیاز ہو کر دیورانی، جٹھانی اور نند سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اور کبھی اس کو احسان کے طور پر مت جتلانا۔

میری پیاری بیٹی! اگر تمھارا شوہر باہر سے گھر آئے تو تمھیں میٹھی مسکراہٹ سے اسے سلام کرنا چاہیے۔ سلیقے کے ساتھ اس کے سامنے کھانا لا کر رکھنا چاہیے۔ ہر وقت اس کے کھانے پینے کی چیزوں کا خیال رکھو اور انھیں ہر وقت مہیا رکھو۔ شوہر کے مزاج اور جذبات کی پوری رعایت رکھو اور اس پر اپنی پوری وفاداری کا عکس ڈالو۔ تمھیں اس سے ہمیشہ شیریں کلامی سے پیش آنا چاہیے۔ دوسروں کے سامنے اس کی عزت کرنی چاہیے۔ مجلس میں اس کا اعزاز کرنا چاہیے۔ تمھیں ظاہر اور باطن میں اس کا مخلص ہونا چاہیے۔ تمھیں اس سے کسی حالت میں منافقت اور دوغلا پن نہیں برتنا چاہیے۔ تم پورے طور پر اس کے تصرف میں ہو، اس کے مال اور سامان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ناگزیر صورت میں گھر سے باہر جانا ہو تو اس سے اجازت لے کر پردہ کے ساتھ جاؤ۔ شوہر کی کوئی بات یا عمل ناگوار ہو تو اسے ایسے وقت بیان کرو جب وہ مسرور اور ہشاش بشاش ہو۔ کوئی تلخ بات ہو تو مذاق کے پیرایہ میں حرفِ مطلب زبان پر لاؤ تا کہ وہ برا محسوس نہ کرے۔

اے میری نورِ نظر! دیور اور جیٹھ سے بے تکلفی اور ہنسی مذاق کبھی مت کرنا۔ اگر کسی سواری میں سوار ہونے کا اتفاق ہو تو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ مت بیٹھنا کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا اور تمھارا لباس اس سے چھو گیا تو تم نے قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی کی۔ کسی مجمع میں عورتوں سے ملو

تو اپنی نگاہ اوپر نہیں رکھنی چاہیے یا آنکھوں کو ہر وقت چاروں طرف گردش نہیں دینی چاہیے۔ بس ایک نظر کافی ہے۔ بہت زیادہ ہنسنے اور بلند قہقہوں سے باز رہنا چاہیے۔ تمھیں زیادہ باتیں بگھارنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تیز کلامی اچھی چیز نہیں ہے۔

اے میری لختِ جگر! ایک شادی شدہ عورت کو جب اس کا شوہر باہر گیا ہو تنہا باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ جھٹپٹے کے وقت گھر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ سڑک پر کبھی نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔ مکان کی چھت کے کنارہ سے باہر کا نظارہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بڑی معیوب باتیں ہیں۔

اے جانِ من! کام تمھارے لیے زندگی کا قانون ہے۔ تمھیں زردوزی، کروشیا، کاتنے اور بُننے کا کام آنا چاہیے۔ تمھیں اشیاء کی گرانی اور ارزانی کا اندازہ ہونا چاہیے۔ گھریلو کام کاج کے ساتھ نماز اور تلاوتِ قرآن سے کبھی غفلت نہیں برتنا چاہیے۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بھی خاص خیال رکھو۔

اگر تم ایسی نہیں رہو گی تو تم سچی عورت نہیں کہلاؤ گی۔ اُمید کہ تم میری ان باتوں کو زندگی بھر کے لیے ذہن میں محفوظ کرلو گی۔ تمھارے لیے دنیا و آخرت کا راز انہی باتوں میں پوشیدہ ہے۔ (چراغِ راہ، ص: ۲۹۰)

رخصتی کے وقت بیٹی کو نصیحت

یمن میں حارث بن عمرو الکندی نام کا ایک بادشاہ تھا۔ اسے عوف کندی کی لڑکی کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں ممتاز ہے۔ بادشاہ نے نکاح کا پیغام دیا۔ لڑکی کے والدین نے قبول کرلیا۔ جب دلہن کو رخصتی کے وقت پالکی میں بٹھا کر خاوند کے گھر لے جانے کا مرحلہ آیا تو اس کی ماں امانت بنت حارث نے اسے چند نصیحتیں کیں۔ اس نے کہا:

اے بیٹی! اگر نصیحت کسی کی عقل و خرد یا اعلیٰ نسب کی وجہ سے چھوڑ دی جاتی تو میں ضرور اسے چھوڑ دیتی اور تجھ سے چھپاتی مگر یہ عقلمند کے لیے یاددہانی کے طور پر اور بے سمجھ کے لیے بطور تنبیہ کی جاتی ہے، اس لیے میں تجھے نصیحت کررہی ہوں۔

اے میری بیٹی! اگر عورت اپنے والدین کی دولتمندی اور ان کی والہانہ محبت کی وجہ سے مستغنی ہوتی تو سب سے زیادہ میں اپنے خاوند سے لاپروا اور مستغنی ہوتی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ جس طرح عورتوں کے لیے مرد پیدا کیے گئے ہیں بالکل اسی طرح عورتیں مَردوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ضرورت ہیں۔ اس ضرورت کا احساس ہی انھیں آپس میں مربوط رکھتا اور خلوص و محبت کا پابند بناتا ہے۔

اے بیٹی! تو ایک مانوس ماحول اور وطن سے دور ایک ایسے ماحول کی طرف جا رہی ہے جسے تو نہیں جانتی اور ایک ایسے ساتھی کے ہاتھ تجھے جانا ہے جس کے ساتھ تو مانوس نہیں ہے۔ جبکہ وہ تیرا مالک بن جائے گا لہٰذا تو اس کی وفاداری اور اطاعت گزاری میں باندی کی طرح بن جانا۔ اس طرح وہ محبت و جان نثاری میں تمھارے لیے غلام کی طرح ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں تو میری دس باتیں یاد رکھنا:

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تو اپنے خاوند کے ساتھ قناعت اور سادگی سے زندگی گزارنا۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ اس کی بات غور سے سننا اور اس کی اطاعت کرنا کیونکہ قناعت میں دل کو راحت پہنچتی ہے اور اطاعت و فرمانبرداری میں مالک (خاوند) خوش ہوتا ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ تیرا خاوند تجھے صاف ستھری اور خوشبو کی حالت میں دیکھے ......
اے میری بیٹی! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ خوشبو کی عدم موجودگی میں پانی سب سے خوشبودار ہے۔ اس سے نہاؤ اور بناؤ سنگھار کر اور حسن پیدا کرنے کے لیے تیرے پاس سرمہ موجود ہے۔ اس سے زیادہ کوئی چیز اچھی نہیں۔

۵۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اس کے کھانے کے وقت کا خیال رکھو۔

۶۔ چھٹی بات یہ ہے کہ سونے کے وقت اس کے آرام کا خیال رکھو کیونکہ بھوک کی شدت نا قابلِ برداشت ہوتی ہے اور نیند سے اچانک جاگنا غصّے کا سبب ہوتا ہے۔

۷۔ ساتویں بات اس کے مال کی نگہداشت اور اس کی عدم موجودگی میں اپنی آبرو کی حفاظت کرنا ہے۔

۸۔ آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ اس کے رشتہ داروں اور خاندان کا لحاظ رکھنا ... کیونکہ مال کی

نگہداشت حسنِ ترتیب، آبرو کی حفاظت حسنِ عفت اور رشتہ داروں اور خاندان کی رعایت حسنِ انتظام اور فراخ دلی اور فراخ چشمی کی علامت ہے۔

۹۔ نویں یہ کہ اس کے رازوں کو ظاہر نہ کرنا۔

۱۰۔ اور دسویں یہ کہ اس کے حکم کی نافرمانی نہ کرنا.... کیونکہ اگر تو نے اس کے راز کو ظاہر کر دیا تو اس کی سزا سے بچ نہ سکے گی اور اگر نافرمانی کی تو اس کے غصّے کو بھڑکا دے گی۔

اے بیٹی! جب وہ ناخوش ہو تو خوش ہونے سے اور جب وہ خوش ہو تو غم کا اظہار کرنے سے بچنا کیونکہ پہلی چیز کوتاہی کی علامت ہے اور دوسری سے کدورت کا اظہار ہوتا ہے۔

اور تجھے اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تمام چیزیں تو اپنے خاوند سے اس وقت تک حاصل نہ کر سکے گی جب تک کہ تو ان تمام معاملات میں جنھیں تو ناپسند کرتی ہے اپنے خاوند کی خواہش اور رضا کو اپنی مرضی اور خواہش پر ترجیح نہ دے۔ اللہ تعالیٰ تیرے لیے بہتری کرے اور تجھے اپنی رحمت سے نوازے .... چنانچہ وہ اپنے خاوند کے ہاں پہنچی اور والدہ کی نصیحتوں کے مطابق عمل کیا تو خاوند کا اعتماد حاصل کر لیا اور بڑی عزت پائی۔

ایک شفیق باپ کی نصیحت

اے میرے بیٹے! رزق کی دو قسمیں ہیں؛ ایک تو وہ ہے جس کی تلاش میں تو سرگرداں رہتا ہے اور اس کی دوسری قسم وہ ہے جو تیری تلاش میں رہتی ہے۔ اگر تو اس کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دے تو یہ خود بخود تجھے تلاش کر لے گا۔

اس دنیا کے مال و منال میں اپنا حصہ اتنا ہی سمجھ جس سے تیری عقبیٰ سنور جائے۔ اگر تجھے اس چیز کا غم ہے جو تیرے پاس سے جاتی رہی تو اس چیز کا بھی غم کر جو تجھے نہیں مل سکتی۔ (ظاہر ہے جس طرح یہ غم بیکار ہے اسی طرح وہ غم بھی بے فائدہ ہے۔)

آنے والے زمانے کو گزرے ہوئے زمانے سے بہتر سمجھو۔

اپنے آپ کو ان لوگوں کے گروہ میں شامل نہ کر جو نصیحت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ ملامت سے راہِ راست پر آتے ہیں۔ مردِ فہیم کے لیے معمولی نصیحت ہی کافی ہوتی ہے مگر جانور

ڈنڈے سے سیدھے ہوتے ہیں۔

ناجائز خواہشات اور شبہات و وساوس پر قابو پانے کا طریقہ یہ ہے کہ صبر و یقین کی چٹان پر مضبوطی سے قدم جما لے۔

میانہ روی کو چھوڑنے والا غلط راستے پر پڑ جاتا ہے۔

حقیقی دوست کو قرابت دار کی جگہ پر سمجھ۔ مخلص دوست وہ ہے جو تیری عدم موجودگی میں بھی خواہی کرے۔

خواہشاتِ نفسانی اور بدقسمتی ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

بہت سے عزیز اور دوست ایسے ہیں کہ غیروں سے بھی بدتر ہیں اور بہت سے غیر ایسے ہیں کہ عزیزوں اور دوستوں سے کہیں بہتر ہیں۔ بے وطن اسے کہتے ہیں جو سچے دوست سے محروم ہو۔

حق کے راستے سے روگردانی کرنے والے پر راہ تنگ ہو جاتی ہے۔

حیثیت کے مطابق زندگی گزارنے والے کی آبرو برقرار رہتی ہے۔

محکم ترین رشتہ وہ ہے جد اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔

جس وقت اُمید میں موت نظر آنے لگے تو نا اُمیدی ہی زندگی بخش بن جاتی ہے۔

ضروری نہیں کہ ہر عیب ظاہر ہو جائے۔

برائی کو اپنے آپ سے دور رکھ کیونکہ یہ تیری خواہش پر بڑی جلدی واپس آ جائے گی۔

جو شخص دنیا پر اعتماد کرتا ہے یہ اس کو دغا دیتی ہے۔

ضروری نہیں کہ ہر تیر نشانہ پر لگے۔

حاکم وقت کے بدلنے کے ساتھ زمانہ میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے۔

آغازِ سفر سے پہلے رفقائے سفر کو پرکھ لے اور قیام کرنے سے پہلے ہمسایوں کی پڑتال کر لے۔

یاد رکھ! تیری گفتگو سے کسی کی تضحیک کا پہلو نہ نکلتا ہو خواہ کسی اور کے الفاظ کا اعادہ ہی کیوں نہ ہو۔

عورتوں کے لیے بے پردہ رہنے سے بھی زیادہ یہ بات خطرات کا موجب ہے کہ ان میں بدقماش لوگوں کی آمد و رفت ہو۔ سوائے کسی خاص ضرورت کے انھیں غیروں سے رسم و راہ رکھنے نہ دے۔ عورتوں کو امر سے روک کہ وہ تیرے پاس دوسروں کی سفارش لے کر آئیں۔ ان سے خواہ مخواہ رفاقت کا اظہار نہ کر۔ اس طرح نیک نفس عورت کے بھی بدی کی طرف مائل ہونے کا احتمال ہے۔

اپنے ہر خادم کے سپرد کوئی نہ کوئی فرض ضرور کر دے تاکہ وہ تیرے کاموں کو ایک دوسرے پر ڈال کر خراب نہ کریں۔

میں تیرا دین اور تیری دنیا اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے دینی اور دنیوی فلاح عطا کرے۔ آمین۔

(ایک صالح اور شفیق باپ کی نصیحت سے ماخوذ۔ بحوالہ چراغِ راہ، ص: ۳۶۴)

السید عمر تلمسانی مرحوم، سابق مرشد عام الاخوان المسلمون

نوجوانوں کو نصیحت

میں نوجوان لڑکے لڑکیوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور یہ میری پوری زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں جب بھی شادی کرنا چاہیں اس کی بنیاد اس نام نہاد محبت کو نہ بنائیں جو شادی سے قبل (مغرب کی اندھی تقلید میں) جڑ پکڑتی ہے۔ عشق کی شادیاں دیرپا اور کامیاب ثابت نہیں ہوتیں۔ جذباتی کیفیت جسے محبت اور عشق کا نام دیا جاتا ہے وہ ایک انگارہ ہوتا ہے جو دو تین سال میں بجھ جاتا ہے۔ محبت دم توڑ دیتی ہے اور یہ نفرت میں یا کم از کم بے اعتنائی میں بدل جاتی ہے، خصوصاً جب اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو یہ جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔

شادی کے بارے میں میری نصیحت یہ ہے کہ پہلے نمبر پر والدین کی رضا ضروری ہے اور دوسرے نمبر پر میاں بیوی کی موافقت۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو شادی کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ شادی کا تعلق میاں بیوی کے درمیان محض وقتی اور جنسی دوستی کی بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کی بنیاد خلوص، تعلق اور باوفا دوستی پر ہونی چاہیے۔ ہر ایک دوسرے کے لیے اخلاص و وفا کے جذبات

رکھے گا تو گھر جنت کا نظیر ہوگا اور شادی دائمی اور باسعادت ثابت ہوگی۔

بربادی ہو ایسے میاں بیوی کی جو شادی کے بعد اپنے ساتھی کے علاوہ کسی اور پر ریجھنے لگیں یا اس کے لیے اپنے دل میں محبت کے جذبات پالنا شروع کردیں۔

میں نوجوان لڑکے لڑکیوں سے کہتا ہوں کہ والدین کے انتخاب پر راضی ہو یا پھر اپنے انتخاب پر والدین کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔ والدین کی ناراضی کا مطلب ہے نہایت دردناک نتائج، ناقابلِ بیان مصائب اور ان کی رضامندی (اور یہ ناراضی اور رضامندی دونوں دائرۂ شریعت میں ہوں) کا نتیجہ ہوتا ہے حد درجہ کی خوش نصیبی اور سکون۔

ایک سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (۱۶۸۹-۱۷۵۲ء) شہنشاہ اورنگ زیب کے عہدِ حکومت میں حیدرآباد سندھ کے قریب ہالا حویلی کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نیک طبیعت اور خوش مزاج تھے۔ دنیا سے زیادہ دین کی طرف رجحان تھا۔ وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ نیک لوگوں کی صحبت میں گزارتے اور فرصت کا وقت غور وفکر اور عبادت میں بسر کرتے۔ ان کی طبیعت میں اتنا رحم تھا کہ انسان تو انسان جانوروں کو بھی تکلیف میں دیکھتے تو تڑپ اُٹھتے اور اس کا دُکھ دور کرنے کی کوشش کرتے۔

شاہ عبداللطیفؒ سندھی زبان کے بہت بڑے اور بے حد مقبول شاعر بھی تھے۔ انھوں نے سندھی شاعری کو اتنی ترقی دی کہ ان کو سندھی شاعری کا بانی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے بیشتر حصے میں انسانیت اور محبت کا پیغام دیا ہے اور رنگ ونسل کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان فرق کرنے کی مذمت کی ہے۔ نیچے ان کے بعض شعروں کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے جن کو پڑھ کر معلوم ہوگا کہ اس بزرگ شاعر کا کلام کتنا باعظمت اور بلند ہے۔

۱۔ جو لوگ کھانے، پینے اور پہننے پر مَرتے ہیں اللہ ان سے اور دور ہو جاتا ہے۔

۲۔ جو لوگ لقموں کے دیوانے ہیں وہ ولی نہیں بلکہ دھوکے باز ہیں۔

۳۔ نفس کے اونٹ کو باندھ کر رکھو تاکہ آوارہ نہ ہو جائے۔

۴۔ اگر تم ساز و سامان کھو چکے ہو تو کوئی بات نہیں۔ اُمید کا دامن مت چھوڑو اور اللہ پر یقین رکھو۔

۵۔ تذبذب، شک اور نیم دلی ناکامی کا باعث ہیں۔ یہ منزل پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور کامیابی قریب ہو تو بھی انسان کو ناکام بنا دیتے ہیں۔

۶۔ ناقص تیاری انسان کو کبھی منزل تک نہیں پہنچنے دیتی۔ صرف اپنے آپ پر قدرت پانا ہی کافی نہیں، کامیابی کے لیے ماحول پر قدرت حاصل کرنا بھی لازمی ہے۔

۷۔ حقیقی طالب کبھی جیتے جی ہمت نہیں ہارتا۔ وہ تو منزل تلاش کرتے کرتے جان دیدیتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت اپنے بیٹے حماد کو

ان پانچ حدیثوں پر عمل کرتے رہنا، جن کو میں نے پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے (یعنی انتخاب کیا ہے) وہ پانچ حدیثیں یہ ہیں:

(الف) سب اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور انسان کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، (یعنی ثواب وعذاب نیتوں ہی سے متعلق ہے، عمل خالص اللہ کے لیے ہوگا تو ثواب ملے گا اور عمل ریاکاری کے طور پر ہوگا تو باعثِ عذاب ہوگا۔)

(ب) انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا وآخرت میں) اس کیلئے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

(ج) تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(د) بلاشبہ حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے، اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، سو جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا، اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کے بجائے ان کو اپنے ساتھ عمل میں لے آیا) وہ حرام میں پڑ گیا، جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت میں) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں (بھی) اس کا ریوڑ چرنے لگے گا، (پھر فرمایا کہ) خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کرکے) باڑ لگادی ہے (اور اپنی رعایا کے لیے حد بندی کردی ہے) سنو! بیشک اللہ تعالیٰ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے (پھر فرمایا کہ) خبردار! انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوجائے گا اور وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا، خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

(ھ) کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم ومحفوظ رہیں (یعنی کسی بھی مسلمان کو کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف اس سے نہ پہنچے۔)

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلو پیڈیا (جلد دوم، صفحہ: ۱۱۲)

Wasaya Encyclopedia

Volume Two

Maulana Mufti Mohd. Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Maulana Hafiz Mohd. Razeen Ashraf Nadwi

Flat No. 8, Silver Arc Apt., Bhagyodev Nagar,
Kondhwa, Pune - 411 048, 09370187569